نمازِ پیغمبر ﷺ

تالیف: الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقریظ: الشیخ محمد شفیق اسعد مدینہ منورہ

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دھلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس: ۲۲۷۹۹۹۸ ۳۲۶۵۴۰۶ رہائش: ۳۲۶۲۴۸۶

جس میں مسائل نماز کو قرآن مجید احادیثِ مبارکہ
اور آثارِ صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے مدلّل کیا گیا ہے

تالیف
الشیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ
تقدیم الشیخ محمد شفیق اسعد مدینہ منورہ

فرید بُک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دھلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس: ۳۲۷۹۹۹۸، ۳۲۶۵۳۰۶ رہائش: ۳۲۶۲۳۸۶
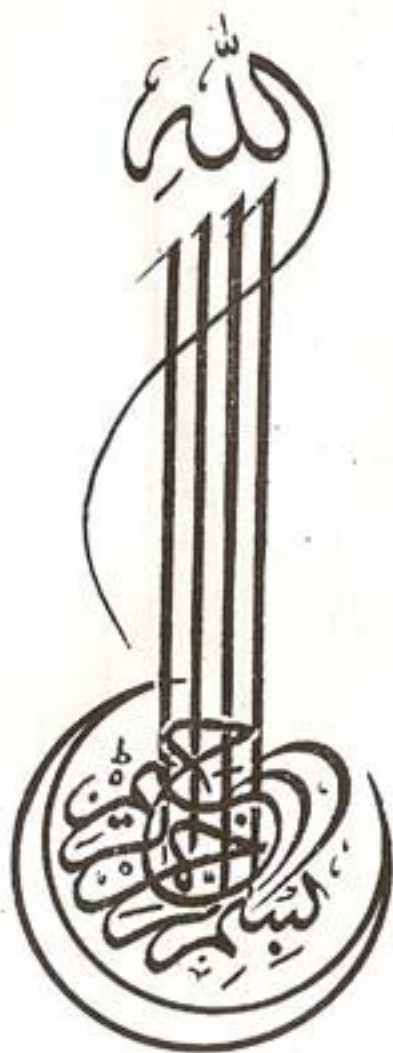
شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے

(عکسِ کتابت محفوظ ہیں)

تفصیلات

نام کتاب ــــــــــــ نمازِ پیمبر ﷺ

مصنّف ــــــــــــ الشیخ محمّد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم ــــــــــــ الشیخ محمد شفیق اسعد مدینہ منورہ

ناشر ــــــــــــ فرید بُک ڈپو، دہلی

کتابت ــــــــــــ معین الدین برسوتی، پورنیہ، مقیم دیوبند

سن اشاعت ــــــــــــ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء

تعداد ــــــــــــ ۱۱۰۰

قیمت ــــــــــــ ۸۰ روپے

باہتمام ــــــــــــ الحاج محمّد ناصر خان

تصحیح: ــــــــــــ محمد مہدی القاسمی

پیشکش:

دار القلم و النظر

شمسی وایا جلیشور، ضلع مہوتری (نیپال)

مشتملات

مُشتملات

باسمہٖ تعالیٰ

نمازِ پیمبر

مسائلِ نماز سے متعلق ایک معروف و مشہور کتاب ہے جو متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ آج تک فقہ حنفی کی ترتیب پر اتنی مفصّل اور مُدلّل نماز کے موضوع پر کوئی کتاب منظرِ عام پر میرے علم میں نہیں آئی ہے جسے صحیح احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مُزیّن و مُرصّع کی گئی ہو لیکن اُسے آج تک کتابت وطباعت اور صحت کے اعتبار سے وہ مقام عطا نہیں کیا گیا جس کی یہ مستحق ہے۔ الحمد للہ آج سے تین سال قبل میرے مخلص دوستوں اور بہی خواہوں نے اس کی افادیت واہمیت کو محسوس کیا اور کتابت کی خامیاں دُور کر کے جلی کتابت، مناسب سائز، دیدہ زیب ٹائٹل اور بہترین کاغذ پر طباعت کرا کر مضبوط اور ٹھوس بائنڈنگ میں منظرِ عام پر لانے کی مجھ سے خواہش ظاہر کی اور اس کا سہرا میرے ہی سر رکھنا چاہا۔

لیکن میں عدیم الفرصتی اور محدود اسباب کا عُذر کرتا رہا۔ بار بار اصرار اور دوستوں کی حوصلہ افزائی کے وعدے نے میرے لئے کوئی عُذر نہ چھوڑا۔ بالآخر اس بارِ گراں کو اپنے دوشِ ناتواں پر رکھنے کا عزمِ مصمّم کر لیا۔ ابھی ادھورا ہی کام ہو پایا تھا کہ کثرتِ مشاغل کی وجہ سے دن بدن تاخیر ہو رہی تھی اور دوسری طرف ممبروں کا بار بار مطالبہ بھی جاری تھا اس لئے میں نے مذکورہ کتاب کو برائے اشاعت "فرید بک ڈپو دہلی" کے حوالے کر دیا ہے اور فرید صاحب سے درخواست کی ہے کہ براہِ کرم آپ معیاری انداز میں شائع کریں جو آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ خُدا کا شُکر ہے کہ انھوں نے درخواست منظور کر لی ہے۔ دُعا ہے کہ باری تعالیٰ اس کتاب کو بھائی فرید اور ان کے اہلِ خانہ کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

نوٹ: ہم نے ایک ایک سطر پڑھ کر تمام اغلاط صحیح کی ہیں، اپنے اس دعویٰ میں ہم کہاں تک سچے ہیں اس کی تصدیق آپ کتاب کے مطالعہ اور قدیم ایڈیشن سے تقابل کرنے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

محمد مہدی القاسمی
دارالقلم والنظر، دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ایڈیشن کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ مختلف طبقوں میں اس کے مفید اثرات مرتب ہوئے۔ چونکہ نماز کی ادائیگی کے وقت جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مفہوم ذہن میں ہو تو نماز میں خشوع وخضوع کا پیدا ہونا ایک یقینی امر ہے جو کہ نماز کی روح ہے۔

نیز اس کتاب کو پڑھنے سے اہل سنت وجماعت کا یہ یقین مزید پختہ ہوگیا کہ ان کی نماز کا طریقہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے۔

آج کل ایک ایسا گروہ بھی معرض وجود میں آگیا ہے جن کے مذہبی افکار کا خلاصہ نماز کے چند اختلافی مسائل کو ہوا دینا ہے۔ ان کے ہاں سنت کا ایک نرالا معیار ہے کہ جو کام وہ خود کریں اسے سنت کا عنوان دیتے ہیں اور ہر اُس کام کو خلاف سنت گردانتے جس پر جمہور اہل اسلام پیرا ہیں ان میں اکثریتی طبقہ تو سادہ لوح اَن پڑھ عوام کا ہے جو اس اندازِ فکر کے حامل کسی بھی امام مسجد یا واعظ کے مقلّد ہیں، جب کہ دوسرا طبقہ وہ ہے جو ابتدائی قسم کی سطحی معلومات رکھتا ہے اور بعض مصنفین و واعظین کی تقلید کی وجہ سے اس زعم میں مبتلا ہے کہ یہی طرزِ فکر حدیث سے ثابت ہے ان میں تیسرا طبقہ اس مسلک کے ذمہ دار لوگوں پر مشتمل ہے جو اپنے مسلک کے بانی واکابرین کی تعلیمات اور ان کے وضع کردہ امتیازی اصولوں کو حرفِ آخر سمجھتا ہے اور اس ساری صورتِ حال کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے یہ لوگ حدیث کے ساتھ اپنی

وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ دوسرے تمام مسلمان حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

اس صورت حال کے پیش نظر قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں نماز کے اہم مسائل کو مرتب کر دیا گیا تاکہ اس مغالطہ کا ازالہ ہوجائے۔ الحمد للہ کہ اول الذکر دونوں طبقوں پر اس کتاب کا مثبت اور مفید اثر ہوا نیز انہیں اپنے موقف کی کمزوری کا احساس بھی ہوا۔

موجودہ ایڈیشن میں اس طرز فکر کے بانی وزعماء کی بعض تحقیقات بھی شامل کر دی گئی ہیں تاکہ تیسرا طبقہ بھی ان حقائق کا بغور جائزہ لے اور امتِ اسلامیہ کو مزید منتشر ہونے سے بچانے کی فکر کرے اور اتحاد بین المسلمین کی مساعی میں شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت شامل حال ہوئی کہ یہ ایڈیشن مفید اضافوں اور نئی کتابت وطباعت کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ اس کتاب کا انفرادی مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ باجماعت نماز کے بعد چند احادیث کا سننا سنانا بھی بہت مفید رہے گا۔

آخر میں تمام مخلصین اور خصوصاً محترمی مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ایڈیشن کی اشاعت میں دلچسپی لی نیز محترمی شبیر یعقوب صاحب اور محترمی محمد زاہد حسین صاحب کے لئے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کتاب کے انگریزی و بنگالی ترجمہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے جس کا آغاز انہوں نے ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مزید نافع اور زادِ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین

محمد الیاس فیصل: ریاض الجنۃ، مسجد نبویؐ، مدینہ منورۃ

۱۶ رجب ۱۴۰۵ھ بروز جمعہ سات بجکر پینتیس منٹ

پیش لفظ

حمد و ثنا ہے اپنے حقیقی معبود کے لئے اور درود و سلام ہے اس کے آخری رسول کے لئے

ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اردو زبان میں نماز کے مسائل کے ساتھ دلائل کا ذکر بھی آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے جس نے اس عظیم موضوع "نماز پیمبر" پر لکھنے کی سعادت بخشی۔ اللہ جل جلالہٗ کی ذات اقدس پر بھروسہ کر کے یہ کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہماری نمازوں میں خشوع کی کیفیت پیدا فرمائے (آمین) کہ اس میں کامیابی کا راز ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ (المؤمنون)

لہٰذا نماز کے ہر رکن کی ادائیگی میں یہ خیال مستحضر رہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ عمل کر رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جو میری نماز کو دیکھ رہا ہے۔

آئندہ صفحات میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون نماز کو پیش کیا گیا ہے۔ عربی عبارات کے ترجمہ میں حتی الوسع محاورہ کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ مفہوم بآسانی واضح ہو قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کو استفادہ کی نظر سے پڑھیں، کتاب کے محاسن اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں، اگر کوئی غلطی دیکھیں تو اسے میری کم مائیگی کا نتیجہ سمجھیں اور مجھے مطلع کر دیں۔

آخر میں مولانا محمد شفیق اسعد صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے فراہمی کتب اور جمع مواد میں قابل قدر تعاون کیا۔ نیز میاں ریاض الحق فاروق صاحب، جناب شمس الحق صدیق صاحب اور دیگر جن حضرات نے کسی بھی مرحلہ پر تعاون کیا، یا دعاؤں میں یاد رکھا۔ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مخلصانہ مساعی کو قبول فرمائے۔ فلاح دارین کا ذریعہ بنائے اور توفیق عمل سے نوازے۔ آمین یارب العالمین و الحمد للہ رب العالمین۔

ناچیز: محمد الیاس فیصل المدینۃ المنورۃ

تقریظ مولانا احمد علی سراج صاحب وزارۃ الأوقاف والشئون الاسلامیہ کویت رکن عالمی اسلامی اقتصادی کونسل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ!

جواں سال محترم محمد الیاس فیصل صاحب نے "نماز پیمبر" کے نام سے یہ کتاب لکھی ہے میں نے مدینہ منورہ اور خاص کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر جستہ جستہ مقامات سے کتاب کا مطالعہ کیا۔

یہ کتاب صَلُّوۡا کَمَا رَأَیۡتُمُوۡنِیۡ اُصَلِّیۡ "یعنی مسنون نماز کی علمی تصویر ہے اور دلائل شرعیہ سے مزین ہے: اسلوب عام فہم، بامحاورہ اور تحقیقی ہے۔ دوران نماز ہر ہر رکن کی ادائیگی کے وقت عمل پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مفہوم حدیث ذہن میں ہو تو خشوع خضوع والی نماز پڑھنے میں مدد ملے گی جو کہ نماز کی روح ہے۔ کتاب میں حضرات احناف کے دلائل کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔

نماز کے اہم مسائل کو دلائل کی روشنی میں جاننے کے لئے کتاب کی افادیت مسلم ہے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ خواص و عوام اس کتاب سے مستفید ہوں گے۔

فاضل نوجوان مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کا یہ علمی ذوق اور دینی خدمت بلاشبہ لائق تحسین ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

احمد علی سراج

رائے گرامی، ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب

پی ایچ ڈی، مدینہ یونیورسٹی وسابق مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مدینہ منورہ کے طیب وطاہر ماحول میں ہمارے رفیق محترم الیاس فیصل صاحب کو اسلام کے اہم ترین رکن "نماز" کے تمام مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں فاضلانہ بحث کی عظیم سعادت بخشی۔

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ناچیز نے مؤلف محترم کے حسب فرمان اہم مباحث کا مطالعہ کیا بلاریب تالیف کو اپنی نوعیت میں باوجود مختصر ہونے کے "مسائل نماز" پر جامعیت کے اعتبار سے ایک گنج گرانمایہ پایا۔ جو قرآن وحدیث کی موتیوں سے جگمگا رہا ہے۔ انداز بیاں عام فہم، زبان سلیس، ترتیب دلکش اور ماخذ مستند ہیں، یوں تو علمائے کرام نے اس مقدس موضوع پر ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو استدلالی ذوق رکھنے والوں کے لئے باعث اطمینان وتشفی ہو۔

کتاب کے آغاز میں بیش بہا مقدمہ ہے جو بنیادی امور پر مشتمل ہے۔ اصول اربعہ (کتاب، سنت واجماع وقیاس) فقہ پر سیر حاصل تبصرہ، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام اجتہاد وتقلید پر جامع مانع بحث سے مزین ہے۔ کتاب کا جو بھی منصفانہ مطالعہ کرے گا (بالخصوص فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، وتر، تراویح) وہ مؤلف محترم کی علمی گہرائی، وسیع مطالعہ، منصفانہ رویّہ کا اعتراف کرے گا، درحقیقت یہ کتاب طلبہ اور علماء دونوں کے لئے سفر وحضر میں "وَخَیْرُ جَلِیْسٍ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ" کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس خدمت کو شرف پذیرائی عطا فرما کر اپنے خزانہائے رحمت سے دنیا وآخرت کی عنایات خاصہ سے سرفرازی بخشے۔

سید شیر علی شاہ مدینہ منورہ

رائے گرامی حضرت مولانا محمد ادریس انصاری صاحب

سرپرست ادارہ تبلیغ الاسلام

میں نے محترم محمد الیاس فیصل کی کتاب نماز پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خوب ذوق وشوق سے پڑھا اور تنقیدی نظر سے بھی اس کا مطالعہ کیا۔ کتاب واقعی اسم بامسمّٰی ہے جس میں نماز مسنون کے تمام ارکان کی تشریح دلائل کے ساتھ کی گئی ہے۔ نماز کے موضوع پر بہت سے حضرات نے لکھا ہے مگر اس دور میں اتنی سلیس مدلل اور جامع کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ یہ کتاب ہر علم دوست کے لئے قیمتی سرمایہ اور حضرات احناف کے لئے گوہر گراں مایہ ہے۔ حتیٰ کہ جو غیر مقلد حضرات تلاش حق کی نیت سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے ان پر روز روشن کی طرح حق واضح ہو جائے گا۔ خواہ فاتحہ خلف الامام رفع یدین آمین بالجہر کی بحث ہو یا تسمیہ بالجہر کی۔

الغرض یہ کتاب پاکستان وہندوستان کے تعلیمی اداروں میں شامل نصاب ہونی چاہیئے آخر میں مصنف کتاب کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے کہ دنیا میں اس کی افادیت عام ہو اور آخرت میں سبب مغفرت وذریعہ نجات ہو۔ آمین ثم آمین

محمد ادریس الانصاری

ادارہ تبلیغ الاسلام۔ صادق آباد

۳ جنوری ۱۹۸۴ء

رائے گرامی حضرت اقدس مولانا محمد زاہد الحسینی صاحب

احقر نے مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کی کتاب متعلقہ نماز کا جستہ جستہ مطالعہ کیا مولانا نے بڑی عرق ریزی سے حوالہ جات تلاش فرماکر اس موضوع کو مکمل فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کی یہ محنت خصوصی طور پر دینی طلباء کے لئے قابل قدر ہے جو آپ نے مسائل نماز کو ارشادات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مدلل کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے۔ آپ کا یہ مقدمۃ الکتاب فقہ حنفی کی عظمت اور اس کی اہمیت پر واضح دلائل سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے زیادہ بہرہ ور فرمائے۔ آمین

احقر محمد زاہد الحسینی غفرلہ

رائے گرامی خطیب اسلام حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب
مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

"نماز پیمبر" مولفہ محمد الیاس فیصل مؤلف کی طرف سے ہدیہ ملی۔ پوری کتاب کو جگہ جگہ سے پڑھا، ہر کتاب کو پورا پڑھا جائے یا چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا جائے۔ کتاب کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

عزیز محترم السید مولانا محمد الیاس فیصل نے اس کتاب میں خوب محنت کی۔ مسلک اہل سنت کے مطابق نماز کو صحیح احادیث سے ثابت کیا۔ انداز بہت پیارا اور دلنشیں ہے۔ مجھے یہ کتاب پسند آئی دل سے مؤلف کے لئے دعائیں نکلیں۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء

والسلام

محمد عبد اللہ

تقریظ مولانا مقبول احمد صاحب
صدر اسلامک شریعت کونسل برطانیہ

عزیز گرامی مولانا محمد الیاس فیصل سلمہ نے وقت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ایک علمی شاہکار "نماز پیمبر" کے نام سے ترتیب دیا ہے۔

بحمداللہ یہ کتاب اپنی جگہ جہاں وقت کی ایک پکار ہے وہاں علمی سرمایہ اور ایک نہایت ہی مستند مجموعہ ہے۔

اس میں ہر مسئلہ پر تحقیق بلیغ پیش کی گئی ہے۔ استدلال کی قوت کو ہر جگہ ملحوظ رکھا گیا ہے قابل بحث مسائل کو نہایت متانت اور سنجیدگی سے نکھار کر پیش کیا گیا ہے۔ زبان علمی ہونے کے باوجود سلیس ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ، اس علمی سرچشمہ سے سیراب ہوسکیں گے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے نافع اور فاضل مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

(یہ کلمات حرم مکی میں بیٹھ کر لکھے گئے)

۲۶ر شعبان ۱۴۰۳ھ

مقبول احمد

(۱) خطیب و مفتی مرکزی جامع مسجد گلاسگو سکاٹ لینڈ

(۲) صدر اسلامک شریعت کونسل برطانیہ

کچھ کتاب کے بارے میں

ضرورت کتاب:۔ ایک عرصہ سے اردو زبان میں ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ جس میں نماز مسنون سے متعلقہ آیات واحادیث کو یکجا جمع کردیا جائے تاکہ:۔

۱۔ عوام وخواص کے ذہن میں پیدا ہونے والے اور پیدا کئے جانے والے شبہات رفع ہوسکیں۔

۲۔ نماز کے اہم مسائل اور دلائل سے ہر نمازی واقف ہوسکے۔

۳۔ نماز کے ہر رکن کی ادائیگی کے وقت جب ذہن میں یہ تصور ہو کہ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایسا کر رہا ہوں تو خشوع وخضوع میں اضافہ ہوگا۔

انداز کتاب:۔ کتاب کا انداز خالص علمی ہے، ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل کا بھی ذکر ہے کتاب کی ترتیب میں تفسیر وحدیث ودیگر علوم کی تقریباً ایک صد کتب سے مدد لی گئی ہے۔ بعض اختلافی مسائل کی تشریح وتوضیح اور دلائل کا موازنہ حاشیہ میں ذکر کردیا گیا ہے۔ حدیث کی کتاب کا حوالہ دیتے وقت صفحہ نمبر درج کرنے کے بجائے متعلقہ باب کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ مختلف ایڈیشنوں میں بوقت رجوع آسانی ہو۔ عربی عبارات کا ترجمہ بامحاورہ کیا گیا ہے، قاری کی آسانی کے لئے مضامین کے اصلی وفرعی عنوانات قائم کردیئے گئے ہیں اور ہر ہر پیرا کو نمبروار بیان کیا گیا ہے۔

مشمولات کتاب:۔ کتاب کا آغاز پانی سے متعلقہ مسائل سے ہوتا ہے پھر وضو اور غسل کے مسائل، اوقات نماز، اذان، نماز کے اہم مسائل اور صلوات خمسہ کے علاوہ دیگر فرض کفایہ، مسنون، ونفل نمازوں کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع میں کافی حد تک جامع ہے۔

اس کتاب میں کل اکتیس[۳۱] قرآنی آیات اور تین سو دس[۳۱۰] احادیث و آثار وارد ہیں، جن میں سے ایک سو سینتالیس[۱۴۷] احادیث صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کی ہیں جبکہ اٹھاسی[۸۸] احادیث صحاح ستہ کی دوسری چار کتب (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سے لی گئی ہیں اور باقی پچھتر[۷۵] احادیث دیگر معتبر کتب حدیث، موطأ امام مالک، سنن بیہقی اور طحاوی وغیرہ) سے نقل کی گئی ہیں، گویا نصف سے زائد احادیث تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ہیں، اور بقیہ احادیث کو نقل کرنے میں بھی صحت و ثبوت کا اہتمام کیا گیا ہے، بلکہ بیشتر احادیث کے ساتھ حضرات محدثین کا تبصرہ بھی نقل کر دیا گیا ہے، کہ یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ اس تحقیق و تجزیہ کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے دوران احادیث کی صحت و ثبوت کے بارہ میں قاری کا ذہن مطمئن ہوگا، دوسرا بعض لوگوں کی اس غلط فہمی کا مداوا بھی ہوگا جو انہوں نے احادیث نبویہ کے بارہ میں پھیلا رکھی ہے کہ بلا تحقیق ہر اس حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں، جو ان کے مزعومہ موقف کے خلاف ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

فرض مسلم

ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے کہ عقیدہ توحید و رسالت کو صحیح معنی و مفہوم کے ساتھ اپنائے رہے۔ نیز زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق اسلامی تعلیمات سیکھے اور اپنی زندگی کو اس نظام الٰہی کے مطابق گذارے، دوسروں کو اس کی دعوت دے، اور اس نظام کے عملی قیام اور غلبہ کے لئے انفرادی و اجتماعی کوشش کرتا رہے۔

زندگی کے رہنما اصول

یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مسلمان کی یہ پوری زندگی کن اصولوں کی پابند ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ٥ (النساء ۵۹)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ

سے بھی [illegible] ہے۔

اس آیت کے ذیل میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ " دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شریعت کی چار بنیادیں ہیں۔ نمبر۱: قرآن کریم، نمبر۲: سنت مطہرہ، نمبر۳: اجماع، نمبر۴: قیاس، اَطِیْعُوا اللّٰہَ سے مراد قرآن کریم ہے۔ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے سنّتِ مطہرہ ہے۔ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے اور " فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ " سے معلوم ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے [۱]

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں

وَاتَّفَقَ جُمْھُوْرُ الْعُلَمَآءِ اَنَّ ھٰذِہٖ ھِیَ اُصُوْلُ الْاَدِلَّۃِ وَاِنْ خَالَفَ بَعْضُھُمْ فِی الْاِجْمَاعِ وَالْقِیَاسِ اِلَّا اَنَّہٗ شُذُوْذٌ [۲]

جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بنیادی دلائل یہی چار ہیں گو کہ اجماع و قیاس میں بعض کو اختلاف ہے۔ لیکن اس اختلاف کی حیثیت شذوذ سے زیادہ کچھ نہیں ہے"۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

حضرات غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تقلید شخصی کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عام رائے کے مطابق دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن و حدیث اجماع امت، قیاس مجتہد سب سے مقدم قرآن شریف ہے پھر عَلٰی سَبِیْلِ الْمَرَاتِبِ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے علم لغت

۱؎ تفسیر کبیر، رازی، ج ۱۰ ص ۱۴۳ تا ص ۱۴۷

۲؎ ابن خلدون، مقدمہ ص ۴۰۳ طبع دار البیان

قواعد صرف ونحو وعلم معانی بیان، اصول فقہ، وغیرہ ذریعے ہیں، جو مسئلہ قرآن وحدیث سے

بطریق مذکورہ ہماری سمجھ ناقص میں نہ مل سکے، تو جس مسئلہ پر تمام امت کا اجماع ہو گا وہ قابل عمل
ہے اور جو مسئلہ اس طرح بھی نہ مل سکے اس میں کسی مجتہد کا قیاس (بشرائط اصول فقہ جن کا ذکر آگے
آتا ہے) قابل عمل ہو گا۔[۱]

ذیل میں اختصار کے ساتھ ہر ہر دلیل کی تشریح کی جاتی ہے۔

(۱) قرآن

یہ وہ ضابطہ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی و اخروی کامیابی کے لئے
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ جن لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنی انفرادی و اجتماعی
زندگی کو اس کے مطابق گزارا انھیں متقین کا لقب دیا گیا۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ (البقرہ ۲)

یہ کتاب کہ جس میں کوئی شبہ نہیں۔ متقین کے لئے ہدایت ہے۔

مسلمان کی زندگی کے تمام معاملات میں قرآن کریم کو اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔ (شوریٰ، ۱۰)

اور جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔

(۲) حدیث شریف

حدیث سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و معمولات ہیں نیز حضرات
صحابہؓ کے وہ اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوئے ہوں اور آپ نے اس پر کسی قسم

---

[۱] ثناء اللہ امرتسری: اہل حدیث کا مذہب ص ۵۴

[illegible]

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (النجم ۳،۴)

اور وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں کرتے۔ ان کا تو تمام تر کلام وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

وحی قرآن اور وحی حدیث میں یہ فرق ہے کہ قرآن کریم کے مفاہیم و الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، جب کہ حدیث میں صرف مفہوم و معنی کی وحی ہوتی تھی جس کا اظہار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و معمولات سے ہوتا تھا۔ مختصر الفاظ میں قرآن کو وحی جلی اور حدیث کو وحی خفی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں بعض مسائل کا ذکر تفصیلاً ہے۔ بعض کا اجمالاً اور بعض مسائل وضاحت سے بیان ہوئے ہیں جب کہ بعض کا ذکر اشارات میں ہوا ہے تو حدیث میں قرآنی علوم و معارف کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل۔ ۴۴)

اور ہم نے آپ پر یہ نصیحت نامہ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو کھول کر ظاہر کر دیں جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حدیث شریف کے دلیل و حجت ہونے کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا۔ (الحشر، ۷)

اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لیا کریں اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جایا کریں۔

الغرض معلوم ہوا کہ قرآن و سنت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان قرآن کے ساتھ سنت کو بھی حجت و دلیل مانتا ہے کہ اسی عقیدہ میں اس کی ہدایت و نجات کا راز ہے اور قرآن و سنت میں سے کسی ایک کی صحت کا انکار گمراہی اور تباہی کا باعث ہے۔

ارشادِ نبوی ہے:-

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَھُمَا، کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ (حاکم)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن کو تھامے رکھنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری سنت۔

۳- اجماع

علماء و فقہاء امت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ واضح رہے اجماع کا مرتبہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول و قواعد قرآن و سنت میں ذکر ہوں، لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور ناسخ منسوخ کا تعین نہ ہو تو شواہد و قرائن کی روشنی میں علماء امت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں، جیسے تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چار تکبیروں پر حضرات صحابہؓ کا اجماع ہوگیا۔

(الف) اجماع کی حجیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (النساء، ۱۱۵)

اور جو کوئی بعد اس کے کہ اس پر ہدایت کی راہ کھل چکی ہے، رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے رستہ کے علاوہ کسی اور رستہ کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

(ب) ارشاد نبوی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرؓ...... اَنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعۃ پر ہوتا ہے جو جماعت سے نکل گیا، وہ جہنم میں ڈال دیا گیا۔

(ج) ابن قیم فرماتے ہیں :-

وَلَمْ یَزَلْ اَئِمَّۃُ الْاِسْلَامِ عَلٰی تَقْدِیْمِ الْکِتَابِ عَلَی السُّنَّۃِ، وَالسُّنَّۃِ عَلَی الْاِجْمَاعِ، وَجَعَلَ الْاِجْمَاعَ فِی الْمَرْتَبَۃِ الثَّالِثَۃِ۔ [۱]

ہمیشہ سے تمام ائمہ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے کہ قرآن کا درجہ سنت سے پہلے ہے اور سنت کا مقام اجماع پر مقدم ہے اور اجماع تیسرے نمبر پر ہے۔

(د) خود علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں :-

وَالْاِجْمَاعُ الْقَطْعِیُّ حُجَّۃٌ وَّمُنْکِرُہٗ کَافِرٌ۔ [۲]

کہ اجماع قطعی حجت اور دلیل ہے اور جو شخص اس کو حجت نہ مانتے وہ کافر ہے۔

④ قیاس (چوتھی بنیاد)

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کرنے کو قیاس کہتے ہیں۔ وہ یوں کہ ایک نیا مسئلہ یا اس کی کوئی نئی صورت وکیفیت پیدا ہو جائے جس کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ہے البتہ اس کے مشابہ ایک اور مسئلہ مذکور ہے۔ تو اس نئے مسئلہ کو اس سابقہ مسئلہ پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی حکم لگائیں گے جیسے کوئی نیا نشہ آور مشروب یا کھانا تیار کیا گیا ہو تو اس کا تذکرہ

---

[۱] ابن قیمؒ اعلام الموقعین۔ ج ۲ ص ۲۴۸ مطابع الاسلام مصر

[۲] وحید الزمان۔ نزول الابرار ج ۱ ص ۶

قرآن و سنت میں نہیں ملے گا البتہ شراب کی حرمت قرآن و سنت میں موجود ہے چونکہ

شراب نشہ آور ہے لہذا یہ مشروب بھی حرام ہے چونکہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ گویا نئی نشہ آور چیز کو سابقہ نشہ آور چیز پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی حکم لگا دیا گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نئے حکم کو ثابت کرنے کا نام قیاس نہیں بلکہ قرآن و سنت میں پہلے سے موجود حکم کو ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے۔ حضرات فقہاءؒ کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ قیاس مظہر حکم ہے مثبت حکم نہیں ہے:

۲۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قیاس کا براہِ راست تعلق قرآن و سنت سے ہے۔

۳۔ نیز معلوم ہوا کہ جو مسائل قرآن و سنت و اجماع سے ثابت ہیں ان میں قیاس نہیں چلتا

(الف) **دلیل قرآنی:** قرآن کریم میں قیاس کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ الآیۃ (النساء، ۵۹)

پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو۔

اس کی تفسیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد یہ ہے کہ نئے پیش آنے والے مسئلہ کو قرآن سے ثابت شدہ مسئلہ کی طرف لوٹانا، جب دونوں میں مناسبت و مشابہت ہو، لہذا ثابت ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے۔[۱]

(ب) **دلیل نبوی:** عہد نبوی میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے بوقت ضرورت قیاس کیا۔ اختصار کے پیش نظر ذیل میں ایک ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو خثعم کا ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ "میرا مسلمان باپ بوڑھا ہے۔ سفر کی طاقت نہیں رکھتا

---

[۱] رازیؒ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۰

اور حج اس پر فرض ہو چکا ہے کیا میں اس کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہوں؟ آپ نے پوچھا تم اولاد میں سب سے بڑے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا، اگر تمہارے والد پر کوئی قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کر دیتے تو کیا یہ قرض اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس کی طرف سے حج بھی ادا کر لو۔ (نسائی)

(اس مثال میں آپ نے حج بدل کی ادائیگی کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا باہمی مشابہت کی وجہ سے)

۲۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو پوچھا: اگر کوئی فیصلہ کرنا پڑا تو کیسے کرو گے" حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔

اگر کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر؟ سنت رسولؐ سے فیصلہ کروں گا۔

اگر سنت رسولؐ اللہ میں نہ ملا تو پھر؟ اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب اور اس جواب سے خوش ہو کر حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے رسول اللہ کے نمائندہ کو ایسی چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(ج) **دلیل اجماعی:** ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

اَلصَّحَابَۃُ اَوَّلُ مَنْ قَاسُوْا وَاجْتَہَدُوْا فَالصَّحَابَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ مَثَّلُوا الْوَقَائِعَ بِنَظَائِرِہَا وَشَبَّہُوْہَا بِاَمْثَالِہَا وَرَدُّوْا بَعْضَہَا اِلٰی بَعْضٍ فِیْ اَحْکَامِہَا وَفَتَحُوْا لِلْعُلَمَاءِ بَابَ الْاِجْتِہَادِ وَنَہَجُوْا لَہُمْ طَرِیْقَہٗ [1]۔

حضرات صحابہؓ نے سب سے پہلے قیاس اور اجتہاد کیا، ملتے جلتے واقعات کے حکم کو ایک

---

[1] ابن قیمؒ، اعلام الموقعین ج ا صـ ۲۱۷ مطابع الاسلام۔ مصر

دوسرے کی طرف لوٹا دیا اور علماء کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا اور اجتہاد کا طریق کار متعین کر دیا

گذشتہ سطور سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قرآن کریم سنت نبوی، اجماع امت اور قیاس فقہیہ، بالترتیب دلائل شرعیہ ہیں۔ ان سب کے باوجود بعض معتزلہ، بعض شیعہ، بعض ظاہریہ (اور اس دور میں ان کے افکار کے علمبردار) قیاس کو دلیل نہیں مانتے۔ ابن خلدونؒ نے اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام سے علیحدہ راہ اختیار کرنے والے جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی ہیں۔

(الف) **علم فقہ کا تعارف:** دلائل شرعیہ کے مختصر ذکر کے بعد:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ سطور میں علم فقہ کا مختصر تعارف کرا دیا جائے۔ نیز فقہ حنفیؒ کا انداز ترتیب و تدوین، فقہ حنفی کے علمی ماخذ اور امام ابوحنیفہ کا بلند پایۂ علمی مقام واضح کیا جائے۔ اس سے بہت سی غلط فہمیوں کو ختم کرنے میں مدد ملے گی چونکہ بعض سطحی علم اور ظاہری انداز فکر رکھنے والے لوگ مختلف غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

گذشتہ صفحات سے معلوم ہو گیا کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک شرعی دلائل قرآن وسنت، اجماع وقیاس ہیں۔ مسلمان کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل واحکام کو انہی دلائل کی روشنی میں مرتب ومدون کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان دلائل کا ذکر بھی موجود ہے اس مرتب ومدون مجموعہ کا نام علم فقہ ہے۔ فقہ کی تعریف سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

اَلْفِقْهُ عِلْمٌ بِالْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِنْ اَدِلَّتِهَا التَّفْصِيْلِيَّةِ.

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت)

کہ دلائل تفصیلیہ (قرآن، سنت، اجماع، قیاس) سے مسائل شرعیہ کو جاننا فقہ ہے۔

(اس تفصیل کے بعد یہ غلط فہمی رفع ہو گئی کہ فقہ کوئی الگ اور زائد چیز ہے)

شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم جناب وحید الزمانؒ نے علم فقہ کو تمام علوم سے

اعلیٰ وافضل قرار دیا ہے۔ وہ اپنی فقہ کی مشہور کتاب نزول الابرار کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وَبَعْدُ فَإِنَّ اَعْلَى الْعُلُوْمِ قَدْرًا وَّاَجَلَّا عِزًّا وَّفَخْرًا عِلْمُ الْفِقْهِ الْمُسْتَنْبَطِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُ عَنْ مَّكَايِدِ الشَّيْطٰنِ جُنَّةٌ" [۱]

کہ علم فقہ تمام علوم میں اعلیٰ وارفع اور عظیم المرتبت علم ہے جو قرآن وسنت سے مستنبط وماخوذ ہے اسلئے کہ یہ علم شیطانی تدبیروں کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دیتا ہے۔

(ب) فقہ حنفی کا انداز ترتیب وتدوین:

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء حنفیہؒ نے فقہ کی تدوین میں جس سنہری ترتیب کو بطور اصول پیش نظر رکھا ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ

"سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن کریم میں نہ ملے اس کو سنت سے اور اُن آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہیں۔ اگر کتاب وسنت میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو حضرات صحابہؓ کے اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا، حضرات صحابہؓ کے بعد جب تابعین کی باری آتی ہے۔ تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں اجتہاد کروں۔

کتب ابوجعفر الی ابی حنیفہؒ: وَيَقُوْلُ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُقَدِّمُ الْقِيَاسَ عَلَى الْحَدِيْثِ فَرَدَّ عَلَيْهِ قَائِلًا لَيْسَ الْاَمْرُ كَمَا بَلَغَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا اَعْمَلُ اَوَّلًا بِكِتَابِ اللّٰهِ، ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُوْلِهِ ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ ثُمَّ بِاَقْضِيَةِ بَقِيَّةِ الصَّحَابَةِ۔ ثُمَّ اَقِيْسُ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا اخْتَلَفُوْا۔ [۲]

---

[۱] وحید الزمان: نزول الابرار ج ۱ ص ۲

[۲] الشعرانی۔ المیزان ج ۱ ص ۶۲ المطبعۃ الازہریۃ

عباسی خلیفہ ابوجعفر نے امام ابوحنیفہؒ کو لکھا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں:" امام نے جواب میں لکھا "اے امیرالمومنین آپ کو جو افواہ پہنچی ہے وہ حقیقت نہیں۔ میں اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہوں پھر خلفاء اربعہؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو بقیہ صحابہؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس کے بعد والے مرحلہ میں اگر اختلاف ہو تو پھر میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔

اس قسم کے ایک اور پروپیگنڈہ کو رد کرتے ہوئے امامؒ فرماتے ہیں۔

كَذَبَ وَاللهِ، وَافْتَرٰى عَلَيْنَا مَنْ يَّقُوْلُ عَنَّا اِنَّا نُقَدِّمُ الْقِيَاسَ عَلَى النَّصِّ وَهَلْ يَحْتَاجُ بَعْدَ النَّصِّ اِلَى قِيَاسٍ"؟ [1]

اللہ کی قسم وہ جھوٹ کہتا ہے اور ہم پر بہتان باندھتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور نص کے بعد پھر قیاس کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔؟

اس طرح امام ابوحنیفہؒ اوروں کو بھی اسی انداز کی دعوت دیتے ہیں اور کتاب و سنت کی موجودگی میں رائے زنی سے روکتے ہیں۔

وَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ بِرَأْيِهٖ مَعَ كِتَابِ اللهِ وَلَا مَعَ سُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَلَا مَعَ مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ وَاَمَّا مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَنَتَخَيَّرُ مِنْ اَقَاوِيْلِهِمْ اَقْرَبَهٗ اِلَى كِتَابِ اللهِ اَوْ اِلَى السُّنَّةِ وَنَجْتَهِدُ وَمَا جَاوَزَ ذٰلِكَ فَالْاِجْتِهَادُ بِالرَّأْيِ لِمَنْ عَرَفَ الْاِخْتِلَافَ وَقَاسَ [2]

کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع صحابہؓ کی موجودگی میں اپنی

---

[1] الشعرانی المیزان ج ۱ ص ۶۱ المطبعۃ الازہریۃ

[2] ابن حجر الخیرات الحسان دار الکتب العربیۃ

رائے سے کوئی بات کہے، البتہ جب حضرات صحابہؓ سے مختلف اقوال منقول ہوں تو ہم وہ قول منتخب کرنے کی کوشش کریں گے جو قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہو اور ان کے علاوہ (تابعین کے) اختلاف کی صورت میں اجتہاد کیا جائے گا. جو اجتہاد کا اہل ہو۔

اس تفصیل سے فقہ حنفی کا انداز اور طریق کار بالکل واضح ہو گیا اور ان افواہوں کی حقیقت بھی سامنے آگئی جو امت مسلمہ میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لئے پھیلائی گئیں ہیں۔

فقہ حنفی کے علمی ماخذ

کوفہ میں پندرہ سو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے. اس طرح کوفہ مرکز علوم کتاب وسنت بن گیا. ابن سعد نے طبقات میں جن مشہور حضرات صحابہؓ کے نام ذکر کئے ہیں. ان حضرات میں؛ علی رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعد بن زید رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، برار بن عاذب رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان سب حضرات کے علوم کوفہ اور گردو نواح میں پھیلے جب کہ اہل کوفہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی رنگ خوب چڑھا. کوفہ کے سات بڑے علماء و فقہاء آپ ہی کے شاگرد ہیں جن میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی المتوفی ۶۲ھ سب سے نمایاں ہیں. حضرت علقمہ کے بعد یہ علمی قیادت حضرت ابراہیم نخعیؒ کے سپرد ہوئی جنہیں علماء و فقہاء کوفہ کی زبان کا لقب دیا گیا حضرت ابراہیمؒ کے بعد حضرت حماد اس منصب پر فائز ہوئے تا آنکہ ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی اسلوب کو عروج پر پہنچا دیا۔

کوفہ کے اہم علمی مرکز ہونے کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ امام حاکم نے اپنی کتاب "معرفۃ الحدیث" میں مشہور علماء تابعین و تبع تابعین کا ذکر کیا ہے. جو اس

قابل ہیں کہ مشرق و مغرب سے آکر ان سے علوم حدیث پڑھا جائے۔ اس میں مدینہ منورہ کے ۸۹، مکہ مکرمہ کے ۲۱ اور کوفہ کے ۲۰۱ علماء کا ذکر کیا ہے۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ کا علمی مقام

(الف) گذشتہ سطور سے کوفہ کی علمی مرکزیت واضح ہوئی۔ نیز کہ اس میں کس قدر جلیل القدر علماء موجود تھے۔ امام بخاریؒ کے استاذ یحییٰ بن آدمؒ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شہر کے علوم حدیث کا پورا ذخیرہ جمع کرلیا تھا اور اس میں آپ کی مخصوص توجہ ان احادیث کی طرف ہوتی تھی جن کا تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی سے ہوتا۔[۲]

(ب) خود امام ابویوسفؒ اپنا ذاتی تجربہ نقل کرتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہؒ کسی مسئلہ کا حکم بتا دیتے تو میں کوفہ کے دیگر علماء کے پاس جاتا کہ اس حکم میں ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ اگر دو تین حدیثیں مزید مل جاتیں اور حضرت امام کی خدمت میں عرض کرتا تو آپ فرماتے کہ فلاں حدیث صحیح نہیں، فلاں حدیث غیر معروف ہے اور اس لئے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا تھا، ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ کو ان تفصیلات کا کیسے علم ہے، حالانکہ یہ تو آپ کے فتویٰ کی تائید میں ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ اصل میں کوفہ کے علم کا مجموعہ میرے پاس ہے۔[۳]

(ج) امام ابوحنیفہؒ نے صرف اہل کوفہ کے علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا، خصوصاً سفر ہائے حج کے دوران، واضح رہے کہ آپ نے زندگی میں ۵۵ دفعہ حج کیا۔[۴]

---

[۱] محمد عوامہ اثر الحدیث الشریف ص ۸۷ مطبعۃ محمد ہاشم

[۲] 〃 〃 ص ۸۶ ص ۹۸ 〃

[۳] اثر الحدیث الشریف ص ۸۸ مطبعۃ محمد ہاشم

[۴] محمد عوامہ: اثر الحدیث الشریف ص ۸۵ ص ۸۹ مطبعۃ محمد ہاشم۔

(د) یہی وجہ ہے کہ علامہ صالحی نے عقود الجمان میں اور ابن حجر نے "الخیرات الحسان" میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی [۱]

علم حدیث میں امامؒ کے اس بلند پایہ مقام کے ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کی حقیقت بھی بیان کر دی جائے کہ "امام ابو حنیفہ کو سترہ احادیث یاد تھیں"۔

۱۔ جو شخص دیانت دارانہ طور پر امام کی حیات اور ان کی تعلیمات کو پڑھے وہ اس شبہ کی کثافت کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

۲۔ امام کے شاگردوں نے پندرہ مسانید مرتب کئے ہیں جن میں خاص طور پر امام صاحب کی مرویات جمع کی گئی ہیں۔ گو کہ اس مناسبت سے بعض دیگر حضرات کی مرویات بھی شامل کر لی گئی ہیں۔ پھر خوارزمیؒ نے ۶۶۵ھ ان تمام مسانید کو یکجا کر کے اس مجموعہ کا نام "جامع المسانید" رکھا اور وہ طبع شدہ ہے۔

۳۔ امامؒ کے اساتذہ کی تعداد... ۴ چار ہزار ہے اگر ہر ہر استاد سے ایک ایک حدیث بھی حاصل کی ہو تو آپ کی مرویات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ (الزامی جواب)

امام کے مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ علماء امت ایک ایسے شخص کو مجتہد مان لیں جس کا علمی سرمایہ ۱۷ حدیثیں ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کی علمی و فقہی مجلس مشاورت

اس عظیم مجلس مشاورت کی تفصیلات ڈاکٹر سباعیؒ نے السنۃ میں ابو زہرہؒ نے کتاب "ابو حنیفہ" میں اور ڈاکٹر مصطفے نے "الائمۃ الاربعۃ" میں بیان کی ہیں، مختصراً یہ کہ امام ابو حنیفہؒ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی، جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے

---

[۱] سباعی، السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۴۱۳ المکتب الاسلامی

ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا۔ حتی کہ بھی ایک مسئلہ پر تین تین دن بحث و تمحیص ہوتی رہتی، پھر اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا اور اس سے مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی اس مجلس میں اس دور کے بڑے بڑے مفسرین محدثین وفقہار شامل تھے۔[1]

آخر میں اس جملہ پر ہم اس موضوع کو مکمل کرتے ہیں کہ جس فقہ حنفی کی بنیاد قرآن وسنت اجماع وقیاس ہوں جس کی تدوین میں ایسے جلیل القدر علمار شامل ہوں، ہر ہر مسئلہ میں اس قدر غور وخوض واحتیاط سے کام لیا گیا ہو اور خیر القرون میں جس کی تدوین مکمل ہوئی ہو جسے اللہ رب العزت نے مشرق ومغرب عرب وعجم میں شرف قبولیت سے نوازا ہو، وہ اپنی افادیت اور بقار میں کسی تصدیق وتحسین کسی حمد وثنار کی محتاج نہیں اور نہ ہی کسی کی تائید یا تردید سے اس کے جمال میں کچھ فرق آئے گا۔

اجتہاد وتقلید

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی اختصار کے ساتھ اس اہم مسئلہ کی توضیح کر دی جائے سب سے پہلے اجتہاد کی تعریف، اجتہاد کی شرائط، تقلید کی تعریف، عوام کا مسئلہ؟ قرآن وسنت اجماع امت، دلائل عقلیہ اور اسلاف امت کے ارشادات کی روشنی میں اس مسئلہ کا معتدل حل اور بصورت دیگر راہ اعتدال چھوڑنے کے مفاسد کا ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اجتہاد کی تعریف

لغت میں اجتہاد کا مادہ "ج، ہ، د" ہے ج کے پیش اور زبر کے ساتھ طاقت، کوشش

---

[1] ابو زہرہ "ابو حنیفہ" ص ۲۱۳ دار الفکر العربی

السباعی "السنۃ ومکانتہا" ص ۴۲۷ المکتب الاسلامی

الشبیکۃ "الائمۃ الاربعۃ" ص ۶۵ دار الکتاب المصری

اور محنت سے حاصل ہوتا ہے

علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں۔

اَلْاِجْتِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ فِيْ طَلَبِ الْاَمْرِ وَالْمُرَادُ بِهٖ رَدُّ الْقَضِيَّةِ مِنْ طَرِيْقِ الْقِيَاسِ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ؎۱

اجتہاد کہتے ہیں کہ کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ کو قیاس کے واسطہ سے کتاب وسنت کی طرف لوٹانا۔

امام غزالیؒ اصطلاحی تعریف کرتے ہیں کہ

اَلْاِجْتِهَادُ بَذْلُ الْمُجْتَهِدِ وُسْعَهٗ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ ؎۲۔

احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے مجتہد کا اپنی توانائیوں کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

اجتہاد کی شرائط

اس موضوع پر بہت سے علماء واسلاف امت نے تفصیلاً بحث کی ہے۔ علامہ آمدیؒ نے احکام میں امام غزالیؒ نے المستصفیٰ میں، ابن خلدونؒ نے مقدمہ میں شرائط اجتہاد کا ذکر کیا ہے۔

یہ ایک انتہائی اہم پہلو ہے، جسے بعض لوگ نظر انداز کیے ہوئے ہیں، حالانکہ جس عالم وفقیہ میں اجتہاد کی تمام شرائط موجود ہوں وہی اس کا اہل ہے، جیسے کہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط باوضو ہونا ہے اگر کوئی شخص بلاوضو نماز پڑھ لے تو ایسی نماز صحیح اور مقبول تو کجا؟ الٹا اس کی تباہی کا باعث ہوگی۔ یونہی معاملہ ہے اس شخص کا جو اجتہاد کے سمندر میں

؎۱ الزبیدی تاج العروس ج ۲ ص ۳۳۰

؎۲ المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۷۸ مکتبۃ الجندی مصر

نیز زمانہ جانتا ہو اور دیں میں کود جائے۔

ذیل میں علامہ شوکانی کی بیان کردہ شرائط اجتہاد کو مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

شرط اول: مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ علوم عربیہ صرف، نحو، بلاغت وغیرہ پر عبور رکھتا ہو، عربی زبان کے نشیب و فراز، اسلوب بیان سے واقف ہو، چونکہ قرآن و سنت جو کہ اجتہاد کی بنیاد ہیں عربی زبان میں ہیں (ملخص)[۱]

شرط دوم: علوم قرآن میں مہارت رکھتا ہو، خصوصاً تفسیر منقول، اسباب نزول، علم ناسخ و منسوخ سے بخوبی واقف ہو۔[۲]

شرط سوم: علوم حدیث پر دسترس ہو، علوم حدیث کی اصطلاحات، علم اسماء الرجال سے واقف ہو اور اپنے زمانہ کے وسائل کے مطابق اسے ان تمام احادیث کا علم ہو جو متعلقہ مسائل میں وارد ہوئی ہیں۔[۳]

شرط چہارم: جن مسائل پر علماء امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان سے واقف ہو۔[۴] اور یہ سب اس لئے کہ اگر اس کو یہی معلوم نہ ہو کہ کونسا حکم قرآن و سنت میں منصوص ہے کونسا نہیں؟ نیز کس کس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے تو خطرہ ہے۔ وہ منصوص اور متفقہ مسائل میں بھی اجتہاد کرنے لگے۔ حالانکہ اجتہاد کا تعلق صرف ایسے مسائل کے ساتھ ہے جو قرآن و سنت و اجماع میں وضاحت و صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہوں، علاوہ ازیں اگر وہ قرآن و سنت کا صحیح فہم نہیں رکھتا تو یقیناً اجتہاد میں غلطی کرے گا۔ کہیں ضعیف احادیث کو بنیاد بنائے گا

---

[۱] شوکانیؒ ارشاد الفحول ص ۲۵۱ (المقصد السادس فی الاجتہاد)

[۲] " " " ص ۲۵۰ " " "

[۳] " " " ص ۲۵۱ " " "

[۴] " " " " " "

توکہیں منسوخ احکام پر فتوی دے گا۔

شرط پنجم: اجتہاد و استنباط کے اصول و قواعد جانتا ہو یعنی علم اصول فقہ کا ماہر ہو۔[1]

امام غزالی اور ابن خلدونؒ نے مجتہد کے لئے اس علم کی خصوصی اہمیت کا تذکرہ کیا ہے چونکہ اجتہاد و استنباط کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔

شرط ششم: اجتہاد چونکہ علمی فقہی اور عقلی کاوش کا نام ہے لہذا ضروری ہے کہ مجتہد اعلی درجہ کا ذہین اور عقلی و فکری صلاحیتوں کا مالک ہو۔ نیز متقی و پرہیز گار ہو کہ اس کے اجتہاد میں خواہش پرستی کا عمل دخل نہ ہو۔

تقلید کی تعریف

تقلید کی مختلف تعریفات کی جاتی ہیں کچھ تعریفات میں لغوی معنی کا غلبہ ہوتا ہے اور کچھ تعریفات میں مصنّف کے ذاتی افکار کا دخل ہوتا ہے۔ حضرات مقلدین جس عقیدہ کے ساتھ مجتہد کی تقلید کرتے ہیں اس کی صحیح ترجمانی سید محمد موسیٰ کی تعریف سے ہوتی ہے۔

اَلتَّقْلِيْدُ اَنْ يَّعْتَمِدَ الْاِنْسَانُ فِيْ فَهْمِ الْحُكْمِ مِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى غَيْرِهٖ لَا عَلٰى نَفْسِهٖ[2]۔

دوسرے شخص نے جو مسئلہ دلیل کے ساتھ سمجھا ہے اس پر اعتماد کر کے اسے مان لینا اور خود یہ (اجتہادی) کاوش نہ کرنا۔

اس تعریف میں تقلید کا صحیح تصور پیش کیا گیا ہے کہ نمبر ا تقلید یقیناً کسی مجتہد کی ہوگی۔ نمبر ۲۔ اور صحیح مجتہد وہی ہے جو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد کرے۔ نمبر ۳۔ مقلد میں چونکہ اجتہاد کی شرائط نہیں لہذا وہ مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کر لیتا ہے۔

---

[1] شوکانیؒ ارشاد الفحول ص ۲۵۲

[2] محمد موسیٰ الاجتہاد ص ۵۶۷

(۱) **عوام کو تقلید کا حکم**: جو شخص عالم نہیں اسے چاہئے کہ عالم سے پوچھ لیا کرے، جو شخص مجتہد نہیں یقیناً اسے مجتہد سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیئے۔ ارشاد ربانی ہے۔

دلیل نمبر ۱۔ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل ۴۳)

اگر تم خود نہیں جانتے تو ان لوگوں سے پوچھ لیا کرو جو جانتے ہیں۔

علامہ آمدیؒ الاحکام میں فرماتے ہیں: یہ خطاب ہر ہر مکلف کو ہے۔ لہذا جو چیز بھی کسی کو معلوم نہ ہو وہ دوسرے سے سوال کرے۔ [۱]

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ" علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد عوام ہیں۔ [۲]

دلیل نمبر ۲: ارشاد نبوی ہے: عَنْ جَابِرٍ وَفِيْهِ ...... اِلَّا سَأَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالِ۔ (ابو داؤد)

دلیل نمبر ۳: ج: اجماع امت

اس بات پر علماء امت کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ عوام اور ہر غیر مجتہد تقلید کرے۔

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ" اَلْعَامِيُّ وَمَنْ لَّيْسَ لَهٗ اَهْلِيَّةُ الْاِجْتِهَادِ وَاِنْ كَانَ مُحَصِّلًا بِبَعْضِ الْعُلُوْمِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي الْاِجْتِهَادِ، يَلْزَمُهٗ اِتِّبَاعُ قَوْلِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْاَخْذُ بِفَتْوَاهُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ الْاُصُوْلِيِّيْنَ، وَمَنَعَ ذٰلِكَ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ الْبَغْدَادِيِّيْنَ، وَالْمُخْتَارُ اِنَّمَا هُوَ الْمَذْهَبُ الْاَوَّلُ يَدُلُّ عَلَيْهِ النَّصُّ وَالْاِجْمَاعُ وَالْمَعْقُوْلُ، ..... اَمَّا الْاِجْمَاعُ

---

[۱] آمدی الاحکام ج ۳ ص ۱۹۸ دار الفکر

[۲] ابن عبد البر جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۴۰

فهو انه لم تزل العامة في زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين ويتبعونهم في الاحكام الشرعية والعلماء منهم يبادرون الى اجابة سؤالهم من غير اشارة الى ذكر الدليل، ولا ينهونهم عن ذلك من غير نكير فكان اجماعا على جواز اتباع العامي للمجتهد مطلقا۔ [1]

کہ عام آدمی اور ہر وہ شخص جس میں اجتہاد کی اہلیت نہیں گو کہ وہ اجتہاد سے متعلقہ بعض علوم کو جانتا بھی ہو اس کو مجتہدین کی اتباع اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے محقق علماء اصول کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ بغداد کے بعض معتزلہ ایسی تقلید سے روکتے ہیں۔ ان میں پہلا نظریہ صحیح ہے جو قرآن وسنت اجماع امت اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے ...

اجماع امت یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں عوام مجتہدین سے مسائل پوچھتے اور احکام شرعیۃ میں ان کی پیروی کرتے اور علماء بلا تردد ان کے سوالات کا جواب دیتے اور عوام کو مسئلہ بتاتے وقت وہ دلیل کا ذکر ضروری نہ سمجھتے اور عوام کو اس انداز پر پوچھتے اور عمل کرنے سے نہ روکتے تھے، تو یہ اجماع ہے کہ بغیر کسی قید کے عوام مجتہد کی اتباع کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا ارشاد

والذي عليه جماهير الامة ان الاجتهاد جائز في الجملة والتقليد جائز في الجملة لا يوجبون الاجتهاد على كل احد ويحرمون الاجتهاد وان الاجتهاد جائز للقادر على الاجتهاد والتقليد جائز للعاجز عن الاجتهاد، فاما القادر على الاجتهاد فهل يجوز له التقليد هذا فيه خلاف والصحيح انه يجوز حيث عجز عن الاجتهاد اما لتكافؤ

---

[1] ابن تیمیہ فتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۳ مکتبۃ المعارف المغرب۔

الْاَدِلَّۃِ وَاِمَّا لِضِیْقِ الْوَقْتِ عَنِ الْاِجْتِہَادِ اَوْ لِعَدَمِ ظُہُوْرِ دَلِیْلٍ لَّہٗ، فَاِنَّہٗ مِنْ حَیْثُ عَجَزَ سَقَطَ عَنْہُ وُجُوْبُ مَا عَجَزَ عَنْہُ وَانْتَقَلَ اِلٰی بَدَلِہٖ وَھُوَ التَّقْلِیْدُ کَمَا لَوْ عَجَزَ عَنِ الطَّہَارَۃِ بِالْمَآءِ [1]

جمہور علماء امت کا یہی مسلک ہے کہ اجتہاد اور تقلید اپنی اپنی جگہ جائز ہے ہر شخص پر اجتہاد واجب اور تقلید حرام نہیں، اور ہر شخص پر تقلید واجب اور اجتہاد حرام نہیں، بلکہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے اس کے لئے اجتہاد جائز ہے۔ اور جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں اس کے لئے تقلید جائز ہے۔ اب یہ کہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے وہ تقلید کر سکتا ہے یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ اس کے لئے بھی تقلید جائز ہے چونکہ عملاً اس نے اجتہاد نہیں کیا یا تو اس لئے کہ متعلقہ مسئلہ میں وارد شدہ دلائل برابر ہیں یا قلت وقت کی وجہ سے وہ اجتہاد نہ کر سکا یا اس کو ایک مسئلہ میں خاص دلیل نہیں ملی بہرحال جب وہ عملاً اجتہاد سے عاجز ہو تو جو چیز اس پر واجب تھی (اجتہاد) وہ ساقط ہو گئی اور اب وہ اس کے متبادل پر عمل کرے گا اور وہ تقلید ہے جیسے کہ کوئی شخص پانی کے ساتھ وضو کرنے سے عاجز ہو جائے تو تیمم کرے۔

شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحبؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ تقلید دو طرح کی ہے ایک واجب ہے اور دوسری حرام ہے۔

تقلید واجب یہ ہے کہ جو شخص کتاب وسنت کے علوم سے واقف نہیں، وہ نہ تو خود مسائل کا حکم تلاش کر سکتا ہے اور نہ ہی استنباط کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ اس مسئلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیمات ہیں؟ اور پھر اس پر عمل کرے چاہے یہ مسئلہ کسی نص میں صراحۃً مذکور ہو، یا استنباط شدہ ہو، یا کسی منصوص

---

[1] ابن تیمیہ فتاوی ج ۲۰ ص ۲۰۳ مکتبۃ المعارف المغرب

حکم پر قیاس کیا گیا ہو۔ اس طرح درحقیقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہی عمل پیرا ہے اور اس کیفیت کے صحیح ہونے پر ہر ہر صدی کے علماء کا اتفاق ہے اور اس تقلید صحیح کی علامت یہ ہے کہ مجتہد کے قول پر عمل کرنا مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ سنت کے مطابق ہو اسلئے اگر کہیں یہ مسئلہ سنت کے خلاف نکل جائے تو سنت پر عمل کیا جائے گا اور حضرات ائمہ نے اس کا حکم دیا ہے۔

اور تقلید حرام یہ ہے کہ مجتہد کو یہ سمجھنا کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہے کہ غلطی کر ہی نہیں سکتا حتی کہ اگر کوئی حدیث صحیح اس کے مخالف ہو تو پھر بھی مجتہد کی بات کو نہ چھوڑے [۱]

علامہ وحید الزمانؒ کا ارشاد:

علامہ موصوف بھی عوام کے لئے نفس تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں ہاں اگر کسی مسئلہ میں نصوص کی مخالفت لازم آتی ہو تو ایسے موقعہ پر عمل نہ کرے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وَلَابُدَّ لِلْعَامِی مِنْ تَقْلِیْدِ مُجْتَهِدٍ اَوْ مُفْتِیٍ [۲]

کہ عام آدمی (غیر مجتہد) کے لئے کسی مجتہد یا بڑے عالم کی تقلید ضروری ہے۔

خلاصہ کلام

گذشتہ سطور میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد و تقلید کی حقیقت واضح ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ اجتہاد کرنا دلائل شریعت سے ثابت ہے۔

۲۔ جس شخص میں اجتہاد کی شرائط موجود ہوں وہی اجتہاد کا اہل ہے۔

۳۔ جو شخص قرآن و سنت سے ناواقف ہیں وہ لازماً مجتہدین پر اعتماد کر کے انکی تقلید

---

[۱] شاہ ولی اللہؒ العقد الجید ص ۴۲ المطبعۃ السلفیۃ قاہرہ

[۲] وحید الزمان۔ نزول الأبرار ج ۱ ص ۷

کرے۔

۴۔ جس نے اجتہاد سے متعلقہ کچھ علوم حاصل کئے ہوں مگر مجتہد کی تمام شرائط اس میں نہ ہوں۔ وہ بھی لازماً مجتہدین کی تقلید کرے۔

۵۔ اگر کوئی شخص درجہ اجتہاد کو پہنچ بھی چکا ہو مگر اجتہاد نہ کر سکے تو اس کے لئے بھی تقلید جائز ہے۔

۶۔ عام علماء اور عوام کو مجتہدین کی تقلید سے روکنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

۷۔ مجتہد پر اعتماد کر کے اس کی تقلید اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ بتاتا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں بتاتا ہے۔

ترک تقلید اور اس کے علمبردار:

گذشتہ صفحات میں دلائل کی روشنی سے واضح کر دیا گیا کہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے اور جو اجتہاد کا اہل نہیں ہے اس کے لئے تقلید واجب ہے لیکن اس سب کے باوجود ایک طبقہ اس بات پر مُصر ہے کہ جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں ہے وہ بھی اجتہاد کرے اور تقلید حرام ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نظریہ کی حقیقت اور اسکے مقاصد بیان کرنے سے پہلے اس کی تاریخ بیان کر دی جائے

۱۔ جمہور علماء امت کے مقابلہ میں معتزلہ اس نظریہ کے علمبردار تھے۔ [۱]

۲۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی کہنا تھا ہر عام و خاص اجتہاد کرے اور تقلید مطلقاً حرام ہے۔ [۲]

۳۔ پھر اس نظریہ کے علمبردار شوکانی اور صنعانی ہیں۔ [۳]

---

[۱] آمدی الاحکام ج ۲ ص ۲۵۰ دار الفکر

[۲] ابن حزم " ج ۶ ص ۱۶۶ مطبعۃ السعادۃ مصر

[۳] شوکانی "القول المفید" اور دیگر تالیفات۔

۴۔ ظاہریہ، اور معتزلہ کے اس نظریے کے علمبردار ہند و پاک میں غیر مقلدین کے نام سے معروف ہیں۔

عدم تقلید اور اس کی حقیقت

شرائط اجتہاد کے بغیر کسی کا اجتہاد کرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز کی شرائط پوری کئے بغیر بلا وضو نماز پڑھنا اور اجتہاد کی اہلیت کے بغیر اجتہاد کرنے کی مثال ایسے ہے جیسے کسی جاہل کو وزیر تعلیم اور کسی ان پڑھ کو سپریم کورٹ کا جج بنا دینا۔ ایسا ہونا عملاً ناممکن ہے۔ اس لئے دیکھتے ہیں کہ دعوائے عدم تقلید کے باوجود ہر شخص مقلد ہے اور اپنے طبقہ کے عام علماء و ائمہ مساجد کے اقوال کی تقلید کرتا ہے۔

اب اہل السنت و الجماعت اور اس طبقہ کی تقلید میں فرق صرف یہ ہے کہ اہل سنت امام ابوحنیفہؒ اور اس پایہ کے علماء فقہاء و مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں، جن کے امام و مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے جن کا تعلق خیر القرون سے ہے اور یہ لوگ ایسے علماء کی تقلید کرتے ہیں جن میں شرائط اجتہاد ہی پوری نہیں جس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ عام عالم اور امام مسجد جو اجتہاد کا اہل نہیں وہ اجتہاد کرتا ہے اور عوام بھی ایسے شخص کی تقلید کرتے ہیں نہ تو یہ اجتہاد صحیح ہے اور نہ ہی تقلید صحیح ہے ایسے اجتہاد و تقلید کی بابت سید موسیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا اِعْتِمَادُ الشَّخْصِ عَلٰی نَفْسِہٖ وَفَھْمِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنَ اَھْلًا لِلْاِجْتِھَادِ کَمَا ھُوَ دَاْبُ بَعْضِ النَّاسِ الْیَوْمَ، فَاَخْذٌ بِالتَّشَھِّیْ وَاِعْتِمَادٌ عَلَی الْھَوٰی وَلَیْسَ بِتَقْلِیْدٍ وَّلَا اِجْتِھَادٍ[1]

جو شخص اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور اپنی ذات اور اپنی سمجھ پر اعتماد کر بیٹھے جیسے کہ آج کل بعض لوگ کرتے ہیں نہ تو یہ تقلید صحیح ہے نہ اجتہاد بلکہ یہ اپنی شہوت کی اتباع اور خواہش پرستی ہے۔

---

[1] سید محمد موسیٰ الاجتہاد ص ۵۶۸ ص ۵۷۱

عدم تقلید کے مفاسد

تاریخ کے ہر طالب علم پر یہ حقیقت واضح ہے کہ جس طبقہ نے بھی "قرآن و سنت اجماع و قیاس" کی بابت اہل السنت والجماعت کے منہج کو اختیار کرنے کے بجائے اپنی ذاتی سوچ ذاتی عقل و فہم کو اپنا منہج بنایا۔ ان سے مختلف فتنے نمودار ہوئے۔ اگر معتزلہ نے اپنی عقل پر زیادہ بھروسہ کیا تو کیسے کیسے فتنے نمودار ہوئے۔ اسی طرح اسی منہج کو جب ہندوپاک میں اپنایا گیا تو حسب سابق اس تجربے کے بھی وہی نتائج برآمد ہوئے جسے اس طبقہ فکر کے بانی مخلص زعماء نے محسوس کیا اور بر وقت اس کی نشاندہی کر دی ذیل میں چند حضرات کے تجربات وارشادات کو نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کا پچیس سالہ تجربہ (مشہور غیر مقلد عالم)

پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق، اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر، ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دیندار کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جا رہے ہیں۔[۱]

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا بے باک تجزیہ

ایک دفعہ امام غزالیؒ زائد بن احمد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو یہ حدیث سنی۔

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ" اور فرمایا کہ فی الحال یہی کافی ہے

---

[۱] محمد حسین بٹالوی، رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۱ ۱۸۸۸ء

[illegible] ان کا [illegible] حال [illegible] عقل [illegible]
عقل مند لوگوں کا حال تھا۔ جب کہ آج کل جاہلوں کا ایک گروہ ہے جس کی حدیث دانی کا بیشتر حصہ اس سے عبارت ہے کہ حضرات محدثین و مجتہدین کے اختلافی مسائل میں سے عبادات پر زیادہ زور دیتے ہیں، لیکن روزمرہ زندگی کے معاملات کو یکسر نظر انداز کئے ہوئے ہیں ان کی اتباع کا دارومدار ان اختلافی مسائل کو ہوا دینے پر ہے۔ اسی لئے یہ لوگ اہل حدیث کے اصل رستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں انھیں معاملات سے متعلق احادیث کا کچھ فہم نہیں ہے ان کی علمی استعداد کا یہ عالم ہے کہ قواعد حدیث کے مطابق وہ حدیث سے ایک مسئلہ کا استنباط بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ان کو حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور توفیق کیونکر ہو وہ شیطن کے مکر و فریب کے سبب حدیث پر عمل کرنے اور اس کی اتباع کی بجائے زبانی دعوؤں پر اکتفا کرتے ہیں (کہ ہم اہل حدیث ہیں) ان کے خیال میں دین کا خلاصہ یہی ہے گویا وہ مسلمانوں میں سے پیچھے رہ جانے والے طبقہ کے ساتھ رہ جانا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو بارہا آزمایا ہے ان کے ہر چھوٹے بڑے کا یہی وطیرہ ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ مخلص مسلمانوں کے رستہ پر چلتا ہو یا نیک لوگوں کی پیروی کا خواہاں ہو بلکہ ان کو دیکھا ہے کہ کمینی دنیا کو جمع کرنے میں مگن ہیں۔ مال و جاہ کے لالچی ہیں۔ اس سلسلہ میں انھیں حلال و حرام کی بھی کوئی تمیز نہیں ہے۔ ان کا دل اسلام کی چاشنی سے محروم ہے، مسلمانوں کے مسائل و معاملات میں پتھر دل واقع ہوئے ہیں جیسے کوئی کم عقل سرکش ہوتا ہے۔

اَمَّلْتُهُمْ ثُمَّ تَأَمَّلْتُهُمْ فَلَاحَ لِيْ اَنْ لَيْسَ فِيْهِمْ فَلَاحُ۔

میں نے ان سے بہت امیدیں وابستہ کی تھیں۔ پھر غور و خوض کے بعد واضح ہو گیا کہ ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اور جس قوم کے قول و عمل میں تضاد ہو وہ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ یہ مخلوق کی بہترین ہستی کی باتیں کرتے ہیں لیکن یہ خود مخلوق کے بدترین لوگ ہیں۔ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے

تو ٹھیک جواب دیتے ہیں، لیکن جب خود انھیں وہ کام کرنے پر قدرت ہو جاتی ہے تو پھر کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر دل کھول کر وہ کام کرتے ہیں۔

عَجِبتُ مِن شَیخِی وَمِن زُھدِہٖ۔
وَمِن ذِکرِہِ النَّارُ وَاَھوَالُھَا

یَکرَہُ اَن یَّشرَبَ فِی فِضَّۃٍ
وَّیَسرِقُ الفِضَّۃَ اَن نَّالَھَا

مجھے اپنے شیخ اس کے تقوے اور جہنم کی سختیوں کے تذکرہ پر تعجب ہوتا ہے وہ چاندی کے گلاس میں پانی پینے کو مکروہ گردانتا ہے لیکن موقعہ مل جائے تو چاندی کے اس برتن کو چوری کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کیسے اپنے آپ کو پکے موحد (توحیدی) کہتے ہیں اور دوسروں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں۔ نیز یہ بہت متعصب ہیں اور دینی امور میں غلو سے کام لیتے ہیں ان کی ساری محنت اور وقت بے مقصد کاموں میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ خود تنگی میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ یہ اصول و قانون کو چھوڑ بیٹھے ہیں، لہٰذا صحیح بات قبول کرنے کی استعداد چھن گئی ہے۔ انھوں نے رسالت سے اعراض کیا ہے۔ لہٰذا گمراہی کے گہرے گڑھے میں جا گرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو دیکھنا ایسے ہی تکلیف دہ ہے جیسے آنکھ میں تنکا پڑ جائے یا گلے میں کانٹا پھنس جائے یا نفسیاتی تکلیف ہو یا روح بیمار ہو۔ گویا دل و دماغ کو کوفت ہوتی ہے ان سے انصاف کا سلوک کرو گے تو ان کی طبائع اس کو برداشت نہ کریں گی اور اگر ان سے انصاف کی امید رکھو تو یونہی ہے جیسے ثریا ستارہ کو ہاتھ لگانا۔ ان کے دل الٹے ہیں، ان کا مقصد ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ یہ خیالات کی دنیا میں رہتے ہیں اسی لئے محروم رہتے ہیں۔ یہ اپنی علمی گہرائی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کثرت ہذیان کے سبب ان کے منہ سے جھاگ بہنے لگی ہے۔ بخدا ان کے پاؤں بھی علم کے قطرہ سے تر نہیں ہوئے۔ نہ ہی ان کی عقل اس

سے صیقل ہوئی ہے [illegible] علم [illegible] ہیں [illegible]
نور سے ان کے دل چمکے ہیں. کاپیوں کی پیشانی ان کے علمی رشد و ہدایت پر خوش ہونے کے
بجائے ان کے قلم کی سیاہی سے روئی ہے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ دین نہیں بلکہ زمین میں
ایک بہت بڑا فتنہ و فساد ہے اگر یہ لوگ اپنے قول و عمل میں مخلص ہوتے، انھیں علم نافع کی
طلب ہوتی، اللہ کا ڈر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا ہوتی تو دنیا کی میل کچیل جمع نہ
کرتے اور نیکوں کا لبادہ اوڑھ کر ان کی جیسی شکل و صورت بنا کر واقف اور جاہل طبقہ
کو اپنے دام میں نہ پھنساتے، مسلمانوں کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاتے، دنیا کو آخرت
پر ترجیح نہ دیتے، قرآن پر عمل کرنے کے بجائے محض اس کا نام لینے پر اور علم حدیث کی
رسمی و سطحی حیثیت پر اکتفا نہ کرتے، اپنے قیمتی وقت اور صلاحیتوں کو نیک کاموں میں
خرچ کرتے شب و روز دنیا داروں کی صحبت میں نہ گذارتے، زندگی کے تمام معاملات
میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا مرکز و محور نہ بناتے، اور اگر تقریر و افتار کے میدان میں
اترتے تو اس کا حق ادا کرتے جیسا کہ ان سے پہلے کے اہل حدیثوں اور موحدین نے اپنے زمانہ
میں عملاً کر کے دکھایا ہے. لہذا صرف ایسے لوگوں کو قرآن و سنت کی اتباع اور اس کی طرف
دعوت دینے کا حق حاصل تھا اور قرآن و حدیث بھی صرف ایسے لوگوں کے لئے آگ سے
بچاؤ کا سامان ہے نہ کہ ان جعلی لوگوں کے لئے جن کا قرآن و حدیث کے ساتھ تعلق صرف
دعوے کی حد تک ہے اور ان کا کتاب و سنت والا نعرہ صرف ریا کاری ہے۔

نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ أُنَاسٍ
تَشَيَّخُوا قَبْلَ أَنْ يَشِيخُوا

اِحْدَوْدَبُوا وَانْحَنَوْا رِيَاءً
فَاحْذَرْهُمْ إِنَّهُمْ فُخُوخٌ

ہم ایسے لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو بوڑھے بزرگ ہونے سے پہلے ہی بتکلف

اپنے آپ کو [illegible] ہے اس بجز دوسروں کو اپنے بڑھاپے کا تاثر دینے کے لئے کبڑے ہو کر چلتے ہیں۔ ان لوگوں سے بچ کر رہنا ان کے کبڑے ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کنڈی کا سر اشکار پکڑنے کے لئے مڑا ہوا ہوتا ہے۔

خدا کی قسم جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا خوف ہے وہ اس قسم کی جرأت نہیں کرتا، واضح رہے کہ کوئی بھی منصف مزاج ان کے کردار کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دین کے روپ میں دنیا جمع کرنے والوں کی شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں مداہنت، منافقت اور جاہلوں کی صحبت سے بچائے رکھے۔ [1]

نوٹ: نماز پیمبر کی گذشتہ اشاعت میں نواب صاحبؒ کے اس تجزیہ کا خلاصہ پیش کیا گیا تھا، بعض مخلص غیر مقلد دوستوں کو خیال گذرا کہ شاید نواب صاحب کا اصل مضمون کچھ مختلف ہو لہذا اب قائد و قوم کے باہمی تاثرات و تبصرہ کو حرف بحرف نقل کر دیا ہے گویا ان مخلصین کے ارشاد کی تعمیل میں عربی تحریر کو اردو اسلوب میں منتقل کرنے کی جسارت کی ہے۔ معذرت خواہ ہوں جن حضرات کو غیر مقلدین کے قریب بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے، یا وہ ان کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں ان حقائق کے سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

۳۔ قاضی عبد الواحد صاحب خانپوریؒ (مشہور غیر مقلد عالم)

پس اس زمانے میں جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں۔ وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوتے ہیں، شیعہ و روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اس طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل

---

[1] نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ الحطہ فی ذکر صحاح الستۃ ۱۵۳/۱۵۵ اسلامی اکیڈمی لاہور

ہیں [illegible] المقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں
ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حسنین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں۔ اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں، اس طرح ان جہال بدعتی کا ذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کر کے تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے۔ مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبیں بھی نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں۔ ہرگز نہیں سنتے۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَشْبَہَ اللَّیْلَۃَ بِالْبَارِحَۃِ" اور سراس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنۃ والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومتکبر ہو گئے ہیں [1]

(نوٹ) ان مشاہدات وتاثرات میں بعض سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، کمال امانت کی وجہ سے حرف بہ حرف نقل کر دیئے گئے ہیں۔

محمد شفیق اسعد فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدینہ

---

[1] قاضی عبدالواحد اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ ص ۲۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ، وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اَمَّا بَعْدُ !

طہارۃ کا بیان

(۱) پانی یا مٹی کے ساتھ شرعی طریقہ پر صفائی و نظافت کو طہارت کہتے ہیں: جیسے، وضو، غسل، تیمم۔

پانی کی اقسام: پانی تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱- عام پانی ۲- ناپاک پانی ۳- استعمال شدہ پانی

(۲) **عام پانی اور اس کا حکم:** اس سے مراد ہر وہ پانی ہے جس کی رنگت، ذائقہ اور بو طبعی حالت پر ہو، جیسے سمندر، دریا، نہر، چشمہ، کنویں اور بارش کا پانی۔ یہ پانی پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۱) ارشاد ربانی ہے: "وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ" (انفال ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی اتارا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کر دے

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا۔ (فرقان ۴۸)

اور ہم نے آسمان سے اتارا پانی، جس سے پاکی حاصل کی جاتی ہے۔

(ب) ارشادِ نبوی ہے: "هُوَ الطَّهُورُ مَاءُهُ" (ترمذی)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "سمندر کا پانی پاک ہے"

(۳) (ا) **ناپاک پانی**:۔ اس سے مراد وہ پانی ہے جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو، بلکہ اس کا رنگ، ذائقہ یا بو بدل گئی ہو اور اس پر علماءِ امت کا اجماع ہے۔ علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

اَلْاِجْمَاعُ عَلَى اَنَّ الْمُغَيَّرَ بِالنَّجَاسَةِ رِيْحًا اَوْ لَوْنًا اَوْ طَعْمًا نَجِسٌ۔ [1]

(نیل الأوطار ج ۱ ص ۳۵)

نجاست کی وجہ سے جس پانی کی بو، رنگ یا ذائقہ بدل جائے اس کے ناپاک ہونے پر

---

[1] جب پانی زیادہ مقدار میں ہو، جیسے نہر، دریا، یا بڑا حوض تو وہاں یہ تبدیلی ہی بنیاد ٹھہرے گی، لیکن اگر پانی تھوڑی مقدار میں ہو۔ جیسے بالٹی مٹکے وغیرہ کا پانی تو ذرا سی نجاست گرنے سے بھی ناپاک ہو جائے گا۔ گو کسی وصف میں تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ ارشادِ نبوی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسَنَّ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ۔ (مسلم، کراھۃ غمس المتوضئ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی صبح کو بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے تین دفعہ دھوئے چونکہ اسے معلوم نہیں کہ سوتے میں ہاتھ کہاں کہاں لگتا رہا۔

معلوم ہوا کہ تھوڑا پانی اس قدر معمولی نجاست سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے جس کا ہاتھ پر لگا ہونا محتمل ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے پانی کا کوئی وصف نہیں بدلتا۔

(۴) (ا) **استعمال شدہ پانی:** یہ وہ پانی ہے جسے ایک دفعہ وضو یا غسل کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ یہ بذات خود پاک ہے لیکن اس سے دوبارہ پاکی حاصل نہیں ہو سکتی فقہاء کی اصطلاح میں اسے طاہر غیر مطہر کہتے ہیں۔

(ب) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِیْہِ مَآءٌ فَغَسَلَ یَدَہٗ وَوَجْھَہٗ فِیْہِ وَمَجَّ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ لَھُمَا اِشْرَبَا مِنْہُ وَاَفْرِغَا عَلٰی وُجُوْھِکُمَا وَنُحُوْرِکُمَا۔

(بخاری الغسل والوضوء فی المخضب)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں پانی منگوایا اس میں اپنا دست مبارک اور چہرۂ انور دھویا۔ اسی میں کلی کی، پھر ان (ابوموسیٰؓ وبلالؓ) سے فرمایا کہ اس میں سے کچھ پی لو۔ اور باقی اپنے چہرہ اور گریبان پر بہالو۔

(ج) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَغْتَسِلُ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّآئِمِ وَھُوَ جُنُبٌ فَقَالُوْا یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ کَیْفَ یَفْعَلُ؟ "قَالَ یَتَنَاوَلُہٗ تَنَاوُلًا"

(مسلم النہی عن الاغتسال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کوئی بھی شخص ٹھہرے پانی میں غسل جنابت نہ کرے۔
لوگوں نے پوچھا، ابوہریرہؓ پھر کیا کرے؟ فرمایا "ضرورت کا پانی باہر نکال لے"۔
پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ استعمال شدہ پانی پاک ہے، اس کو پینا، یا جسم پر بہانا درست ہے۔ جب کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استعمال شدہ پانی دوبارہ استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی طاہر تو ہے مطہر نہیں۔

[illegible] اور دیگر فقہاء امت کا۔

آداب استنجا

⑤ بیت الخلاء میں ایسے اوراق وغیرہ نہ لے جائیے جن میں اللہ کا نام یا متبرک کلام ہو۔

⑥ نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ صحرا میں ہو تو ساتھیوں سے دور چلا جائے آبادی میں ہو تو بیت الخلاء استعمال کرے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَرَادَ السَّیْرَ انْطَلَقَ حَتّٰی لَا یَرَاہُ اَحَدٌ۔ (ابوداود کتاب الطہارۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے اتنی دور نکل جاتے کہ سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔

⑦ بیت الخلاء میں بایاں پاؤں داخل کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ"

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (بخاری) مایقول عند الخلاء

(مسلم) مایقول اذا اراد الخلاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ بیت الخلاء جانے سے پہلے یہ دعا پڑھتے۔

اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں، خبیث شیاطین اور خبیث عادات سے۔

⑧ بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکال کر کہے۔ غُفْرَانَکَ۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کَانَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَکَ۔ (ترمذی) مَا یَقُوْلُ اِذَا خَرَجَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ بیت الخلاء سے نکل کر کہتے۔

اے اللہ تیری مغفرت کا طالب ہوں۔

(۹) غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔ ہاں اگر غسل خانہ میں علیحدہ جگہ بنائی ہو تو حرج نہیں، چونکہ اس میں وساوس کا اندیشہ نہیں رہتا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ مُسْتَحَمِّہٖ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ فِیْہِ فَاِنَّ عَامَّۃَ الْوَسْوَاسِ مِنْہُ۔ (ابوداود: البول فی المستحم)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز تم میں سے کوئی بھی حمام میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو کرے چونکہ اکثر وساوس کا سبب یہی ہے۔

(۱۰) ۵۔ ٹھہرے ہوئے یا جاری پانی میں پیشاب نہ کرے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَہٰی اَنْ یُّبَالَ فِی الْمَاءِ الرَّاکِدِ مسلم النہی عن البول فی الماء

(بخاری: الماء الدائم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ فِی الْمَاءِ الْجَارِیْ۔ (طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جاری پانی میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا۔

(۱۱) ۶۔ راستہ میں یا سایہ والی جگہ میں پیشاب نہ کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّعَّانَیْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّعَّانَانِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ یَتَخَلّٰی فِیْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْظِلِّهِمْ۔

مسلم: کراهة التبرز فی الطریق۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دو جگہوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا جو شخص رستہ یا سایہ میں رفع حاجت کرے

(۱۲) ۷۔ جانور کے بل میں پیشاب نہ کرے۔ مبادا کہ سوراخ میں موجود جانور کو تکلیف ہو تو وہ اس کو تکلیف دے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یُّبَالَ فِی الْجُحْرِ..... الحدیث

(ابوداؤد النهی عن البول فی الجحر)

(۱۳) ۸۔ اس حالت میں بات چیت نہ کرے حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہ دے۔ اگر چھینک آئے تو الحمد للہ دل میں کہے، اگر دعا پڑھنا بھول جائے تو بھی دل میں پڑھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ۔ (حسن صحیح)

(ترمذی: کراهیة رد السلام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت میں تھے ایک گزرنے والے نے سلام کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَخْرُجُ الرَّجُلَانِ یَضْرِبَانِ الْغَائِطَ کَاشِفَیْنِ عَنْ

عَورَتَيهِمَا يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَمقُتُ عَلٰى ذٰلِكَ ......

(ابوداود کراهية الكلام)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب دو آدمی ستر کھولے رفع حاجت کی حالت میں باہم گفتگو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس حالت میں گفتگو کرنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے لہٰذا اس بری عادت سے بچنا چاہیے۔

(۱۴) ۹۔ اپنے جسم اور کپڑوں کو نجاست سے بچائے رکھے۔ چونکہ اس سے نہ بچنا عذاب قبر کا باعث ہے۔

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبرَينِ فَقَالَ اَمَّا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمشِي بِالنَّمِيمَةِ وَاَمَّا الاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَستَتِرُ مِن بَولِهِ.... (مسلم: الدليل على نجاسة البول)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں عذاب میں مبتلا ہیں اور عذاب کا سبب کوئی بڑی چیز نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا جب کہ دوسرا چغل خور تھا۔

(۱۵) عَن عَبدِ الرَّحمٰنِ بنِ يَزِيدَ قَالَ قِيلَ لِسَلمَانَ قَد عَلَّمَكُم نَبِيُّكُم كُلَّ شَيءٍ حَتَّى الخِرَاءَةَ فَقَالَ سَلمَانُ اَجَل لَقَد نَهَانَا اَن نَستَقبِلَ القِبلَةَ بِغَائِطٍ اَو بَولٍ اَو اَن نَستَنجِيَ بِاليَمِينِ اَو اَن نَستَنجِيَ بِاَقَلَّ مِن ثَلَاثَةِ اَحجَارٍ اَو اَن نَستَنجِيَ بِرَجِيعٍ اَو بِعَظمٍ۔

(مسلم: الاستطابة)

حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، تمہارے نبی نے تو تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے۔ حتیٰ کہ بول و براز کی بھی۔ حضرت سلمان نے فرمایا، ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رفع حاجت میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے سے روکا ہے، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے روکا ہے۔ تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے سے روکا ہے اور لید یا ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے روکا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ)

(۱۶) ۱۰۔ قبلہ کا احترام کرے کہ اس حالت میں نہ تو اس طرف منہ کرے نہ پشت۔

(۱۷) ۱۱۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کرے چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دایاں ہاتھ تو صاف ستھرے کاموں کے لئے ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ .... الحديث

بخاری: لایمسك ذكره بیمینه

مسلم: حبه للتيامن

حضرت قتادہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رفع حاجت کے وقت اپنے عضو کو دایاں ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

(۱۸) ۱۲۔ تین ڈھیلے استعمال کرے یا جن سے صفائی حاصل ہو سکے اور پھر پانی کو مزید نظافت کے لئے استعمال کرے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝ التوبة ۱۰۸

اس بستی میں ایسے لوگ ہیں جو نظافت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے پوچھا کہ

طہارت کی بابت تمہارا خاص عمل کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔

(۱۹) ۱۳۔ ہڈی اور گوبر لید وغیرہ کو صفائی کے لئے استعمال نہ کرے۔

(۲۰) بچہ کا پیشاب ناپاک ہے۔

دودھ پیتے بچہ کا پیشاب ناپاک ہے اور اس پر اسلاف امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے لہذا اس کو دھونا ضروری ہے۔

قَالَ النَّوَوِیُّ، اِعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْخِلَافَ اِنَّمَا هُوَ فِيْ كَيْفِيَّةِ تَطْهِيْرِ الشَّيْئِ الَّذِيْ بَالَ عَلَيْهِ الصَّبِيُّ وَلَا خِلَافَ فِيْ نَجَاسَتِهٖ وَقَدْ نَقَلَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا اِجْمَاعَ الْعُلَمَآءِ عَلٰى نَجَاسَتِهٖ بَوْلِ الصَّبِيِّ۔

(شرح مسلم للنووی، باب حکم بول طفل الرضیع)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جس چیز پر بچہ نے پیشاب کیا ہے اس کو پاک کرنے کی کیفیت میں تو اختلاف واقع ہوا ہے، لیکن اس کے ناپاک ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور بعض علماء نے بچہ کے پیشاب کی نجاست پر اجماع امت نقل کیا ہے۔

(۲۱) اگر بچی کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کو پاک کرنے کے لئے زیادہ اہتمام سے دھونا چاہیئے جب کہ بچہ کے پیشاب کو دھونے میں اتنے زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِي الرَّضِيْعِ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ۔

(طحاوی، حکم بول الغلام والجاریۃ)

لہ بچہ کے پیشاب سے کپڑے کو پاک کرنے کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں ان میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ نمبر۱ فصبہ علیہ (پانی بہایا) نمبر۲ فاتبعہ بالماء (پانی بہایا) (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیتے بچے کی بابت فرمایا۔ بچی کا پیشاب مبالغہ سے دھویا جائے گا اور بچہ کے پیشاب کو ہلکا سا دھونا کافی ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نمبر ۳ ینضح نمبر ۴۔ یرش۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ پانی بہانے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب اس چیز کو دھونے میں زیادہ مبالغہ نہ کیا ہو۔ اسی طرح احادیث میں ینضح اور یرش کا معنی بھی دھونا ہی

نمبر ۳۔ نضح، بمعنی دھونا، عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِحْدَانَا یُصِیْبُ ثَوْبَھَا مِنْ دَمِ الْحَیْضَۃِ کَیْفَ تَصْنَعُ بِہٖ۔

قَالَ تَحُتُّہٗ، ثُمَّ تَقْرُصُہٗ بِالْمَآءِ ثُمَّ تَنْضِحُہٗ ثُمَّ تُصَلِّیْ فِیْہِ۔

(مسلم: بَابُ نَجَاسَۃِ الدَّمِ وَکَیْفِیَۃِ غَسْلِہٖ)

(قال النوویؒ: تنضحہ ای تغسلہ)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں نضح کا معنی ہے دھونا کہ جب ایک عورت نے حیض کے خون کی بابت پوچھا تو آپ نے اسے دھونے کا حکم دیا ہے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَّالْخَطَابِیُّ فِیْ رِوَایَۃِ اَسْمَاءِ بِاَنَّ مَعْنَی النَّضْحِ الْغَسْلُ.

علامہ ابن حجر اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضرت اسمار والی روایت میں نضح کا معنی دھونا ہے

۴۔ ,, رش ,, بمعنی دھونا

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ اِمْرَاَۃً سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ یُصِیْبُہُ الدَّمُ مِنَ الْحَیْضَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُتِّیْہِ، ثُمَّ اقْرُصِیْہِ بِالْمَآءِ، ثُمَّ رُشِّیْہِ وَصَلِّیْ فِیْہِ۔

(ترمذی، مَاجَاءَ فِیْ غَسْلِ دَمِ الْحَیْضِ مِنَ الثَّوْبِ)

[illegible] عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أُتِيَ
رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يَّرْضَعُ فَبَالَ فِيْ حَجْرِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ
فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ۔ (مسلم حکم بول الطفل الرضیع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دودھ پیتا بچہ لایا گیا جس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا۔

(۲۲) اس مسئلہ پر بھی علمائے امت کا اجماع ہے کہ جب بچہ کھانے پینے لگ جائے تو اس کے پیشاب کو بقیہ نجاستوں کی طرح اچھی طرح دھویا جائے۔

قَالَ النَّوَوِیُّ، اَمَّآ اِذَا اَکَلَ الطَّعَامَ عَلٰی جِهَةِ التَّغْذِيَةِ فَاِنَّهٗ يُجِبُّ الْغَسْلُ بِلَا خِلَافٍ۔ (شرح مسلم)

کہ بچہ جب غذا کے طور پر کھانا کھانے لگ جائے تو اس کے پیشاب کو دھونا ہی واجب ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

غسل کا بیان

(۲۳) غسل کا مسنون طریقہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ
بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ
ثُمَّ يَاْخُذُ الْمَآءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِيْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى
اَنْ قَدِ اسْتَبْرَءَ حَفَنَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى
سَآئِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا: ثُمَّ يُخَلِّلُ

بِيَدِهٖ شَعْرَهٗ حَتّٰى اِذَا ظَنَّ اَنَّهٗ قَدْ رَوِىَ بَشْرَتَهٗ اَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

(مسلم صِفَةُ غُسْلِ الْجَنَابَةِ بُخَارِی: تَخْلِيْلُ الشَّعْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے ہیں تو ابتداءً ہاتھ دھوتے ہیں پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو دھوتے پھر وضو فرماتے، جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر پانی ڈال کر انگلیوں سے بالوں کی جڑوں تک پہنچاتے۔ جب بال تر ہو جاتے تو پھر تین چلو پانی لیتے پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہاتے پھر پاؤں دھوتے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے، پھر انگلیوں سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے جب جلد تر ہو جاتی تو پھر جسم پر تین مرتبہ پانی بہاتے۔

(۲۴) فرائض غسل: نمبر۱ کلی کرنا۔ نمبر۲ ناک میں پانی ڈالنا۔ نمبر۳ سارے جسم پر ایک دفعہ پانی بہانا کہ ذرا سی جگہ بھی خشک نہ رہے ارشاد ربانی ہے۔

(حاشیہ ص۵۸ کا بقیہ)

قَالَ الْمُبَارَكْفُوْرِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: قرص کا معنی ہے انگلیوں سے کپڑے کو ملنا تاکہ وہ خون تحلیل ہو کر نکلنے کے قابل ہو جائے۔

ثُمَّ رَشِّيْهِ اَیْ صَبِّیِ الْمَاءَ عَلَيْهِ۔

پھر اس پر رش کرے یعنی اس پر پانی بہائے۔

(تُحْفَةُ الْاَحْوَذِیِّ ج ۱ ص ۱۲۴)

الغرض دودھ پیتے بچے کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ اس پر چھینٹے مار دینا کافی ہے، صحیح نہیں ہے۔ نیز یہ کہ پیشاب ناپاک ہے اور چھینٹے مارنے سے تو وہ کپڑے میں باقی رہے گا۔ وہ کپڑا جوں کا توں ناپاک رہے گا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔۔۔ (المائدة ۶)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب اہتمام سے طہارت حاصل کرو، ارشاد نبوی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ۔ (ابوداود: اَلْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے غسل جنابت میں بال برابر جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دی تو اس کے ساتھ آگ سے ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔

(۲۵) جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ جماع ۲۔ خروج منی ۳۔ حیض ۴۔ نفاس

(۲۶) جماع: سے غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعَةِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ وَّاِنْ لَّمْ يُنْزِلْ۔ (مسلم: بَيَانُ الْغُسْلِ)

(بخاری: اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ)

جب کوئی چار اعضاء کے درمیان بیٹھے اور کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو گیا چاہے انزال نہ ہو۔

۲۷ (۱) **خروج منی**، شہوت کی حالت میں تیزی کے ساتھ منی نکلنے[۱] سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں نیند اور بیداری کی دونوں حالتیں برابر ہیں۔ نیز مرد و عورت کا بھی ایک ہی حکم ہے۔

(ب) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ، وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ.

(حسن صحیح)

(ترمذی، مَاجَآءَ فِي الْمَنِيِّ وَالْمَذْيِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کی بابت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا، مذی نکلے تو وضو کافی ہے اور منی نکلے تو غسل کرنا ہوگا۔

(ج) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَآءَ۔ (بخاری: إِذَا احْتَلَمَتْ

(مسلم: وُجُوْبُ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ منی، مذی اور ودی میں فرق

منی: سفید گاڑھا لیسدار مادہ ہے جو بوقت شہوت تدفق کے ساتھ خارج ہوتا ہے اس کے خروج کے بعد عضو میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے خروج سے غسل واجب ہوتا ہے۔

مذی: وہ بے رنگ لیسدار مادہ ہے جو لوازمات جماع کے وقت شہوت کی حالت میں بغیر تدفق کے نکلتا ہے اور کبھی اس قطرہ کا خروج محض شہوانی خیال کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے اس کے بعد طبیعت میں کاہلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ودی: سفید مادہ ہے جو گاڑھا ہونے میں منی کے مشابہ ہے۔ اس کا خروج کبھی پیشاب سے پہلے یا بعد ہوتا ہے۔ اس کے خروج سے صرف وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

صفت حیا حق بیان کرنے میں مانع نہیں ہوتی۔

تو کیا جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر غسل واجب ہو گا۔؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں غسل واجب ہو گا۔ جب وہ احتلام کے آثار دیکھے۔

احتلام کی تین صُورتیں

(۲۸) (ا) واضح رہے کہ احتلام کے بعد خواب یاد ہو اور منی کے آثار بھی ہوں تو غسل واجب ہو گا اور اگر خواب یاد ہو منی کے آثار نہ ہوں تو غسل واجب نہ ہو گا اور اگر خواب یاد نہ ہو صرف منی کے آثار ہوں تو بھی غسل واجب ہو گا۔

(ب) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا یَذْکُرُ احْتِلَامًا فَقَالَ یَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ یَرٰی اَنَّہٗ قَدِ احْتَلَمَ وَلَمْ یَجِدْ بَلَلًا فَقَالَ لَا غُسْلَ عَلَیْہِ

(ترمذی: فِیْمَنْ یَّسْتَیْقِظُ فَیَرٰی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کی بابت دریافت کیا، جو کپڑوں کو بھیگا ہوا پائے، لیکن اس کو خواب یاد نہ ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس پر غسل لازم ہے۔ نیز پوچھا کہ جس شخص نے خواب دیکھا ہو لیکن کپڑا خشک ہو؟ آپؐ نے فرمایا اس پر غسل نہیں ہے۔

(۲۹) (ا) احادیث نبویہ کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ منی ایک ناپاک مادہ ہے۔ اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس کا ازالہ ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہو گی۔

(ب) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ یَسَارٍ عَنِ الْمَنِیِّ یُصِیْبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ اَیَغْسِلُہٗ اَمْ یَغْسِلُ الثَّوْبَ؟ فَقَالَ اَخْبَرَتْنِیْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ۔

(مسلم: بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ)

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ۔ (بخاری: بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ وَفَرْكِهِ)

حضرت عمرو بن میمون نے حضرت سلیمان بن یسار سے پوچھا کہ اگر منی کپڑے کو لگ جائے تو صرف ناپاک جگہ کو دھوئے یا کہ پورے کپڑے کو؟ حضرت سلیمان نے کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھوتے پھر اسی کپڑے میں نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور کپڑے پر دھونے کا نشان مجھے نظر آرہا ہوتا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور کپڑے دھونے کا نشان ہوتا۔

(ج) اکثر صحابہ اور جمہور فقہاءؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ منی ناپاک ہے۔ حتیٰ کہ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ فَالصَّوَابُ أَنَّ الْمَنِيَّ نَجِسٌ وَّيَجُوْزُ تَطْهِيْرُهٗ بِأَحَدِ الْأُمُوْرِ۔ صحیح بات ہے کہ منی ناپاک ہے اور کسی ایک طریقے سے اس کو پاک کرنا جائز ہے۔

(نیل الاوطار ص ۷)

علامہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں۔ کلام الشوکانی ہذا حسن جید کہ شوکانی کی بات بہتر اور عمدہ ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۷۵)

(۳۰) ازالہ منی کا طریقہ:

اگر منی کسی ایسے کپڑے پر خشک ہو جائے کہ کھرچنے سے مکمل زائل ہو جائے تو صرف کھرچنا ہی

کافی ہے اور اگر کپڑا گیلا ہو تو اس کو دھونا ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا یہی مسلک ہے اس سلسلہ میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، اس سے ان سب پر عمل ہو جائے گا۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا وَاِنِّیْ لَاَحُکُّہٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَابِسًا بِظُفْرِیْ (مسلم، بَابُ حُکْمِ الْمَنِیِّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے خشک منی کو کھرچ دیا کرتی تھی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْسِلُ الْمَنِیَّ ثُمَّ یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ (مسلم، بَابُ حُکْمِ الْمَنِیِّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھو کر پھر نماز کے لئے جاتے۔

اور ایک دوسری روایت میں ان دونوں حالتوں کی وضاحت ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کُنْتُ اَفْرِکُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَابِسًا وَّاَغْسِلُہٗ اِذَا کَانَ رَطْبًا۔ (دارقطنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر منی اگر خشک ہوتی تو میں کھرچ دیتی اور اگر تر ہوتی تو میں دھو دیتی۔

واضح رہے کہ کھرچ کر زائل کرنے سے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ منی پاک ہے چونکہ علامہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں۔

مَنْ قَالَ بِطَهَارَةِ الْمَنِیِّ مُسْتَدِلًّا بِرِوَایَةِ الْفَرْكِ اُجِیْبَ بِاَنَّ ذٰلِكَ لَا یَدُلُّ عَلٰی طَهَارَةٍ اِنَّمَا یَدُلُّ عَلٰی کَیْفِیَّةِ التَّطْهِیْرِ۔

(ملخص تحفۃ الاحوذی)

کہ کھرچنے والی روایت منی کی پاکی پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ تو خود اس کو پاک کرنے کی ایک کیفیت ہے۔

(۴۱) حیض

جب عورت ماہانہ ایام سے فارغ ہو تو غسل کرے اور پھر سے نمازیں شروع کر دے اس پر ایام حیض کی نمازوں کی قضا واجب نہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ۔

(البقرة ۲۲۲)

اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ اللہ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي۔ (بخاری: اقبال المحیض)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کی بیماری تھی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو رگ کا خون ہے حیض کا نہیں۔ البتہ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو جب ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو۔

(۴۲) ماہانہ ایام میں شرعی پابندیاں

حائضہ عورت اپنے ماہانہ ایام میں نماز روزہ چھوڑ دے۔ پاک ہونے کے بعد روزے کی قضا کرے نماز کی قضا نہیں ہے۔ نیز اس حالت میں قرآن پاک پڑھنا، اس کو ہاتھ لگانا، مسجد میں داخل ہونا، طواف کعبہ کرنا منع ہے اور خاوند سے ہمبستری بھی جائز نہیں۔

عَنْ مُعَاذَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلٰوةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ

كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ۔ (مسلم وجوب قضاء الصوم لا الصلوٰة)

حضرت معاذۃ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرتی ہے نماز نہیں"؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "کیا تم حروریہ ہو"؟ میں نے عرض کیا نہیں لیکن مسئلہ کی وضاحت چاہتی ہوں! آپ نے فرمایا۔ "جب ہماری یہ حالت ہوتی تو بس ہمیں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا نماز کی قضا کا نہیں"۔

(۳۳) مستحاضہ عورت کا مسئلہ

جس عورت کے ایام دس سے متجاوز ہو جائیں تو اس کو چاہیئے کہ وہ دس دن کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دے، پھر ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرے، بار بار غسل کی ضرورت نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ اَبِيْ جُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اِمْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ قَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَقَالَ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ۔ (ترمذی باب المستحاضہ) وفی البخاری ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ۔ (بخاری باب غسل الدم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "فاطمہ بنت ابی جیش آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستحاضہ عورت ہوں کبھی اس سے پاک نہیں ہوتی کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں چونکہ یہ رگ کا خون ہے حیض کا نہیں، لہذا صرف ایام حیض میں نماز چھوڑ و بعد ازاں غسل کر کے نماز شروع کر دو اور ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو"۔

(۳۴) نفاس: وضع حمل کے بعد جتنے دن خون آئے وہ نفاس کے ایام شمار ہوں گے اس دوران عورت پر ایام حیض والی پابندیاں عائد رہیں گی۔ واضح رہے کہ نفاس کی کم از کم مدت کا تعین مشکل ہے۔ لہذا جونہی خون آنا بند ہوجائے تو غسل کر کے نماز وغیرہ شروع کر دے۔ البتہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ جب کہ چالیس دن تک خون آتا رہے اگر اس کے بعد بھی خون آئے تو وہ نفاس کا نہیں بلکہ کسی اور عارضہ کی وجہ سے ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَّكُنَّا نُطْلِیْ وُجُوْهَنَا بِالْوَرْسِ مِنَ الْكَلَفِ۔ (ترمذی، کم تمکث النفساء)

(۱) حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عہد نبوی میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک شرعی پابندیوں سے مستثنیٰ رہتیں اور ہم اپنے چہروں پر زرد بوٹی ملا کرتی تھیں۔

امت کا اجماع:- وَقَدْ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ عَلٰى اَنَّ النُّفَسَاءَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اِلَّا اَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذَالِكَ فَاِنَّمَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّیْ۔ (ترمذی باب کم تمکث النفساء)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ، نفاس والی عورتیں چالیس دن کی نماز چھوڑ دیں گی۔ البتہ جو عورت اس مدت سے پہلے ہی طہر محسوس کرلے وہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔

وضو کا بیان

(۳۵) وضو کی فضیلت و اہمیت

(۱) شریعت اسلامیہ کا ہر ہر عمل اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ وضو کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وضو کیے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، بلکہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور وضو کی فضیلت کے لیے اتنا کافی ہے کہ نمازی کے اعضاء وضو قیامت کے دن

چمک رہے ہوں گے۔

(ب) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ...... عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَفِيهِ) لَاتُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَاصَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ۔ (مسلم وجوب الطہارۃ)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

(ج) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ۔ (بخاری لاتقبل صلوٰۃ بغیر طہور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ "بے وضو کی نماز قبول نہیں ہوتی تا آنکہ وہ وضو کرے"۔

(د) عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِیْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَه فَلْيُطِلْ۔

(بخاری: فضل الوضوء) (مسلم: استحباب اطالۃ الغرۃ)

حضرت نعیم مجمر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی چھت پر چڑھا آپ نے وضو کر کے فرمایا۔ "کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "قیامت کے دن میری امت اس حال میں بلائی جائے گی کہ اس کے اعضاء وضو روشن چمکدار ہونگے لہٰذا تم میں سے جو بھی اپنی اس چمکدار جگہ کو مزید لمبا کرنا چاہے کرلے۔ (کہ اعضاء وضو کو مقررہ مقام سے آگے تک دھوئے)

(۳۶) فرائض وضو: ۱ پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے

کان کی لو تک دھونا۔ کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا۔ سر کا مسح کرنا۔ ٹخنوں سمیت

پاؤں دھونا۔

وضو کرتے وقت ان چار فرائض کا اہتمام ضروری ہے ورنہ وضو صحیح نہ ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (المائدۃ۔۶)

سنن وضو

(۳۷) **تسمیہ:** وضو کرنے سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنی چاہیے۔

(۳۸) **مسواک کرنا:** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔ (مسلم باب السواک)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے وقت مسواک کیا کریں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاتٌ لِلرَّبِّ۔ (نسائی الترغیب فی السواک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مسواک منہ کو پاک صاف کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(ب) روزہ کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ

وھو صائم۔ (حسن) (ترمذی، ما جاء فی السواک للصائم)

حضرت عمرو بن ربیعۃ فرماتے ہیں کہ "میں نے بے شمار دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا۔

(۳۹) تین بار ہاتھ دھونا۔ "فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ"۔ (مسلم باب صفۃ الوضوء)

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنّت نبویہ کے مطابق وضو کر کے دکھلایا تو آپ نے شروع میں تین مرتبہ ہاتھوں کو دھویا۔

(۴۰) تین دفعہ کلی کرنا۔ "ثُمَّ مَضْمَضَ"۔ (مسلم)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کُلّی کی۔

(۴۱) تین دفعہ ناک صاف کرنا۔ "وَاسْتَنْثَرَ" (مسلم)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناک صاف کیا۔

(۴۲) اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا۔

ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرٰى مِثْلُ ذٰلِكَ۔

(مسلم: صفۃ الوضوء)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چہرہ اور دائیں بائیں ہاتھ کو کہنیوں تک تین تین دفعہ دھویا پھر سر کا مسح کر کے دائیں بائیں پاؤں کو تین دفعہ دھویا۔

(۴۳) داڑھی کا خلال کرنا۔ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ۔ (حسن صحیح (ترمذی ماجاء فی تخلیل اللحیۃ)

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔

(۴۴) انگلیوں کا خلال کرنا۔ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

[illegible]

(حسن صحیح) (ترمذی جاء فی تخلیل الأصابع)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم وضو کرو تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر لیا کرو"۔

(۴۵) دائیں اعضاء کو پہلے دھونا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ" كُلِّهِ۔ (بخاری: التیمن فی الوضوء)

(مسلم: حبہ للتیامن۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو، غسل اور دیگر تمام معاملات میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے۔

(۴۶) اعضاء کو مل کر اہتمام سے دھونا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَجَعَلَ يَقُولُ "هٰكَذَا" يَدُلُّكَ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ اور اعضاء کو ملتے ہوئے فرمانے لگے۔ "اس طرح" کرنا چاہیئے۔

(۴۷) ترتیب سے اور پے در پے وضو کرنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا مسلسل عمل اس کی واضح دلیل ہے۔

۴۸ کانوں کا مسح (۱) سر کا مسح کر لینے کے بعد اسی پانی سے کانوں کا مسح کرنا۔ کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں، چونکہ کان بھی تو سر کا ایک جزو ہیں۔ جیسا کہ عمل نبوی اور ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ
مَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ
مَرَّةً وَّاحِدَةً۔ (حسن صحیح) (ترمذی: ان المسح مرۃ)

حضرت ربیعؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ آپؐ سر کے اگلے پچھلے حصہ اور کانوں کا مسح ایک ہی دفعہ کرتے۔

(ب) ارشاد نبوی ہے۔ "اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ" (حسن)

(ترمذی، ماجاء ان الاذنین من الرأس)

کہ "کان سر کا حصہ ہے"

(۴۹) **گردن کا مسح کرنا۔** سر اور کانوں کا مسح کر لینے کے بعد اسی پانی سے گردن کا مسح کرنا۔

عَنْ مُوْسٰی بْنِ طَلْحَةَ. قَالَ مَنْ مَّسَحَ قَفَاهُ وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ ابْنُ حَجَرٍ هٰذَا وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا فَلَهُ حُكْمُ الرَّفْعِ لِأَنَّ هٰذَا
لَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِ الرَّأْيِ. (التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۲)

حضرت موسیٰ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے گردن سمیت سر کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنانے سے بچ گیا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ موقوف حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ چونکہ ظاہر ہے کہ ایسی بات اپنی طرف سے تو نہیں کہی جا سکتی۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ، ابن سید الناس رحمہ اللہ، شوکانی رحمہ اللہ کا میلان بھی اس طرف ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۰۴)

نواب صدّیق حسن خانؒ نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ گردن پر مسح کرنے کو بدعت کہنا غلط ہے۔ نیز یہ کہ تلخیص الحبیر کی مندرجہ بالا روایت اور اس سلسلہ کی دیگر روایات قابل استدلال ہیں۔ خصوصاً جب کہ کوئی حدیث ان کے مخالف نہیں ہے۔
(بدور الاھلّۃ ص ۲۸)

[illegible] وضو کے بعد [illegible] پڑھنا

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ یَّتَوَضَّأُ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةِ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّهَا شَآءَ۔ (مسلم: باب الذکر المستحب عقب الوضوء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم میں سے جو وضو کرے اور خوب اہتمام سے کرے پھر یہ کلمات کہے۔ "اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ" یقیناً اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس میں سے چاہے داخل ہو۔

۵۱ **تحیۃ الوضوء:** وضوء کے بعد دو رکعتیں تحیۃ الوضوء کے طور پر ادا کرنا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّتَوَضَّأُ فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَیُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ عَلَیْهِمَا اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

(مسلم: الذکر المستحب عقب الوضوء)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے۔ پھر ظاہر وباطن کی مکمل توجہ وانہماک کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

نواقض وضو

۵۳ چھوٹا یا بڑا پیشاب کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے: اَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ ..... سورۃ المائدہ ۶

یا تم میں سے کوئی شخص بول و براز کر کے آئے۔

(۵۳) ہوا کا خروج بھی ناقض وضو ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا كَانَ فِی الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ مَالَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ عَجَمِیٌّ مَّا الْحَدَثُ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِی الضَّرْطَةُ۔ (بخاری: من لم یر الوضوء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں نماز کے انتظار کرنے والے شخص کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو ایک عجمی شخص نے حضرت ابوہریرہؓ سے دریافت کیا کہ حدث سے کیا مراد ہے تو انھوں نے بتایا کہ ہوا کا خارج ہونا۔

(۵۴) مذی اور ودی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد وضو کر لینا کافی ہے غسل کرنا ضروری نہیں (ان کی تفصیل موجبات غسل کے دوسرے سبب کے حاشیہ میں گذر گئی)

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذِیِّ فَقَالَ.. عَنِ الْمَذِیِّ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِیِّ الْغُسْلُ۔

(ترمذی: ماجاء فی المنی والمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا، مذی سے وضو اور منی سے غسل لازم ہوتا ہے۔

(۵۵) نیند ناقض ہے۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفَرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

وَّلَيَالِيهِنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ لٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ۔

(حسن صحیح) ترمذی المسح علی الخفین

حضرت صفوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تلقین کرتے کہ سفر کی حالت میں تین دن تک موزے اتارنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر جنابت ہو جائے تو موزے اتار دیں (اور غسل کریں) البتہ پیشاب پاخانہ اور نیند کی وجہ سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے (بلکہ وضو کے وقت مسح کر لینا کافی ہے) اس حدیث میں پیشاب و پاخانہ اور نیند کا ایک ہی حکم بیان ہوا ہے کہ ہر دو کی طرح نیند بھی ناقض وضو ہے۔

(ب) کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے یا نماز کی کسی ہیئت پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُؤُسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّاُوْنَ۔

(ابوداؤد: بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ نمازِ عشاء کے انتظار میں ہوتے۔ اسی اثناء میں نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے پھر وہ یونہی نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے۔

(۵۶) قے اور نکسیر ناقض وضو ہے۔

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّأَ۔ (اصح شیئ فی الباب)

قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَقَدْ رَاٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ التَّابِعِيْنَ

اَلْوُضُوْءُ مِنَ الْقَیْئِ وَالرُّعَافِ" (ترمذی: باب الوضوء من القئی والرعاف)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قے آگئی تو آپ نے وضو فرمایا"۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ "اکثر حضرات صحابہ اور تابعین کا مسلک یہی ہے کہ قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے"۔

(ب) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَعَفَ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ لِیُعِدْ وُضُوْءَهٗ وَلْیَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهٗ"

(معجم طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر نماز میں کسی کو نکسیر آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر خون دھو کر وضو کرے اور نئے سرے سے نماز پڑھے"۔

اور خود نواب صدیق حسن خان بھی لکھتے ہیں: بدور الاہلۃ ص۳۰

وَقَیْئٌ وَّرُعَافٌ وَّقَلْسٌ نَّاقِضٌ وضو است وحدیث قَاءَ فَتَوَضَّأَ حسن است

قے، نکسیر اور ابکائی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور حدیث قاء فتوضأ حسن درجہ کی ہے۔

(۵۷) خون استحاضہ ناقض وضو ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک استحاضہ عورت حضرت فاطمہ بنت ابی جیش کو حکم دیا....

"ثُمَّ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ" (بخاری: باب غسل الدم)

"کہ پھر ہر نماز کے لئے مستقل وضو کیا کر" چونکہ استحاضہ کے خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

موزوں پر مسح کا بیان

(۵۸) چمڑے کے وہ موزے جن میں پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں یا وہ اونی سوتی جرابیں جن پر چمڑا لگایا گیا ہو۔ یا وہ جرابیں جو چمڑے کی طرح سخت و موٹے کپڑے کی ہوں تو اسلاف محدثین و فقہاء امت نے ان کو بھی موزوں کے حکم میں شمار کیا ہے۔ ان پر مسح کرنا جائز ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ وَضَّأَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ فَقَالَ لَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَدْخَلْتُھُمَا طَاھِرَتَیْنِ۔ (مسلم: المسح علی الرأس والخفین)

بخاری: اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَیْہِ

حضرت مغیرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کے دوران موزوں پر مسح کیا۔ حضرت مغیرۃ نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ موزے باوضو حالت میں پہنے تھے۔

قَالَ الْمُبَارَکْفُوْرِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ: اِشْتَرَطُوْا فِی الْجَوَازِ عَلَی الْمَسْحِ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ بِتِلْکَ الْقُیُوْدِ لِیَکُوْنَ فِیْ مَعْنَی الْخُفَّیْنِ وَیَدْخُلَا تَحْتَ اَحَادِیْثِ الْخُفَّیْنِ فَرَأٰی بَعْضُھُمْ اَنَّ الْجَوْرَبَیْنِ اِذَا کَانَ مُجَلَّدَیْنِ کَانَا فِیْ مَعْنَی الْخُفَّیْنِ وَبَعْضُھُمْ رَأٰی اِذَا کَانَا صَفِیْقَیْنِ ثَخِیْنَیْنِ: (تُحْفَۃُ الْاَحْوَذِیْ)

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہاء نے جرابوں پر مسح کے لیے کچھ شرطیں لگائی ہیں تاکہ وہ موزوں کے حکم میں ہوکر ان احادیث کے ضمن میں داخل ہوجائیں جو موزوں

کی بابت وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا بعض نے شرط لگائی کہ ان پر چمڑا لگا ہو اور بعض نے کہا کہ موٹے سخت کپڑے کی ہوں تو مسح جائز ہے۔ ایک اور دوسری جگہ پر علامہ نے خود اس تفصیل کو راجح قرار دیا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔ (بخاری: المسح علی الخفین)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موزوں کے مسح پر تمام صحابہ متفق ہیں اور یہ مسئلہ ستر سے زیادہ صحابہ سے منقول ہے اور جس کسی نے اس مسئلہ میں مخالفت کی۔ ان کی موافقت بھی منقول ہے"۔ (فتح الباری ج ۱ صـ ۳۰۵ باب المسح علی الخفین)

(۵۹) **مدت مسح:** مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے۔

قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیَہُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَیَوْمًا وَّلَیْلَۃً لِّلْمُقِیْمِ"۔

(مسلم: التوقیت فی المسح علی الخفین)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں مقرر فرمائی اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات۔

(۶۰) **مسح کا طریقہ:** ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر تین انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر کی طرف کھینچے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: "لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالرَّأْیِ لَکَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰی بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاہُ وَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَمۡسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيۡهِ۔

(قَالَ فِي التَّلۡخِيۡصِ اِسۡنَادُهٗ صَحِيۡحٌ)

(ابوداؤد: کیف المسح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دینی مسائل کی بنیاد صرف عقل پر ہوتی تو موزے کا زیریں حصہ بالائی حصہ کی نسبت مسح کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے بالائی حصہ پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

جرابوں پر مسح کا بیان

(۶۱) (۱) اونی، سوتی، نائیلون وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں[ل] چونکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ لہذا جرابوں پر مسح کرنے سے وضو صحیح نہ ہوگا۔ نتیجۃً نماز نہیں ہوگی۔

ل اس اہم مسئلہ میں چونکہ عام لوگ غلطی میں مبتلا ہیں لہذا ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

جرابوں پر مسح کے جواز میں چھ قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ عَنۡ مُغِيۡرَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الۡجَوۡرَبَيۡنِ وَالنَّعۡلَيۡنِ۔ (ترمذی)

۲۔ عَنۡ اَبِيۡ مُوۡسٰى اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الۡجَوۡرَبَيۡنِ وَالنَّعۡلَيۡنِ۔ (بیہقی۔ ابن ماجہ)

۳۔ عَنۡ بِلَالٍ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَمۡسَحُ عَلَى الۡخُفَّيۡنِ وَالۡجَوۡرَبَيۡنِ۔ (طبرانی)

قَالَ الْمُبَارَكْفُورِيُّ وَالْحَاصِلُ عِنْدِيْ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ بَابِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مَّرْفُوْعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ۔

(تحفۃ الاحوذی ج ا صـ ۳۳۳)

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پوری تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جرابوں پر مسح کرنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو محدثین کی جرح و تنقید سے خالی ہو۔

۴۔ قَالَ ابْنُ حَجَرَ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيْ بِسَنَدَيْنِ، رُوَاةُ اَحَدِهِمَا ثِقَاتٌ۔

۵۔ اِسْتَدَلَّ ابْنُ الْقَيِّمِ بِعَمَلِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ۔

۶۔ عَنْ ثَوْبَانٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا اِلَيْهِ مَا اَصَابَهُمْ مِّنَ الْبَرْدِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ۔ (ابوداود)

ذیل میں ان دلائل کا ترتیب وار جائزہ بحوالہ تحفۃ الاحوذی پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل کا جائزہ عَنْ مُغِيْرَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ۔ علماء محدثین رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے قطعاً استدلال نہیں کیا جاسکتا چونکہ

۱۔ امام بیہقی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث منکر ہے۔ سفیان ثوری عبدالرحمن ابن مہدی۔ امام احمد بن حنبل، ابن المدینی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابوقیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ چونکہ سب نے صرف موزوں پر مسح کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا ابوقیس

مشہور غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلوی ؒ سے پوچھا گیا کہ اونی، سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں.... ؟ وہ جواب کے شروع میں لکھتے ہیں "مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں

وہذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

۲۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں لہذا امام ترمذی کا یہ کہنا قبول نہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۔ عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میرے نزدیک غیر مقبول ہے۔

۴۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ کسی ایک راوی نے بھی ابوقیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا حضرت مغیرۃ سے صحیح طور پر صرف موزوں پر مسح کرنا منقول ہے۔

۵۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے چونکہ حضرت مغیرۃ سے جو مشہور روایت منقول ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا منقول ہے۔ اس میں جرابوں کا تذکرہ نہیں ہے۔

۶۔ حضرت علی ابن المدینی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حضرت مغیرہ سے اہل مدینہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے نقل کیا، لیکن جب ہذیل نے نقل کیا تو اس میں جرابوں پر مسح کا اضافہ کر دیا اور سب لوگوں کی مخالفت کی۔

۷۔ علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں کہ ابوقیس نے تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ نیز بہت سے علماء حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے باوجودیکہ انہیں ثقہ راوی کی زیادتی والا مسئلہ معلوم تھا۔ لہذا میرے نزدیک ان کا ضعیف قرار دینا مقدم ہے۔ ترمذی کے حسن صحیح کہنے پر۔ (تحفۃ الاحوذی)

دوسری دلیل کا جائزہ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ وَالنَّعْلَیْنِ۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

۱۔ علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں کہ عیسٰی بن سنان کو اختلاط ہو جایا کرتا تھا وہ ضعیف الحدیث ہے۔

ہے. کیونکہ اس کی صحیح دلیل نہیں اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں. (آگے خدشات کا ذکر ہے...)

۲۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں دو کمزوریاں ہیں۔ (۱) امام احمد، ابن معین، ابو زرعۃ نسائی نے علیسٰی کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۳۔ نیز امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عبد الرحمٰن کا سماع ابو موسٰی سے ثابت نہیں لہذا روایت منقطع ہے۔

۴۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ روایت نہ تو متصل ہے نہ قوی ہے۔

تیسری دلیل کا جائزہ عَنْ بِلَالٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَالْجَوْرَبَیْنِ۔ (طبرانی)

۱۔ زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

۲۔ حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے، بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔

۳۔ اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے۔ اس نے عَنْعَنَ سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔

چوتھی دلیل کا جائزہ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ بِسَنَدَیْنِ رُوَاۃُ اَحَدِہِمَا ثِقَاتٌ۔

۱۔ علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں، گو کہ اس روایت کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں بھی اعمش راوی ہے جو کہ مدلّس ہے اور اس نے عَنْعَنَ سے روایت کی ہے اور مدلّس راوی کا عنعنہ قبول نہیں ہے۔

۲۔ تمام راوی ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس روایت کا متن بھی صحیح ہو۔ چونکہ یہاں ثقہ راوی مدلّس ہے اور وہ اپنے استاد سے عنعنہ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔

وَالْحَاصِلُ اَنَّهُ لَمْ يَقُمْ عَلٰى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَةِ الْمَسْئُوْلَةِ عَنْهُ دَلِيْلٌ لَّا مِنَ الْكِتَابِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ وَلَا مِنَ الْاِجْمَاعِ وَلَا مِنَ الْقِيَاسِ الصَّحِيْحِ كَمَا عَرَفْتَ۔

الغرض مندرجہ بالا جرابوں پر مسح کی کوئی دلیل نہیں، نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے نہ اجماع سے اور نہ قیاس صحیح سے جیسے کہ آپ نے دیکھ لیا۔

(محمد نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۲۷ و ص ۳۳۲)

پانچویں دلیل کا جائزہ

اِسْتَدَلَّ ابْنُ الْقَيِّمِ بِعَمَلِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ۔

۱۔ علامہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح کی بابت بہت سی احادیث منقول ہے جن کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ اس معیار کی احادیث کی وجہ سے ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ان پر بھی عمل کیا گیا۔ جب کہ جرابوں پر مسح کی بابت جو روایات منقول ہیں ان پر جو تنقید ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں پس اس قسم کی ضعیف روایت کی وجہ سے ظاہر قرآن کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے۔

۲۔ بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو جرابیں استعمال فرماتے تھے۔ وہ اتنی باریک نہ ہوتی تھیں کہ پاؤں پر خود بخود ٹھہر نہ سکیں۔ اور ان کو پہن کر طویل مسافت پیدل طے نہ ہو سکے۔ بلکہ وہ موٹی اور سخت ہوا کرتی تھیں۔ جو موزوں کے حکم میں تھیں۔ لہٰذا وہ موزوں پر مسح والی احادیث کے ضمن میں شامل ہیں اور میرے نزدیک یہی بات واضح ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان حضرات نے جن جرابوں پر مسح کیا وہ موزوں کی مانند تھیں۔

الغرض جب حضرات صحابہ کی جرابوں کی تفصیل معلوم ہوگئی تو اب موٹی باریک ہر قسم کی جراب پر مسح کو جائز کہنا صحیح نہیں رہا۔

چھٹی دلیل کا جائزہ

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(ب) نیز یہ صورتحال ایک سخت وعید کے ضمن میں آئی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے وضو میں ایڑیوں کو نہیں دھویا۔ تو آپ نے فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا اِلَيْهِ مَا اَصَابَهُمْ مِّنَ الْبَرْدِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْسَحُوْا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ۔

بعض حضرات تساخین کے لفظ سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں۔

۱۔ یہ حدیث منقطع ہے ابن ابی الحاکم کتاب المراسیل ص۲۲ میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں کہ راشد بن سعد کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔ (ملخص تحفۃ الاحوذی ج ا ص۳۳۳ تا ص۳۴۰)

۲۔ نیز لغۃً بھی تساخین کے تین معنے کئے گئے ہیں۔ لہذا صرف جرابوں کے مسح پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

۱۔ ابن اثیر کتاب النہایۃ میں فرماتے ہیں کہ تساخین سے مراد موزے ہیں۔

۲۔ حمزہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ یہ ٹوپی کی ایک قسم ہے۔ علماء اسے پہنا کرتے تھے۔

۳۔ دوسرے علماء لغت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے پاؤں کو گرمایا جائے چاہے وہ موزے ہوں، جراب ہو یا کوئی اور چیز۔

۴۔ بلوغ المرام میں اس روایت کے بعد خود راوی کی وضاحت موجود ہے کہ تساخین سے مراد موزے ہیں۔ (بلوغ المرام: مسح علی الخفین)

الغرض اسی لئے علامہ مبارک پوریؒ بھی فرماتے ہیں کہ۔

وَالْحَاصِلُ عِنْدِيْ اَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ بَابِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مَّرْفُوْعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ۔ (تحفۃ الاحوذی ج ا ص۳۳۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کے بارہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں جو جرح و تنقید

"وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔ (مسلم: وجوب غسل الرجلین)

"ایسی خشک ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہو آگ سے..."

جب ایڑیاں خشک رہ جانے پر اتنی سخت وعید ہے تو جرابوں پر مسح کرنے سے پورا پاؤں خشک رہ جاتا ہے۔

تیمم کا بیان

(۶۲) جب وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے۔ یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (مائدہ ۶)

اور اگر تم بیمار ہو جاؤ، یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی طبعی حاجت سے فارغ ہو کر آئے

سے خالی ہو۔

اور خود غیر مقلد عالم مولانا ابوسعد شرف الدینؒ بھی معترف ہیں کہ "یہ (جرابوں پر مسح) نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے، نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین (پاؤں کا دھونا) نصّ قرآنی سے ثابت ہے لہذا خفِّ چرمی (موزہ) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ (ثناء اللہ امرتسری، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۲۳)

یا تم جماع کرتے ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو۔ (وہ یوں کہ) چہرہ اور ہاتھوں پر مٹی مل لو، چونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں حرج میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا، بلکہ وہ تو تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے نیز اس طرح اپنی نعمت کی تکمیل چاہتا ہے۔ تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

(۶۳) **تیمم کا طریقہ:** تیمم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر انھیں جھاڑدیں اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے۔ پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتا ہوا کہنی تک لے جائے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک کھینچتا ہوا لائے۔ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی جانب کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر اسی طرح دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اس کے نیچے بھی ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ چونکہ اگر بال برابر جگہ بھی یونہی چھوٹ گئی تو تیمم صحیح نہ ہوگا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَّاِنِّيْ تَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْرِبْ وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ بِهِمَا اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ۔

(بیہقی، کیف التیمم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا کہنے لگا کہ مجھے غسل جنابت کی حاجت ہوگئی (تو پانی نہ ہونے کے سبب بطور تیمم) میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ہاتھ مار، اور خود دونوں ہاتھ زمین پر مار کر چہرہ کا مسح کیا، پھر دونوں ہاتھ مار کر کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا۔

اوقات نماز

(۶۴) (ا) فجر کا وقت: صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔

ظہر کا وقت: زوال آفتاب سے اشیاء کا سایہ دوگنا ہونے تک رہتا ہے۔

عصر کا وقت: وقتِ ظہر کے اختتام سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

مغرب کا وقت: غروبِ آفتاب سے غروب شفق ابیض تک رہتا ہے۔

عشاء کا وقت: شفق ابیض کے غروب سے طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔

(ب) حضرت بریدہؓ فرماتی ہیں کہ، ایک شخص نے اوقات نماز کی بابت دریافت کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو دن کی نمازیں ہمارے ساتھ پڑھ۔ زوالِ آفتاب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے اذان دی۔ پھر اقامت کہی۔ پھر ابھی سورج سفید ہی تھا کہ حضرت بلالؓ نے آپ کے حکم سے عصر کی اذان و اقامت کہی۔ پھر غروب آفتاب پر مغرب کی اور غروبِ شفق پر عشا کی نماز پڑھی۔

دوسرے دن حضرت بلالؓ نے آپ کے ارشاد کے مطابق ظہر کو مؤخر کیا تا آنکہ موسم نسبتاً ٹھنڈا ہوگیا اور عصر کی نماز کو پہلے دن سے مؤخر کیا تاہم سورج ابھی بلند ہی تھا اور مغرب کی نماز غروب شفق سے پہلے پڑھی جب کہ عشاء کو رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کیا اور فجر کی نماز خوب روشنی ہونے پر ادا فرمائی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اوقاتِ نماز کی بابت پوچھنے والا کہاں ہے؟ سائل حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا، ان اوقات کے درمیان تمہاری نمازوں کا وقت ہے۔

(مسلم اوقات الصلوٰۃ الخمس)

(ج) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَافِعٍ اَنَّہٗ سَأَلَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَنَا اُخْبِرُکَ. صَلِّ

اَلظُّهْرُ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرُ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبُ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ يَّعْنِي الْغَلَسَ۔

(مؤطا مالکؒ ۔ باب وقوت الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن رافع نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا ۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں ۔ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کر اور جب یہ سایہ دوگنا ہو جائے تو عصر کی نماز ادا کر اور غروب آفتاب پر مغرب کی نماز پڑھ ۔ جبکہ عشاء کا وقت رات کے تہائی حصہ تک ہے اور فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر۔

ظہر کا مسنون و مستحسن وقت

(۶۵) (ا) نمازوں کے مجموعی اوقات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے مسنون و مستحب وقت کو بھی بیان کر دیا جائے۔

موسم سرما ہو تو زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر کا جلد ادا کرنا مسنون ہے جب کہ گرمی کے موسم میں اتنی تاخیر مسنون ہے کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے۔

(ب) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرمیوں کا عمل۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ ، اَبْرِدْ ، اَوْ قَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ۔ (بخاری ۔ باب ابراد الظہر فی شدۃ الحر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤذن بارگاہ رسالت نے ظہر کی اذان دینا

چاہی تو ارشاد نبوی ہوا، موسم کو ٹھنڈا ہونے دو، ٹھنڈا ہونے دو، یا فرمایا، مزید انتظار کرو۔ مزید انتظار کرو، چونکہ گرمی کی شدت جہنم کے اثرات میں سے ہے لہذا جب گرمی شدت اختیار کر جائے تو موسم ٹھنڈا ہونے پر نماز پڑھا کرو (یونہی ہم نماز کو مؤخر کرتے رہے) تا آنکہ ہمیں ٹیلوں کے سائے بھی نظر آنے لگے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا الصَّلٰوةَ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ۔ (مسلم: استحباب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو چونکہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔

نیز امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس موضوع کی روایات حضرت ابو سعیدؓ حضرت ابوذرؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت صفوانؓ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت بن عباسؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (ترمذی: تاخیر الظہر)

(ج) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سردیوں کا عمل۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّهْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ۔ (وہو احسن حدیث فی الباب)

(ترمذی: ماجاء فی تعجیل ظہر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا کَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ۔

(نسائی: تعجیل الظہر فی البرد) ؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ گرمیوں میں نماز تاخیر سے۔ اور سردیوں میں جلدی پڑھتے۔

عصر کا مسنون وقت

۶۶ (ا) جب ہر چیز کا سایہ (اصل سایہ کے علاوہ) دوگنا ہوجائے تو عصر کا وقت شروع

لہ الغرض تمام احادیث شریفہ کو پیش نظر رکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سردیوں میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر کرنا پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے لیکن علم حدیث سے سطحی تعلق رکھنے والے بعض لوگ سردی وگرمی میں نماز ظہر جلدی ادا کرتے ہیں، حالانکہ نواب صدیق حسن خانؒ کے صاحبزادہ اور مشہور غیر مقلد مصنف مولانا نور الحسن خانؒ لکھتے ہیں۔

"وافضل اوقات اول وقت ہر نماز است مگر آنچہ دلیل بتخصیص پرداختہ مثل تاخیر عشاء وابراد ظہر در حر۔ (النہج المقبول ص۲۳)

کہ تمام نمازوں کو ابتدائی وقت میں پڑھنا افضل ہے سوائے ان نمازوں کے جن کی تاخیر دلائل سے ثابت ہے جیسے عشاء کو مؤخر کرنا اور نماز ظہر کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنا۔

(ب) نیز علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں۔

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ الصَّلٰوۃُ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِہَا اِلَّا الصَّلٰوۃَ الْعِشَاءِ فَالْاَفْضَلُ تَاخِیْرُہَا عِنْدَ عَدَمِ الْمَشَقَّۃِ وَاِلَّا الصَّلٰوۃَ الظُّہْرِ فَیُبْرِدُ بِہَا فِیْ شِدَّۃِ الْحَرِّ

(نزول الابرار ج ۱ ص۵۷)

کہ ابتدائی وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جب کہ عشاء کو مؤخر کرنا اور گرمیوں میں نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنا بہتر ہے۔

ہوجاتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے، لیکن جب آفتاب بہت نیچا اور زرد ہوجائے تو اس وقت نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(ب)

عَنْ عَلِیِّ بْنِ شَیْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَکَانَ یُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَیْضَاءَ نَقِیَّۃً۔ (ابوداؤد وقت صلاۃ العصر)

حضرت علی بن شیبان کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ بارگاہ رسالت ؐ میں حاضر ہوئے تو آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو مؤخر فرماتے جب تک کہ سورج سفید اور صاف رہتا۔

(ج) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، صَلِّ الظُّھْرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلُکَ وَالْعَصْرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَیْکَ ... الحدیث

(موطا مالکؒ وقت الصلوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہوجائے تو ظہر کی نماز پڑھ اور سایہ دوگنا ہوجائے تو عصر کی نماز پڑھ۔

(د) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کُنَّا نُصَلِّی الْعَصْرَ ثُمَّ یَذْھَبُ الذَّاھِبُ اِلٰی قُبَاءَ فَیَأْتِیْھِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَۃٌ (مسلم، استحباب التبکیر بالعصر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکتے۔ پھر قبا جانے والا جب وہاں پہنچتا تو سورج ابھی اونچا ہی ہوتا۔

مغرب کا مسنون وقت

(۶۷) آفتاب غروب ہوتے ہی نماز مغرب کی ادائیگی مسنون ہے اور بلا عذر تاخیر مکروہ ہے۔

عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

(بخاری: وقت المغرب)

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج چھپتے ہی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

عشاء کا مسنون وقت

(۶۸) تقریباً ایک تہائی رات تک مستحب وقت ہے، اسی وقت میں رہتے ہوئے جس قدر زیادہ تاخیر ہو وہ مسنون ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِيْ لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ۔ (حسن صحیح) ترمذی، تاخیر صلوۃ العشاء)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں انھیں ضرور حکم دیتا کہ نماز عشاء کو رات کے ایک تہائی یا نصف حصہ تک مؤخر کیا کریں"۔

فجر کا مسنون وقت

(۶۹) فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے، اگر اس وقت کے دو حصے کئے جائیں تو اصطلاح شریعت میں پہلا نصف حصہ غلس اور دوسرا اسفار کہلاتا ہے۔ اکثر و بیشتر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسفار میں نماز پڑھتے تھے۔ نیز آپ کا

فرمان ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَیْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ۔ (حسن صحیح) (ترمذی، ماجاء فی الاسفار بالفجر)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز کو خوب روشنی ہونے پر (اسفار میں) پڑھو کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

نواب صدیق حسن خان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

پس بدرستیکہ اسفار بہ فجر بزرگ تراست برای فرد و ثواب شمازیرا کہ ثواب نماز بقدر ثواب جماعت است و جماعت در اسفار زیادہ می باشد از تغلیس غالباً (مسک الختام ج ۱ ص ۲۴۳)۔

یہ صحیح ہے کہ فجر کی نماز اسفار کی حالت میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ نماز کا ثواب جماعت کے ثواب کی مناسبت سے ہوتا ہے اور اسفار میں نماز پڑھنے سے عموماً شرکار جماعت کی تعداد غلس میں نماز پڑھنے کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔

(ب) **اسلاف امت کا عمل**: قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِلَالٌ وَاَنَسٌ، قَتَادَۃُ بْنُ نُعْمَانَ، وَجَابِرُ بْنُ مَسْعُوْدٍ، اَبُوْھُرَیْرَۃَ حَوَّاءُ الْاَنْصَارِیَّۃِ عَلَیْہِ عَمَلُ اَکْثَرِ الصَّحَابَۃِ: وَقَدْ رَءَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ الْاَسْفَارُ بِصَلَاۃِ الْفَجْرِ۔

(ترمذی: باب ماجاء فی الاسفار بالفجر)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت رافع کی اس روایت کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت قتادی رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت حوار رضی اللہ عنہا نے بھی نقل کیا ہے اور اسی پر جمہور حضرات صحابہ کا عمل

تھا اور اکثر صحابہ اور تابعین نماز فجر کو اسفار میں پڑھنے کے قائل تھے۔

اَوقاتِ مکرُوھہ

(٧٠) مندرجہ ذیل اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(ا) فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک نوافل پڑھنا مکروہ ہیں، البتہ فوت شدہ فرض نماز کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) طلوع آفتاب سے اس کے بلند ہونے تک (یہ تقریباً بیس منٹ کا وقت ہے) اس دوران نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ حتی کہ فرض نماز کی قضا بھی جائز نہیں۔

(ج) زوال کے وقت بھی نوافل و فرائض پڑھنا مکروہ ہے۔

(د) عصر کی نماز کے بعد سے دھوپ کے زرد ہونے تک نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

(س) دھوپ زرد ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک نوافل و فرائض پڑھنا مکروہ ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِیِّ وَفِیْهِ فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهٗ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیْ شَیْطٰنٍ، وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِیْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ، فَاِذَآ اَقْبَلَ الْفَیْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ

الصَّلٰوةِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ۔

(مسلم: الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا)

حضرت عمرو سلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے ایسی چیز بتلائیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہو اور مجھے معلوم نہ ہو، خاص طور پر نماز کے متعلق بتلائیے"۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "صبح کی نماز پڑھ کر کوئی اور نماز پڑھنے سے رکے رہو تا آنکہ آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جائے۔ چونکہ آفتاب شیطن کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت سورج پرست کفار اسے سجدہ کرتے ہیں"۔

جب سورج کچھ بلند ہو جائے تو پھر نماز پڑھو، چونکہ ہر نماز بارگاہِ الٰہی میں پیش کی جاتی ہے البتہ جب نیزہ بے سایہ ہو جائے (زوال کے وقت) تو نماز نہ پڑھو، چونکہ یہ جہنم کو دہکانے کا وقت ہے اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو پھر نماز پڑھو چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے۔ جب عصر کی نماز پڑھ چکو تو پھر دوسری نماز سے رک جاؤ تا آنکہ سورج ڈوب جائے چونکہ سورج شیطن کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت سورج پرست کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ لہ

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَاصَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ۔

(بخاری، لایتحری الصلوٰۃ قبل الغروب)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، "صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے بلند ہونے تک اور کوئی نماز نہیں ہے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک اور کوئی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

اذان کا بیان

(۷۱) اذان کی فضیلت و اہمیت

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمِّهٖ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوْهُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(مسلم، باب فضل الاذان)

حضرت طلحہ کے چچا کہتے ہیں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ مؤذن نے آکر نماز کی اطلاع دی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اذان دینے والوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے لمبی ہوں گی۔"

(۷۲) تاریخ اذان

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کے لئے کون سا طریقہ عمل میں لایا جائے؟ اس دور کے وسائل کے مطابق بعض نے یہ رائے دی کہ "جب نماز کا وقت آئے تو پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلادی جائے یہ دیکھ کر ہم سب جمع ہو جایا کریں گے۔" بعض نے کہا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر یا گلیوں میں گھوم

لہ طلوع آفتاب کے وقت ہر بستی کا بڑا شیطان اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج اس کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا نظر آئے تاکہ وہ دیگر شیاطین و جنات کو تاثر دے سکے کہ یہ سورج پرست عناصر مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

کر کوئی بلند آواز شخص نماز کا اعلان کرے، بعض نے ناقوس کی آواز پر جمع ہونے کا مشورہ دیا۔

ایک رات حضرت عبداللہ بن زید اور بعض دیگر حضرات صحابہ کو خواب میں اذان کا منظر دکھایا گیا۔ انہوں نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپؐ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو اسی نہج پر اذان دینے کا حکم دیا۔

قرآن کریم نے اس طریق کار کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ○ (سورۃ المائدہ نمبر ۵۸)

اور جب تم لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے ہو تو یہ لوگ (اس آواز پر لبیک کہنے کی بجائے) اس کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

(۷۳) کلمات اذان

(۱) اذان کے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و متعین ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ہیں۔ آپ کی حیات طیبہ میں یہی اذان حرمین شریفین کی فضاؤں میں گونجتی رہی۔ حضرات صحابہ و تابعین و اسلاف امت کا مسلسل عمل گواہ ہے کہ انھوں نے اسی اذان کو اپنائے رکھا اور اس میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم و اضافہ نہ کیا۔ [۱]

---

[۱] ہمارا ایمان ہے کہ ہماری نجات اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت اور اولیاء و اسلاف اور فقہاء امت کی مکمل اتباع میں ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مسلک یہی ہے۔ لہذا ہمیں صرف وہی اذان دینی چاہئے جو مسنون و منقول ہے۔ بعض شیعہ نے اذان کی وسط میں اور بعض مبتدعین نے اذان کے شروع میں جو اضافہ کیا ہے وہ قرآن و سنت کی رو سے صحیح نہیں ہے۔

صاحب مجالس فرماتے ہیں:۔

قَدْ غُيِّرَتْ هٰذِهِ السُّنَّةُ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فِيْ أَكْثَرِ الْبُلْدَانِ لِاَنَّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اظہار محبت کے لئے بعض شیعہ نے اذان میں اشہدان امیر المومنین وامام المتقین علیاً ولی اللہ الخ وغیرہ کلمات کا اضافہ کیا، ذخیرہ احادیث میں کہیں ان الفاظ کا پتہ نہیں ملتا، نیز داخلی شہادت کے طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ دور نبوی میں موجود نہ تھے۔ اس کے بعد خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود نہ تھے خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے۔

خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود نہ تھے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ وہی اذان دی جائے جو ان کے دور خلافت میں دی جاتی تھی۔

لہذا ایسے الفاظ جو خیر القرون میں نہیں یقیناً سیاسی یا مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ ہیں اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مشہور شیعہ محقق شیخ طوسی نے کتاب الاستبصار کے باب عدد الفصول فی الاذان والاقامۃ (کلمات اذان واقامت) کی حدیث نمبر ۲، ۳، ۴، ۵ میں کلمات اذان واقامت کا ذکر کیا ہے لیکن مندرجہ بالا کلماتِ شہادت کا ذکر نہیں۔

(محمد بن حسن طوسی الاستبصار ج ا ص ــــ)

بلکہ شیعہ کے رئیس المحدثین ابو جعفر محمد علی الصدوق المتوفی ۳۸۱ھ نے مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ الْفَقِيْهُ بَابُ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ کی حدیث نمبر ۳۵ میں پوری اذان درج کی ہے جس میں حی علی الفلاح کے بعد صرف حی علی خیر العمل کا اضافہ ہے اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔

"قَالَ مُصَنِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ هٰذَا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ فِيْهِ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ وَالْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَّزَادُوْا فِي الْاَذَانِ مُحَمَّدٌ وَّاٰلُ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ

اَهْلُهَا يُؤَذِّنُوْنَ بِاَنْوَاعِ النَّغْمَاتِ وَالْاِلْحَانِ ..... ثُمَّ اَنَّهُمْ لِحِرْصِهِمْ عَلَى التَّغَنِّيْ لَمْ يَكْتَفُوْا بِكَلِمَاتِ الْاَذَانِ بَلْ زَادُوْا عَلَيْهَا بَعْضَ الْكَلِمَاتِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ مَشْرُوْعًا بِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَانَ مِنْ اَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَاَجَلِّهَا لٰكِنْ اِتِّخَاذُهَا عَادَةً فِي الْاَذَانِ عَلَى الْمَنَارَةِ لَمْ يَكُنْ مَشْرُوْعًا اِذْ لَمْ يَفْعَلْهَا اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ

وَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدَلَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا مَّرَّتَيْنِ، وَلَا شَكَّ فِيْ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا وَّاَنَّ مُحَمَّدًا وَّاٰلَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلٰكِنْ لَّيْسَ ذٰلِكَ فِيْ اَصْلِ الْاَذَانِ ......

(۲) اَبُوْ جَعْفَرُ الصَّدُوْقُ: فَقِيْهُ مَّنْ لَّا يَحْضُرُ الْفَقِيْهِ - ج ۱ ص ۱۸۸

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ یہی وہ صحیح اذان ہے جس میں کمی بیشی جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ شیعہ کے فرقہ مفوضہ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے احادیث گھڑی ہیں اور اذان میں محمد وآل محمد خیر البریہ کا اضافہ کیا ہے اور بعض میں انہوں نے اشہد ان محمد ارسول اللہ کے بعد اشہد ان علیًا ولی اللہ کا جملہ دو دفعہ بڑھالیا ہے۔ جب کہ بعض نے اشہد ان علیًا امیر المومنین حقًا کا جملہ دو دفعہ بڑھایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علی اللہ کے ولی ہیں اور وہ برحق امیر المؤمنین ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل مخلوق میں بہتر ہیں، لیکن یہ کلمات اذان کا حصہ بالکل نہیں۔

الغرض سابقہ تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ شہادت علی کے مروجہ کلمات اذان کا حصہ نہیں، بلکہ شیعہ محدث نے تو ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔

وَالتَّابِعِيْنَ وَلَاغَيْرُهُمْ مِّنْ اَئِمَّةِ الدِّيْنِ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّضَعَ الْعِبَادَاتِ اِلَّافِيْ مَوَاضِعِهَا الَّتِيْ وَضَعَهَا فِيْهَا الشَّرْعُ وَمَضٰى عَلَيْهَا السَّلَفُ اَلَاتَرٰى اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ مَعَ كَوْنِهَا مِنْ اَعْظَمِ الْعِبَادَاتِ لَايَجُوْزُ لِلْمُكَلَّفِ اَنْ يَّقْرَءُهَا فِي الرُّكُوْعِ وَلَافِي السُّجُوْدِ وَلَافِي الْقَعْدَةِ لِاَنَّ كُلًّا مِّنْهَا لَيْسَ مَحَلًّا۔

(مجالس الابرار ص ۳۰۷)

آج کل اکثر مقامات پر مسنون اذان میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ اولاً تو یوں کہ مؤذن لوگ اذان کے کلمات کو گا گا کر مختلف لہجوں میں ادا کرتے ہیں۔ پھر جب راگ ورنگ کے دلدادہ

اب اہل تشیع کی اذان کے ردعمل میں اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف ومنقبت کے طور پر اذان میں اضافہ کرے تو یقیناً یہ اضافہ بھی بدعت اور غیر مسنون شمار ہوگا چونکہ اسلام نے سنت وبدعت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ مسلک ومشرب اور شخصیات کی جکڑ بندیوں سے بالاتر ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سنی بھی اسلامی عبادات میں اضافہ کرے گا تو یہ اضافہ بدعت اور خلاف سنت شمار ہوگا۔

اذان سے پہلے درود

پاک وہند میں بعض مبتدعین نے اذان سے قبل درود شریف کا اضافہ کیا۔

۱۔ **جائزہ از روئے قرآن:** ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب ۵۶)

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام پڑھا کرو۔ یہ آیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور کون ہے جو آپ سے زیادہ بڑھ کر اس کے مفہوم ومراد سے واقف ہو۔ آپ نے حسب عادت یہ آیت بھی حضرات صحابہ کو سمجھائی۔ صحابہ نے آپ کی تعلیمات کے مطابق اس پر عمل کیا: اگر اس آیت کے مفہوم میں اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بھی

طبقہ کے ذوق کی تکمیل نہ ہوئی تو انہوں نے اذان کے موجودہ کلمات کو ناکافی سمجھا اور درود شریف کا اضافہ کرلیا (اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوپاک میں اذان سے قبل یہ اضافہ لاؤڈ سپیکر کے بعد کی پیداوار ہے) گو کہ درود شریف کا پڑھنا قرآن وسنت کی رو سے مستحسن اور بہت بڑی عبادت ہے، لیکن اسے اذان کا جزو بنا لینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر ائمہ وفقہا امت میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ شریعت اسلامیہ نے عبادات کو جس مقام وجس کیفیت پر رکھا ہے خصوصاً جس پر اسلاف

ہوتا تو یقیناً آپ ضرور بتلاتے اور حضرات صحابہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن آپ کی حیات طیبہ میں اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ قرآنی مفاہیم سے بخوبی واقف تھے۔ جن میں ابن عباسؓ جیسے سید المفسرین بھی موجود تھے۔ اس کے باوجود حضرات صحابہ نے اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا معلوم ہوا کہ اذان سے قبل درود شریف قرآنی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔ اب اگر اس درود میں کوئی شخص اس درود کو آیت کے مفہوم میں داخل کرے تو بارگاہ الٰہی کی گستاخی ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذان کے جو کلمات عطا ہوئے۔ ان میں ایک چیز کی کمی تھی جسے اب پورا کیا گیا۔ نیز اس سے بارگاہ رسالت کی گستاخی ہوگی کہ یا تو اللہ کے رسولؐ کو آیت کا مکمل مفہوم معلوم نہ تھا یا معلوم تھا، مگر آپ نے امت کو نہیں بتلایا نیز یہ کہ آپ کی حیات طیبہ میں جو اذان دی جاتی تھی وہ قدرے قابل اصلاح تھی اور درود شریف کے اضافے کی متقاضی تھی۔

نیز اس سے شان صحابہ میں گستاخی ہوگی کہ یا تو وہ قرآنی مراد سے ناواقف تھے یا واقف ہونے کے باوجود انہوں نے اس محبوب عمل کو چھوڑے رکھا۔

<u>جائز از روئے سنت</u>:۔ (۱) مسنون اذان کی تمام تفصیلات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادی تھیں۔ موذن کا انتخاب۔ اذان کے دوران جواب۔ اذان کے بعد کی دعا وغیرہ۔

امت کا عمل جاری ہے اس میں تبدیلی کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ۔ تلاوۃ کلام پاک باوجودیکہ بہت بڑی عبادت ہے لیکن کسی شخص کے لئے جائز

اگر اذان سے قبل درود شریف مسنون و مستحب ہوتا تو آپ امت کو یہ بھی بتادیتے۔ لیکن ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہمیں بھی وہی اذان پسند ہو جو خود آپؐ کو پسند تھی۔ ہم وہی مسنون اذان دیں جو آپؐ کی حیات طیبہ میں حرمین شریفین و دیگر مساجد کی مقدس فضاؤں میں گونجتی رہی۔

(ب) عشق و محبت کے زبانی داعی نہیں بلکہ کردار و عمل کے غازی اپنے تن من دھن کو قربان کردینے والے سچے محب اور عاشق رسولؐ تمام حضرات صحابہؓ تھے اگر اذان میں یہ اضافہ کسی درجہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا سبب ہوتا تو سب سے پہلے یہ کام حضرات صحابہؓ کرتے خصوصًا بارگاہِ رسالت کے مؤذنین جن میں حضرت بلالؓ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ چونکہ وہ بارگاہ رسالت کے مزاج آشنا تھے۔

لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سچی محبت کے تقاضوں کو پورا کیا کہ وہی مسنون اذان دیتے رہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ الغرض اذان میں اس اضافہ کو محبت کا لبادہ اڑھانے کی کوشش نہیں کی جاسکتی۔

(ج) اذان میں اس قسم کا اضافہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ سنت رسولؐ کے دلدادہ حضرات صحابہ تو عام مسنون اوراد و اذکار میں بھی ذرہ بھر آمیزش کو برداشت نہ کرتے تھے گو کہ وہ آمیزش بظاہر کتنی ہی دلآویز ہو۔ ملاحظہ فرمائیں۔ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ

نہیں کہ وہ رکوع سجدہ یا قعدہ، میں قرآن پڑھے چونکہ ان میں سے کوئی جگہ بھی تلاوت کا محل نہیں ہے۔"

نَقُوْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے چھینک مار کر کہا، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ اس پر فوراً ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حمد وسلام کا تو میں بھی قائل ہوں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا نہیں سکھایا، آپ نے بتلایا کہ ہم اس موقع پر صرف الحمد للہ کہا کریں

غور طلب امر یہ ہے کہ بذات خود والسلام علی رسول اللہ کوئی قابل اعتراض جملہ نہیں جب ایک صحابی رسول کو ایک عام مسنون ذکر الحمد للہ پر السلام علی رسول اللہ کا اضافہ منظور نہیں تو خود صاحب سنت صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان جیسے اہم معاملہ میں الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کا اضافہ کیونکر منظور ہو گا۔

<u>علمائے امت اور علماء بریلویہ کا تجزیہ</u>:۔ گذشتہ سطور سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی، کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان سے پہلے اور بعد یہ اضافہ نہیں تھا اس طرح خلافت راشدہ، خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ اور پھر قریب زمانہ میں خلافت عثمانیہ تک اذان اپنی اصلی حالت میں باقی رہی اور اس دوران آٹھویں صدی میں بعض لوگوں نے اذان میں اضافہ کیا تو علماء امت نے ان کو سختی سے روک دیا اور اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا، ملاحظہ ہو، علامہ ابن حجر مکی ہیثمی لکھتے ہیں:۔ وَرَدَتْ اَحَادِيْثُ اُخَرُ نَحْوَ تِلْكَ الْاَحَادِيْثِ سَابِقَةٌ وَّلَمْ نَرَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْهَا التَّعَرُّضُ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْاَذَانِ وَلَا اِلٰى مُحَمَّدٍ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بَعْدَهٗ وَلَمْ نَرَ اَيْضًا فِيْ كَلَامِ اَئِمَّتِنَا تَعَرُّضًا لِذٰلِكَ اَيْضًا فَحِيْنَئِذٍ كُلٌّ وَّاحِدٍ مِّنْ هٰذَيْنِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ فِيْ مَحَلِّهِ الْمَذْكُوْرِ فِيْهِ فَمَنْ اَتٰى بِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِيْ ذٰلِكَ مُعْتَقِدًا سُنِّيَّتَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْمَحَلِّ الْمَخْصُوْصِ

(د) صاحب مجالس کا یہ اصول بڑا وزنی اور واضح ہے کہ جن عبادات کی کیفیت وحیثیت متعین ہے ان میں حذف یا زیادت کا اختیار کسی کو نہیں۔ اس کی ایک اور واضح

نُهِيَ عَنْهُ وَمُنِعَ مِنْهُ لِاَنَّهُ تَشْرِيْعٌ بِغَيْرِ دَلِيْلٍ وَّمَنْ شَرَعَ بِلَا دَلِيْلٍ يُزْجَرُ عَنْ ذٰلِكَ يَنْهٰى عَنْهُ۔ (الفتاویٰ الکبریٰ الفقهیة، ج ۱ ص ۱۳۱) اس قسم کی اور احادیث بھی ہیں لیکن کسی بھی حدیث میں اذان سے قبل درود شریف اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ کہنے کا ذکر تک نہیں نیز ہمارے ائمہ کے کلام میں بھی اس مسئلہ کا نشان نہیں ملتا، اس طرح یہ دونوں چیزیں اذان میں مسنون نہیں ہیں، لہٰذا جو شخص بھی اس مقام پر یہ عمل سنت سمجھ کر کرے گا۔ اسے روکا جائے گا، چونکہ یہ تو بلادلیل ایک مسئلہ کو شریعت کیطرف منسوب کرنا ہے اور ایسا کرنے والے کو سختی کے ساتھ روک دیا جائے گا علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لکھتے ہیں: اذان کے کلمات مقرر ہیں۔ اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کریم کی آیت بلافصل ملانا بدعت ہے اور عبادت میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے، اذان کے ساتھ اول درود شریف کو لازم قرار دینا یا اہل سنت کا شعار بنانا بھی بدعت ہے اور عبادت معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے (ملخص) فتویٰ مفتی محمد حسین نعیمی، جامعہ نعیمیہ، لاہور۔ انوار الصوفیہ میں ہے: قرون اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان سے پہلے بلند آواز سے تسمیہ یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع نہیں ہے دراصل یہ زوائد وہابیوں دیوبندیوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کئے ہیں، یہ رسم جو اسلام میں معہود نہیں تھی، جہلاء بڑھاتے چلے جارہے ہیں اور علماء کرام خاموش ہیں پتہ نہیں کیا وجہ ہے (ملخص) انوار الصوفیہ (ترجمان آستانہ علی پور شریف) جنوری ۱۹۷۸ء۔ دار العلوم حزب الاحناف کا فتویٰ: فجر ہونے سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ فتویٰ دار العلوم حزب الاحناف لاہور، ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

الغرض اذان سے پہلے یا بعد درود شریف وغیرہ کا اضافہ قرآن وسنت واقوال صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے اور خود بریلوی مکتب فکر کے علمائنے بھی اس کو بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ تمام بریلوی حضرات گروہی رحجانات کو بالائے طاق رکھ کر ان حقیقت پسندانہ تعلیمات پر عمل کریں۔

مثال یہ ہے کہ جو شخص نماز ظہر کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد عمداً درود شریف پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر پڑھے تو سجدۂ سہو کرنا ہو گا۔"

چونکہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں قعدۂ ثانیہ میں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے جہاں درود شریف متعین کیا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹانا جائز نہیں اور جہاں متعین نہیں وہاں بڑھانا جائز نہیں۔

مشہور حنفی محقق علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر شرح ہدایۃ میں اس بات کی تصریح کی ہے ملاحظہ ہو۔ اَوْتَاخِيْرُ الْقِيَامِ اِلَى الثَّالِثَةِ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ عَلَى التَّشَهُّدِ سَاهِيًا وَّلَوْبِحَرْفٍ مِّنَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتح القدیر ج ۱ صـ ۵۰۲)

اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں تاخیر ہو گئی اور بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

مسنون اذان کے کلمات

(۷۴) اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّآ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَّجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا

عَبْدَاللّٰہِ، اَتَبِیْعُ النَّاقُوْسَ؟ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِہٖ؟ فَقُلْتُ "نَدْعُوْبِہٖ اِلَی الصَّلٰوۃِ؛ قَالَ" اَفَلَآ اَدُلُّکَ عَلٰی مَا ھُوَخَیْرٌ مِّنْ ذٰلِکَ؟ فَقُلْتُ بَلٰی؛ قَالَ؛ فَقَالَ، تَقُوْلُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (الحدیث)

(ابوداؤد، باب کیف الاذان) (قال الزیلعی ھذا ثابت صحیح)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ ناقوس بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو ناقوس اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کہا یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا کہ تم اس کو کیا کرو گے؟ میں نے کہا اس سے نماز کے لئے لوگوں کو جمع کریں گے اس نے کہا تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتادوں؟ میں نے کہا ضرور! اس نے کہا اچھا تو پھر تم یہ کہا کرو (ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے (۴ دفعہ) میں (صدق دل) سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی عبادت کے قابل نہیں (۲ دفعہ) میں (صدق دل) سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲ دفعہ) نماز کے لئے آؤ (۲ دفعہ) کامیابی کی طرف آؤ (۲ دفعہ) اللہ سب سے بڑا ہے (۲ دفعہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

(۷۵) فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلوۃ خیر من النوم کہنا چاہیئے۔

عَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ وَفِیْہِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنْ کَانَ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ،

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ۔ (الحدیث)

(قال العظیم آبادی حدیث صحیح) (ابوداؤد، کیف الاذان)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر صبح کی نماز کا وقت ہو تو دو دفعہ الصلوۃ خیر من النوم ۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِی الْفَجْرِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ، اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ۔

(قال البیہقی اسنادہ صحیح)

(بیہقی: التثویب فی اذان الصبح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسنون یہ ہے کہ فجر کی اذان میں مؤذن جب حی علی الفلاح کہہ لے تو الصلوۃ خیر من النوم کہے ۔

اذان کا جواب دینا

(۷۶) اذان کے آداب کا تقاضا ہے کہ اس دوران ادھر ادھر کی بات چیت نہ کرے بلکہ کلمات اذان پر غور کرے اور مؤذن کے ساتھ ساتھ یہ کلمات دھراتا جائے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ ۔

(مسلم: اِسْتِحْبَابُ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ، بخاری: مَا یَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِیْ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو وہی کلمات دھراؤ جو مؤذن کہتا ہے ۔

اذان کے بعد دعا:

(۷۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ، مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ، حَلَّتْ لَهٗ شِفَاعَتِیْ:

(بخاری: اَلدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

دعا یہ ہے۔

" اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ:

اقامت کا بیان

(۷۸) اقامت کے مسنون کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

(ب) مؤذن رسولؐ حضرت ابو محذورۃ کا عمل

عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا مَحْذُوْرَةَ يَقُوْلُ "عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً۔"

(طحاوی، الاقامۃ کیف ھی)

ابن محیریز نے حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ، مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔

واضح رہے کہ ترمذیؒ نے حضرت ابو محذورہؓ سے جو مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں بھی سترہ کلمات اقامت کا ذکر ہے امام ترمذیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(ج) مؤذن رسولؐ حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا۔

عَنْ عُبَیْدٍ مَوْلٰی سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ سَلَمَۃَ بْنَ الْاَکْوَعِ کَانَ یُثَنِّی الْاِقَامَۃَ۔ (طحاوی، اَلْاِقَامَۃُ کَیْفَ ھِیَ؟)

حضرت عبید فرماتے ہیں کہ سلمۃ بن الاکوع اقامۃ کے دوہرے کلمات کہا کرتے تھے (یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ سے آخری اللہ اکبر تک تمام کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے۔

(د) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آخری عمل۔

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدٍ اَنَّ بِلَالاً کَانَ یُثَنِّی الْاَذَانَ وَیُثَنِّی الْاِقَامَۃَ۔

مصنف عبد الرزاق۔ اسنادہ صحیح آثار السنن ج ا ص ۵۳

حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان واقامت

لہ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَۃَ۔

(مسلم: الامر بشفع الاذان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہا کریں۔

لہذا حضرت بلالؓ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہتے تھے، لیکن جب یہ حکم منسوخ ہوا تو پھر آپ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:۔

کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔

(۷۹) تکبیر کہنے والے کے ساتھ انہی کلمات کو دہراتے جانا مسنون ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِی الْاِقَامَۃِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ۔

ثُمَّ ثَبَتَ ھُوَ مِنْ بَعْدُ عَلَی التَّثْنِیَۃِ فِی الْاِقَامَۃِ بِتَوَاتُرِ الْاٰثَارِ فِیْ ذٰلِکَ فَعُلِمَ اَنَّ ذٰلِکَ ھُوَ مَا اُمِرَ بِہٖ۔

(طحاوی: الاقامۃ کیف ھی؟)

پھر حضرت بلالؓ کا مستقل عمل اقامت دہری کہنے کا رہا جس پر روایاتِ متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

خود علامہ شوکانی حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَھُوَ مُتَاَخِّرٌ عَنْ حَدِیْثِ بِلَالِ الَّذِیْ فِیْہِ الْاَمْرُ بِاِیْتَارِ الْاِقَامَۃِ لِاَنَّہٗ بَعْدَ فَتْحِ مَکَّۃَ لِاَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَۃَ مِنْ مُسْلِمَۃِ الْفَتْحِ وَبِلَالًا اُمِرَ بِاِفْرَادِ الْاِقَامَۃِ اَوَّلَ مَا شُرِعَ الْاَذَانُ فَیَکُوْنُ نَاسِخًا وَقَدْ رَوٰی اَبُو الشَّیْخِ اَنَّ بِلَالًا اَذَّنَ بِمِنًی وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَاَقَامَ مِثْلَ ذٰلِکَ اِذَا عَرَفْتَ ھٰذَا تَبَیَّنَ لَکَ اَنَّ اَحَادِیْثَ تَثْنِیَۃِ الْاِقَامَۃِ صَالِحَۃٌ لِلْاِحْتِجَاجِ بِھَا لِمَا اَسْلَفْنَاہُ وَاَحَادِیْثُ اِفْرَادِ الْاِقَامَۃِ وَاِنْ کَانَتْ اَصَحَّ مِنْھَا لِکَثْرَۃِ طُرُقِھَا وَکَوْنِھَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ لٰکِنَّ اَحَادِیْثَ التَّثْنِیَۃِ مُشْتَمِلَۃٌ عَلَی الزِّیَادَۃِ فَالْمَصِیْرُ اِلَیْھَا مَعَ تَاَخُّرِ تَارِیْخِ بَعْضِھَا کَمَا عَرَّفْنَاکَ۔ (شوکانی: نَیْلُ الْاَوْطَار ج ۲ ص۲۴ باب، صفۃ الاذان)

قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا اللّٰہُ وَقَالَ فِی الْاِقَامَۃِ کَنَحْوِ حَدِیْثِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِی الْاَذَانِ۔ (ابوداؤد: مایقول اذا سمع الاقامۃ)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی جب وہ قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ "اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا اللّٰہُ" اور باقی اقامت کا جواب اذان کی طرح دیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہوا۔

حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ والی روایت حضرت بلال رضؓ کی اس روایت سے مؤخر ہے جس میں حضرت بلالؓ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم دیا گیا تھا چونکہ حضرت ابومحذورۃ رضؓ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم شروع شروع میں دیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت ابو محذورۃؓ والی روایت نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا، بلکہ ابوالشیخ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت بلالؓ نے منیٰ میں اذان دی تو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہاں موجود تھے۔ تو وہ اذان و اقامت ایک جیسی تھی اور اس میں دو دو دفعہ کلمات کو دہرایا گیا ہے۔ جب تمہیں یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو واضح ہو گیا کہ جن احادیث میں دہری اقامت کا ذکر ہے وہ دلیل بن سکتی ہیں اور اکہری اقامت والی احادیث طرق مختلفہ اور صحیحین میں وارد ہونے کی وجہ سے گو کہ زیادہ صحیح ہیں لیکن دہری اقامت والی احادیث میں ایک زیادہ چیز کا تذکرہ ہے لہٰذا ان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ خاص طور پر اس لئے بھی کہ ان میں آخری زمانہ کا تذکرہ ہے جیسے کہ ہم بتا چکے ہیں۔

انگوٹھے چومنا

(۸۰) مسنون اذان مسنون اقامت اور اس دوران مسنون اعمال کا ذکر ہوا۔ الغرض جو اعمال بھی مستحسن تھے وہ ہمیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیئے۔ اب اس میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہم اہل سنت وجماعت کو زیب نہیں دیتا کہ یہ شان نبوت میں گستاخی ہے جیسا کہ بعض مبتدعین اذان واقامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومتے ہیں۔ ذخیرۂ احادیث[1] میں کہیں اس کا پتہ نہیں ملتا۔

---

[1] ذخیرۂ قرآن وسنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو جائز ثابت کرنے کے لئے من گھڑت قصوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔

ایک قصہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ جسے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنہ باب المیم میں نقل کر کے خود فرمایا کہ "ولا یصح" یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں ہے۔

علامہ سخاویؒ کی پوری عبارت درج ذیل ہے۔ "ذَكَرَهُ الدَّيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا وَقَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمُلَتَيْنِ السَّبَّابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ، وَلَا يَصِحُّ"

ایک اسی قسم کا قصہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کی بابت خود علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "وَكَذَا مَا اَوْرَدَهُ اَبُو الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الرَّدَّادِ الْيَمَانِيْ الْمُتَصَوِّفُ فِيْ كِتَابِهِ مُوْجِبَاتُ الرَّحْمَةِ وَعَزَائِمُ الْمَغْفِرَةِ

نماز کی مسنون ترکیب

(۸۱) جب نماز پڑھنے لگو تو قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاؤ پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرو، مثلاً یہ کہ فجر کی نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتا ہوں" پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ

بِسَنَدٍ فِيْهِ مَجَاهِيْلُ مَعَ انْقِطَاعِهٖ عَنِ الْخِضَرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةِ، باب المیم)

ترجمہ: "اور اسی طرح وہ قصہ بھی غلط ہے جس کو ابو العباس یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں درج کیا ہے، چونکہ اس کی سند میں بہت سے نامعلوم (مجہول لوگ ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ سرے سے راوی کی ملاقات ہی ثابت نہیں"

ایک اور قصہ حضرت طاؤس کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے شمس بن نصر سے سنا کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومے وہ اندھا نہیں ہوگا۔ خود علامہ سخاوی اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "ولا یصح فی المرفوع من ھذا شیئ"۔ ان سب باتوں میں سے ایک بھی مرفوعاً ثابت نہیں۔

اور جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ انگوٹھے چومنا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں تو آجا کے بعض ضعیف اور مجروح قصے ہیں جن کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل پر رکھی گئی ہے۔ من گھڑت قصے کہانیوں پر نہیں۔ ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں۔

پر رکھو اور نظر سجدہ کی جگہ رہے۔ ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ سبحانک اللّٰھم ... پڑھو، پھر اعوذ باللہ...... بسم اللہ .... پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھو، پھر آہستہ سے آمین کہہ کر کوئی سورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات پڑھو" لیکن اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو سبحانک اللّٰھم .... پڑھ کر خاموش کھڑے رہو" پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جاؤ

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں۔ یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے۔ کلام سے خالی نہیں پس جو اسکے لیے ایسا ثبوت مانے یا اسے مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے۔۔ بے شک غلطی پر ہے۔ ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل ابہامین وارد ہے"

(احمد رضا خان۔ مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۵۵)

یہاں بعض علماء کو ایک غلطی لگی کہ۔ یہ باتیں ضعیف ہیں اور فضائل میں ضعیف کمزور روایتوں پر بھی عمل کر لیا جاتا ہے، لیکن اگر ان باتوں کے ثبوت کا ضعیف احتمال بھی ہو تو شاید ان کا کہنا درست ہو گا۔ جب کہ یہ باتیں سرے سے من گھڑت اور موضوع ہیں تو کسی درجہ میں بھی عمل کی بنیاد نہیں بن سکتیں ملاحظہ ہو۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ رُوِیَتْ فِیْ تَقْبِیْلِ الْاَنَامِلِ وَجَعْلُھَا عَلَی الْعَیْنَیْنِ عِنْدَ سِمَاعِ اسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِیْ کَلِمَۃِ الشَّھَادَۃِ کُلِّھَا مَوْضُوْعَاتٌ۔ (تیسیر المقال)

کہ دوران اذان کلمہ شہادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومنے کی تمام روایات من گھڑت (موضوع) ہیں۔

اور علامہ سخاویؒ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں۔

[illegible]
تسبیح پڑھو۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے ہو جاؤ اور ربنا لک الحمد کہو۔ اگر امام کے پیچھے ہو تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاؤ۔ پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھو۔ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں، کہنیاں پسلیوں سے اور پیٹ رانوں سے علیحدہ رہے۔ کہنیاں زمین پر مت بچھاؤ۔ سجدے میں تین یا پانچ مرتبہ تسبیح کہو، پھر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے بیٹھ جاؤ پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرو۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھو، اٹھنے میں پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھا کر پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ لو اور بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو۔ اگر امام کے پیچھے ہو تو خاموش کھڑے رہو۔ پھر اسی طرح رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، دوسرا سجدہ کرو۔ دوسرے سجدے سے اٹھ کر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھو اور التحیات پڑھو۔ جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بڑی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی چھوٹی انگلی کو بند کر لو اور شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لا الٰہ پر انگلی اٹھاؤ اور الا اللہ پر جھکا لو اور یہ حلقہ اخیر تک باندھے رکھو، اگر دو رکعت والی نماز ہے تو تشہد ختم کر کے درود شریف پڑھو، پھر دعا پڑھ کر دائیں بائیں سلام پھیر دو اور

وَیَجُوْزُ یُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ فِی الْفَضَآئِلِ وَالتَّرْغِیْبِ وَالتَّرْھِیْبِ بِالْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ مَالَمْ یَکُنْ مَوْضُوْعًا وَقَالَ "اَمَّا الْمَوْضُوْعُ فَلَا یَجُوْزُ الْعَمَلُ بِہٖ بِحَالٍ" (القول البدیع ص۱۹۵ تا ۱۹۶)

کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف روایت پر عمل کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ بشرطیکہ من گھڑت نہ ہو، چونکہ من گھڑت (موضوع) بات پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔

اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی بجائے تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ اور تیسری یا چوتھی رکعت پوری کر کے سلام پھیر دو۔

فرائض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا ضروری نہیں، البتہ سنن و نوافل کی تیسری، چوتھی رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا ضروری ہے۔

اس اجمال کے بعد ذیل میں اہم نکات کی تفصیل اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

کپڑے پہننا

(۸۲) صاف ستھرے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ واضح رہے کہ مرد کے لئے کم از کم ناف سے گھٹنوں تک جسم کو چھپانا ضروری ہے جب کہ عورت کے لئے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بقیہ سارا بدن چھپانا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے:۔ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ .... (الاعراف ۳۱)

اے آدم کی اولاد ہر نماز کے وقت آرائش اختیار کرو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ" وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ۔ (بخاری: مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ)

حضرت ابن عباسؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "ران ستر ہے (یعنی اس کو چھپانا ضروری ہے) حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے گھٹنے کو ڈھانپ دیا۔

عَنْ جَابِرٍ وَفِيْهِ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ۔

(بخاری: اِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا)

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. اگر کپڑا وسیع ہو تو پورے جسم پر لپیٹ لیا کرو ورنہ لنگی کی طرح باندھ لیا کرو۔

سر ڈھانپنا

(۸۳) نماز کے آداب میں سے یہ ہے کہ پورا لباس پہن کر نماز پڑھے اور سر کو بھی ڈھانپ کر رکھے بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر شخص کو عام حالات میں سر ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے. ہاں اگر مجبوری کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی لیکن کپڑا ہوتے ہوئے بھی ننگے سر نماز پڑھنا اور ننگے سر رہنا خلاف سنت ہے[1]

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ ..... (شمائل ترمذی ص۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر مبارک کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

استقبال قبلہ

(۸۴) (ا) نماز پڑھتے وقت ضروری ہے کہ نمازی کا رخ قبلہ کی طرف ہو. مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے۔

---

[1] خود مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:-

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی سے یا ٹوپی سے۔

(ثناء اللہ امرتسریؒ: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص۵۲۵)

نیز مولانا ابو سعید شرف الدینؒ لکھتے ہیں:-

(ننگے سر) نماز ادا ہو جائے گی مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اکثر

ارشاد ربانی ہے

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ.... (الآیۃ بقرہ ص۱۴۴)

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف تو یقیناً پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے، اب پھیر اپنا منہ مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو اپنا منہ اس کی طرف پھیرو.....

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ..... وَفِیْهِ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ۔ (مسلم واجبات الصلوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو کامل وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھو۔

عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے.... مگر یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے پگڑی یا ٹوپی سر پر رکھ کر آئے ہیں اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بیوقوفی ہے ایسے ہی برہنہ سر کو بلا وجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔

(ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص۵۲۳)

مولانا غزنوی فرماتے ہیں۔

اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہے تو نماز مکروہ ہے اگر خشوع کے لئے ہے تو تشبہ بالنصاریٰ ہے اسلام میں سوائے احرام کے ننگے سر رہنا خشوع کے لئے نہیں ہے، اگر سستی کی وجہ سے ہو تو منافقین کی عادت ہے، غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔ (فتاویٰ علماء اہل حدیث ج ۴ ص ۲۹۱)

(ب) استقبال قبلہ نماز کی بنیادی شرط ہے جیسے باوضو ہونا، کپڑوں، بدن، جگہ کا پاک ہونا نماز کی بنیادی شرائط ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر ارشاد ربانی ہے کہ "تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز پڑھتے وقت) قبلہ رخ ہو جاؤ"۔

یہی وجہ ہے کہ اگر نمازی کا رخ لمحہ بھر کے لئے بھی جہتہ قبلہ سے پھر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بس اور ریل گاڑی وغیرہ میں نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ[له] اور دیگر تمام شرائط وارکان کا خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

قیام

(۸۵) صحت مند آدمی کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے معذور ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھنے کی ہمت بھی نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے ایسی حالتوں میں سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو نماز کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے چونکہ اس کے بعد اور کوئی مرحلہ نہیں اور آنکھوں کے اشارہ

له بعض لوگ گاڑی میں نماز پڑھنے کے لئے تیمم کر لیتے ہیں، حالانکہ اگر نماز کے مقررہ وقت میں پانی ملنا ممکن ہو تو تیمم کرنا صحیح نہ ہوگا اور اگر حالات کا اندازہ ہو کہ رستہ میں وضو کا انتظام نہ ہو سکے گا تو دیگر ضروریات سفر کی طرح پانی بھی ساتھ رکھا جائے۔ نیز قبلہ رخ ہوئے بغیر جس طرف بھی رخ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں یہ نماز صحیح نہیں۔ اس پر مزید کہ یہ نماز بیٹھ کر اشاروں سے پڑھی جاتی ہے جو صحیح نہیں چونکہ قیام فرض ہے اور دیگر ارکان کی صحیح اور مکمل ادائیگی بھی ضروری ہے اور اشاروں سے نماز پڑھنا اس وقت روا ہے جب اور کوئی ممکنہ صورت نہ رہے جب کہ یہاں اولاً تو سفر کے لئے ایسے مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے جس میں نمازیں بآسانی ادا ہو سکیں، ثانیاً نماز کے لئے بس وغیرہ رکوانے کی بات چیت بھی ہو سکتی ہے، ورنہ کم از کم مقررہ اسٹاپ پر جتنی دیر گاڑی رکتی ہے اس میں فرض رکعات تو ادا کی جا سکتی ہیں۔

سے نماز نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ نوافل میں اختیار ہے چاہے کھڑے ہو کر ادا کرے یا بیٹھ کر

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ۔ (بخاری: إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا....)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر تو بہر حال نماز ادا کرو

نیت

(۸۶) نیت دل کا ارادہ ہے، نماز پڑھنے سے پہلے متعین کرے کہ نماز فرض ہے یا سنت، با جماعت ہے یا علیحدہ۔ کتنی رکعات ہیں اور پانچ نمازوں میں سے کون سی نماز ہے؟ بس دل ہی دل میں ان امور کی تعیین کافی ہے۔ لیکن اگر کسی کو وساوس آتے ہوں اور وہ نماز شروع کر کے توڑ دیتا ہو یا نماز کے خشوع وخضوع اور دھیان میں کمی آتی ہو اس خیال سے کہ کہیں نیت میں غلطی تو نہیں ہو گئی؟ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ زبان سے بھی یہ کلمات دہرا لے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ...... (الحدیث)

(بخاری: کیف کان بدؤ الوحی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

تکبیر

(۸۷) اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز شروع کرے، تکبیر کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کے علاوہ خارجی کام حرام ہو گئے، اسی لئے اسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور پھر ہر ایک رکن سے

دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لئے تکبیر کہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔۔۔۔ وَفِیْهِ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْکَعُ ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرَّکْعَةِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَهْوِیْ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَسْجُدُ ثُمَّ یُکَبِّرُ حِیْنَ یَرْفَعُ رَأْسَهٗ ثُمَّ یَفْعَلُ ذٰلِكَ فِی الصَّلٰوةِ کُلِّهَا حَتّٰى یَقْضِیَهَا وَیُکَبِّرُ حِیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَیْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ۔

(بخاری: باب التکبیر اذا قام من السجود)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے، پھر کھڑے ہوکر ربنا لک الحمد کہتے پھر دونوں دفعہ سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے اور نماز مکمل ہونے تک یونہی تکبیر کہتے اور دوسری رکعت میں تشہد کے بعد اٹھتے ہوئے بھی تکبیر کہتے۔

ہاتھوں کو اٹھانا

(۸۸) (۱) تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چاہئے، اس طور پر کہ ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے بالمقابل ہوں۔

عَنْ بَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَبَّرَ لِاِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰى یَکُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِیْبًا مِّنْ شَحْمَتَیْ اُذُنَیْهِ۔ (طحاوی۔ رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب نماز شروع کرنے کی تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔

(ب) یَقُوْلُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ مَدًّا،

(ترمذی: نشر الاصابع عند التکبیر)

وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسْلِمٍ عَنْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ رَاٰی نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حَتّٰی یُحَاذِیْ بِھِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ۔

(مسلم: استحباب رفع الیدین حذو المنکبین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اچھی طرح اٹھاتے اور صحیح مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی کو دیکھا وہ ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے[۱]

---

[۱] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جیساکہ آپ کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی تھا اور کانوں کی لو تک بھی یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور دوسرے طبقہ کی بابت علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ وہ ہاتھوں کو کانوں سے بھی اونچا اٹھاتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج ا ص ۱۸۹)

مگر فقہاء حنفیہ کی نظر چونکہ صرف ایک حدیث پر نہیں بلکہ احادیث پر ہوتی ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ "تکبیر کہتے وقت اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے برابر انگوٹھے کانوں کی لو کے اور ہتھلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔

دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا

(۸۹) (ا) اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اس طور پر باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رہیں [۱]

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ قَالَ فِيْهِ ..... ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ ..... الحدیث ابوداؤ، رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔

حضرت عاصم بن کلیب فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو اس طرح رکھا کہ وہ بائیں ہتھیلی کی پشت اور گٹے اور کلائی پر تھا۔

(ب) عَنْ قَبِيْصَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ۔ (حسن)
(ترمذی۔ ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال)

---

[۱] اس سلسلہ میں تین قسم کے عمل منقول ہیں۔ ۱۔ دائیں کلائی کو بائیں کلائی پر رکھنا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ۔

(بخاری، وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ)

۲۔ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا، ۳۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صرف پہلی حدیث پر عمل کر کے بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن فقہاء حنفیہ کی نظر چونکہ احادیث پر وسیع ہے لہٰذا ان کے ہاں مسنون و مستحسن ہے کہ ان تمام صورتوں کو جمع کیا جائے۔ چونکہ ابوداؤد کی روایت عاصم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین صورتوں کو جمع فرمایا کہ دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ بائیں ہتھیلی پر اور کچھ کلائی پر رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ دوسری روایات میں ہاتھ کو پکڑنے کی وضاحت بھی ہے۔

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا کرتے تھے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۹۰) (۱) حالت قیام میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مسنون ہے۔ لہ

لہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں یا سینہ پر؟ اس پر کوئی قطعی و یقینی نص موجود نہیں، البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہے جس پر علماء سند نے کلام کیا ہے، تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہے۔ ذیل میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل اور ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ عَنْ وَّائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى عَلٰى صَدْرِهٖ۔ (ابن خزیمۃ)

۲۔ عَنْ هُلْبٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ۔ (مسند احمد)

۳۔ عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ۔ (مراسیل ابی داؤد)

۴۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ضَعْ يَدَكَ الْيُمْنٰى عَلَى الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ۔

جائزہ

دلیل نمبر۱: عَنْ وَّائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ صَلَّيْتُ ...... اَلْحَدِيْثُ۔

یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے۔ (۱) مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر کی اسی روایت میں "علی صدرہ" (سینہ پر) کی بجائے "تحت السرۃ" (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں۔

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ

تَحْتَ السُّرَّةِ (ابوداؤد: وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

(ب) ابن خزیمہ کی نقل کردہ روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ ہیں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین ج ۳ ص ۹ پر فرماتے ہیں۔ اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ عَلٰى صَدْرِهٖ غَيْرُ مُؤَمَّلِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ" کہ اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کئے۔ جس کی بابت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، منکر الحدیث کہ اس کی بیان کردہ حدیثیں منکر ہیں۔

امام ابوزرعۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا۔ نیز یہ کہ اس روایت کی سند میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کا اپنا مسلک یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں اگر یہ روایت قابل عمل ہوتی تو حضرت سفیان ثوریؒ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

(ج) وائل بن حجر کی روایت کو بزاز نے بھی نقل کیا ہے اس میں "علی صدرہ" کی بجائے "عند صدرہ" کے الفاظ ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن حجر ہے "لَهٗ مَنَاكِيْرُ" کہ جو بہت سی منکر روایات کا راوی ہے۔

الغرض یہ روایت تین طرح سے منقول ہے ایک میں تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے دوسرے میں مؤمل بن اسماعیل اور تیسرے میں محمد بن حجر جیسے راوی ہے۔ پھر اس سے کیونکر استدلال ممکن ہے؟

جائزہ دلیل نمبر ۲: عَنْ هُلْبٍ..... قَالَ رَأَيْتُ..... ۱۲

(ب) عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاَفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(جوہر النقی۔ باب وضع الیدین علی الصدر ؟)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

۱۔ وقت ہونے پر جلد افطاری کرلینا۔

۲۔ سحری آخری وقت میں کھانا۔

۳۔ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

(ج) **دلیل عقلی:**

عقلی دلیل اور فطری عادت کے مطابق جب انتہائے ادب و تعظیم مقصود ہو تو انسان ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

(ا) تَفَرَّدَ بِهٖ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ وَّلَيَّنَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ وَّقَالَ النَّسَائِيُّ: اِذَا تَفَرَّدَ بِاَصْلٍ لَّمْ يَكُنْ حُجَّةً۔

اس کی روایت میں سماک بن حرب نے تفرّد اختیار کیا ہے اور اس کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرد اختیار کرے تو اس کی روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

(ب) اس روایت کی سند میں حضرت سفیان ثوری ہیں۔ اگر یہ روایت قابل استدلال و عمل ہوتی تو وہ خود بھی اس پر عمل کرتے، جب کہ وہ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

جائزہ دلیل نمبر۳: عَنْ طَاؤُسٍ قَالَ كَانَ ..... اَلْحَدِيْثُ۔

(ا) علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(د) امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق المروزی الشافعی سب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور مسلک، امام شافعی رحمۃ اللہ سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

(ب) یہ روایت مرسل ہے۔

(ملخص معارف السنن ج ص ۴۳۵ تا ص ۴۴۵)

جائزہ دلیل نمبر ۴: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ضَعْ يَدَكَ الْيُمْنٰى ۱۲......۱۲

(د) اس کی سند میں یحیٰی بن ابی طالب ہے جس کی بابت موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّهُ يَكْذِبُ " میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی تھی۔

وَخَطَّ اَبُوْدَاؤُدَ عَلٰى حَدِيْثِهٖ "

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے نقل کردہ احادیث کو حذف کردیا۔

میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۳)

(ب) اس کی سند میں "عمرو" راوی ہے جس کی بابت۔

علامہ ابن عدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "منکر الحدیث ..... جوہر النقی ج ۲ ص ۳۰

کہ اس کی بیان کردہ روایت منکر ہوتی ہے۔

(ج) اس کی سند میں "روح" راوی ہے جس کی بابت۔

قال ابن حبان " يَرْوِي الْمَوْضُوْعَاتِ وَلَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ "

ابن حبان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ من گھڑت روایتیں نقل کرتا ہے اس سے روایت کرنا حلال نہیں، قَالَ الْحَاكِمُ " لَيْسَ بِالْقَوِيِّ "

امام حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کوئی قوی نہیں ہے۔

ثنا

(۹۱) (۱) اللہ اکبر کہہ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے امام ہو یا مقتدی آہستہ آواز سے یہ ثناء پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ. اے اللہ تو شریکوں سے پاک ہے، بے عیب ہے، تیری تعریف کرتا ہوں تیرے نام میں بڑی برکت ہے، تیری شان سب سے اونچی ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔

ارشاد ربّانی ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۔ الطور۔ ۴۸

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ثنا پڑھا کرو: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

ابن الجوزی: زاد المسیر ج ۸ ص۶۰

عَنْ عَبْدَةَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ (مسلم۔ حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ)

رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِيْ وَفِيْهِ يُسْمِعُنَا وَيُعَلِّمُنَا۔

قَالَ الْمُنْذِرِيْ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْكَلَامُ مِنْ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ الدَّارُقُطْنِيْ وَهُوَ الصَّحِيْحُ۔

عون المعبود ج ۲ ص ۴۷۹)

حضرت عبدۃ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (لوگوں کو تعلیم کے لئے) ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

وتعالیٰ جدّک ولا الٰہ غیرک۔

دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ ہمیں سکھانے اور بتانے کے لئے سناتے تھے۔ منذری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ثنار حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی منقول ہے دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔

(ب) <u>افضل ثنار</u>: امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

فَاَفْضَلُ اَنْوَاعِ الْاِسْتِفْتَاحِ مَا كَانَ ثَنَآءً مَحْضًا۔

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ"۔ ابن تیمیہؒ قاعدہ فی انواع الاستفتاح ص۲۸

نماز کے شروع میں سب سے بہتر پڑھی جانے والی چیز وہ ہے جو محض ثنار ہی ثنا ہو اور وہ یہ ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

(ج) قَالَ الشَّوْكَانِيُّ، قَالَ الْمُصَنِّفُ وَجَهَرَ بِهٖ عُمَرُ اَحْيَانًا بِمَحْضَرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ لِيَتَعَلَّمَهُ النَّاسُ مَعَ اَنَّ السُّنَّةَ اِخْفَاءُهٗ يَدُلُّ عَلٰٓى اَنَّهُ الْاَفْضَلُ وَاَنَّهُ الَّذِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدَاوِمُ عَلَيْهِ غَالِبًا۔ نیل الاوطار ج۲ ص۲۱۲

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنّف نے کہا "حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کی موجودگی میں کبھی کبھی بلند آواز سے ثنار پڑھ لیتے تاکہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے باوجودیکہ اس کو آہستہ آواز سے پڑھنا ہی مسنون ہے اور یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ یہی ثنار پڑھنا افضل ہے اور یہی وہ ثنار ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے۔

(د) <u>عمل صحابہ رضی اللہ عنہم</u>

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہی منقول ہے حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت

جابرؓ حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے۔

ترمذی: مایقول عند افتتاح الصلوٰۃ۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یہی ثناء پڑھا کرتے تھے۔ دار قطنی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے۔

شوکانی: نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۱۱

تعوّذ

(۹۲) ثناء پڑھنے کے بعد منفرد[ل] اور امام کو چاہیئے کہ پست آواز سے یہ تعوّذ پڑھے۔ اور مقتدی ثناء پڑھ کر خاموش ہو جائے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔ میں شیطانی پھندوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ارشادِ ربّانی ہے

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (النحل نمبر ۹۸)

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے حملوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ حاصل کر لیا کرو۔

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَعَوَّذُ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" (تلخیص الحبیر ص ۲۳)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ حاصل کرنے کے لیے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھتے تھے۔

[ل] تعوّذ کا معنی ہے "پناہ حاصل کرنا" منفرد وہ ہے جو بغیر جماعت کے اکیلا نماز پڑھے۔ مقتدی وہ ہے جو امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرے۔

تسمیہ

(۹۳) (ا) تعوذ کے بعد امام آہستہ آواز سے تسمیہ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں،
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے نام کیساتھ شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تسمیہ بلند آواز سے پڑھنے کا نہیں تھا۔

(ب) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

(مسلم: حجۃ من لا یجہر بالبسملۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، لیکن کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(ج) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(بخاری: ما یقرء بعد التکبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کی قرارت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرتے تھے۔

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُخْفِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۴۷)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ سے پڑھا کرتے تھے۔

خلفاء راشدین، دیگر صحابہ اور تابعین کا عمل

(د) قَالَ التِّرْمِذِيُّ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ لَا يَرَوْنَ أَنْ يَجْهَرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا وَيَقُوْلُهَا فِيْ نَفْسِهٖ۔ (ترمذی: ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمہور صحابہ کا عمل بھی یہی تھا۔ جن میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ بھی ہیں اور ان کے بعد تابعین کا بھی یہی مسلک تھا۔ سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ، امام احمدؒ، اسحاقؒ، یہ سب کے سب تسمیہ اونچی پڑھنے کے قائل نہ تھے، بلکہ کہتے تھے کہ تسمیہ آہستہ پڑھی جائے۔

(۹۴) الغرض معلوم ہوا کہ نماز میں بلند آواز سے تسمیہ نہیں پڑھنی چاہیے چونکہ احادیث نبویہ کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، خلفاء راشدین کی سنت حضرات صحابہ تابعین اور بقیہ اسلاف امت کا عمل یہی ہے[1]

---

[1] بعض لوگ بلند آواز سے تسمیہ پڑھنے کے لئے نعیم مجمرؒ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

عَنْ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَرَءَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَءَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ۔

جس کی بابت علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے آٹھ سو شاگردوں میں سے جن میں صحابہ اور تابعین بھی ہیں کسی نے بھی باآواز بلند تسمیہ پڑھنے کو نقل نہیں کیا سوائے

سورۃ فاتحہ

(۹۵) تسمیہ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے۔

نعیم مجمرؒ کے، لہذا یہ حدیث معلول ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرۃ کی طرف یہ نسبت نعیم مجمرؒ کا وہم ہے۔

۳۔ امام بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا۔

۴۔ نعیم مجمرؒ کی روایت میں تسمیہ کی زیادتی کو زیادتی ثقہ کہہ کر قبول نہیں کیا جاسکتا چونکہ اس مسئلہ میں صحیح مسلک یہ ہے کہ زیادتی تب قبول ہوتی ہے کہ اس کا راوی معتمد ہو اور جس نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا۔ وہ اسی جیسا یا اس سے کم ہو حالانکہ نعیم مجمرؒ کی اس زیادتی کی بابت غالب گمان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

۵۔ بالفرض اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو بھی اس سے جہر تسمیہ پر استدلال نہیں ہوسکتا چونکہ اس میں مطلقاً تسمیہ پڑھنے کا ذکر ہے، بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر نہیں۔ (نصب الرایۃ ص۳۳۶)

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام کی جہری نمازوں میں بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے، اگر وہ تسمیہ بھی جہراً پڑھتے ہوتے تو یقیناً سب کو معلوم ہوتا اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ کیوں فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی تسمیہ اونچی آواز سے نہیں پڑھی؟ پھر حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اس کو بدعت شمار کیوں کرتے؟ اور پھر آج تک محراب نبوی میں اہل مدینہ کا مسلسل عمل ترک جہر پر کیوں ہے؟

الغرض اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ نعیم مجمرؒ کی روایت سے جہر تسمیہ پر استدلال صحیح نہیں۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور صحیح روایت بھی نہیں ملتی جس سے جہر تسمیہ سنت ثابت ہو۔

اس لئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فَصَحِيحُ تِلْكَ الْأَحَادِيثِ غَيْرُ صَرِيحٍ وَصَرِيحُهَا غَيْرُ صَحِيحٍ"۔ (زاد المعاد ج ا ص۲۰۷)

اس سلسلہ میں جو احادیث صحیحہ وارد ہیں ان میں جہر تسمیہ کی تصریح نہیں ہے اور جن روایات میں، جہر

اگر نمازی امام ہے تو فجر، مغرب، عشار کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھے اور ظہر و عصر کی نماز میں آہستہ۔

تسمیہ کی تصریح ہے وہ صحیح نہیں ہیں۔

نیز امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

وَقَدِ اتَّفَقَ اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ اَنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَهْرِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَلَمْ يَرْوِ اَهْلُ السُّنَنِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَاِنَّمَا يُوْجَدُ الْجَهْرُ بِهَا فِيْ اَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَاِنَّمَا كَثُرَ الْكِذْبُ فِيْ اَحَادِيْثِ الْجَهْرِ لِاَنَّ الشِّيْعَةَ تَرَى الْجَهْرَ وَهُمْ مِنْ اَكْذَبِ النَّاسِ فَوَضَعُوْا اَحَادِيْثَ لَبَّسُوْا بِهَا عَلَى النَّاسِ اَمْرَ دِيْنِهِمْ وَلِهٰذَا يُوْجَدُ فِيْ كَلَامِ اَئِمَّةِ اَهْلِ السُّنَّةِ مِثْلَ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ "مِنَ السُّنَّةِ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَتَرْكُ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ" كَمَا يَذْكُرُوْنَ تَقْدِيْمَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِاَنَّهُمْ كَانَ عِنْدَهُمْ شِعَارُ الرَّافِضَةِ۔

(مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۴۸، جلد ۲۶)

اہل علم کا اتفاق ہے کہ تسمیہ اونچی پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں جسے اہل سنن نے نقل کیا ہو۔ البتہ اونچی بسم اللہ پڑھنے کا تذکرہ من گھڑت روایات میں ضرور ملتا ہے۔ ابن تیمیہؒ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نماز کے دوران اونچی تسمیہ کے مسئلہ میں جھوٹی روایات اس لئے بہت ہیں کہ شیعہ کا نظریہ بھی یہی ہے اور وہ سب سے جھوٹے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے جھوٹی روایتیں گھڑ کر اس دینی مسئلہ کو مشتبہ بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ سفیان ثوری اور دیگر ائمہ اہل سنت نے فرمایا کہ موزوں پر مسح کرنا اور تسمیہ آہستہ پڑھنا اہل سنت ہونے کی پہچان ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو مقدم

اگر نمازی امام کی اقتدار میں نماز پڑھ رہا ہے تو خاموش رہے۔
اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو وہ بھی تسمیہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔

الحمد للہ رب العلمین، الرحمن الرحیم ملک یوم الدین
ایاک نعبد وایاک نستعین، اھدنا الصراط المستقیم،
صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

(الفاتحہ)

ہر طرح کی تعریف کے لائق صرف اللہ ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔

ماننا اہل سنت کی علامت ہے چونکہ ان کے برعکس دوسری چیزیں شیعہ کی نمایاں علامات ہیں۔

نواب صاحب کا ارشاد

نیز نواب صدیق حسن خانؒ طریقۂ نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھے، ملاحظہ ہو۔

"بعدہ بسملہ گوید آہستہ واحتیاط دریں است زیرا کہ روایت مختلف آمدہ است در بودن ونبودن بسملہ آیتی از فاتحہ وصحیح شدہ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح کردن نماز بالحمد وعدم جہر بسم اللہ"

نوابؒ صدیق حسن خان: مسک الختام ج ۱ ص ۲۷۹

کہ نماز میں تعوذ کے بعد تسمیہ آہستہ پڑھے کہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے چونکہ تسمیہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں اس میں مختلف قسم کی روایات ملتی ہیں لیکن یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کا آغاز الحمد سے کیا، نیز یہ کہ تسمیہ بلند آواز سے نہیں پڑھی۔"

اب رکعت کے شروع میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی مسلکی اور گروہی وابستگی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی نمازوں کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا کریں۔

نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا جو تیرے غضب سے محفوظ رہے اور جو بھٹکے ہوئے نہیں۔

(۹۶) **منفرد سورۃ فاتحہ پڑھے:** منفرد وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"۔ (صحیح مسلم: وجوب قراءۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ)

حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی تشریح کے لئے ہم حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین و محدثینؒ کی طرف رجوع کرتے ہیں، چونکہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلوبہ مفہوم و مراد کو بخوبی سمجھتے تھے۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اکیلا نماز پڑھے۔ اس کے لئے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، لیکن اگر امام کے پیچھے ہو تو ضروری نہیں ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ کے استاذ اور ایک عظیم محدث امام احمدؒ نے بھی حضرت عبادۃ رضہ والی اس حدیث کو منفرد پر ہی محمول کیا ہے جسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مَعْنٰى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا كَانَ وَحْدَهٗ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ جَابِرٍ حَيْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَّمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ أَحْمَدُ فَهٰذَا رَجُلٌ

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَاوَّلَ قَوْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اِنَّ ھٰذَا اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ۔

(ترمذی: ترک القراءۃ خلف الامام)

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اِلّا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام بخاریؒ کے استاذ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مفہوم وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا ہے کہ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ والی حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔

۲۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت سفیانؒ سے بھی منقول ہے کہ حضرت عبادہؓ کی یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد شریف میں ہے۔

عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِؓ یَبْلُغُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْیَانُ لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ۔

(ابوداؤد: من ترک القراءۃ)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا اس شخص کی بابت ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

الغرض واضح ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلف صالحینؒ اور محدثینؒ کے نزدیک یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے قطعاً یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ باجماعت نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ اور زائد سورۃ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۹۸) **دلیل نمبر۱:** ارشاد ربانی ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (اعراف ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۱) ذیل میں اس آیت کی تفسیر حضرات صحابہ کرامؓ حضرات تابعین اور حضرات مفسرینؒ ومحدثینؒ کے حوالہ سے نقل کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۲۸۱)

امام بخاریؒ کے استاذ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے۔ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي الصَّلٰوةِ۔ (المغنی ج ۱ ص۴۹۰)
اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

امام زید بن اسلمؒ اور ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ "کانوا یقرءون خلف الامام فنزلت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

(المغنی ج ۱ ص۴۹۰)

کہ بعض لوگ امام کے پیچھے قرارت کیا کرتے تھے تو یہ حکم نازل ہو گیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

عَنْ بَشِيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ صَلّٰی ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَمِعَ نَاسًا يَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَفْهَمُوْا اَمَا آنَ لَكُمْ اَنْ تَعْقِلُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا كَمَآ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸)

حضرت بشیر بن جابرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انھوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد آپ نے ایسے لوگوں کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔ لہذا جب امام قرآن پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں۔

(ب) یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اس آیت میں دو قسم کے حکم ہیں (۱) غور سے سنو (۲) خاموش رہو، ان دونوں پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ چاہے امام اونچی قرارت کر رہا ہو۔ یا آہستہ۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو مقتدی جہری نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے مندرجہ بالا دونوں حکموں کی خلاف ورزی کی کہ نہ تو امام کی قرارت کو غور سے سنا اور نہ ہی خاموش رہا اور جو مقتدی سرّی نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے دوسرے حکم کی مخالفت کی کہ خاموش نہیں رہا۔ اس لئے مشہور مفسّر امام ابو بکر جصّاصؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

دَلَّتِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ فِيْمَا يَجْهَرُ بِهٖ، فَهِيَ دَالَّةٌ عَلَى النَّهْيِ فِيْمَا يُخْفِيْ، لِاَنَّهٗ اَوْجَبَ الْاِسْتِمَاعَ وَالْاِنْصَاتَ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ يَشْتَرِطْ فِيْهِ حَالَ الْجَهْرِ مِنَ الْاِخْفَاءِ فَاِذَا جَهَرَ فَعَلَيْنَا الْاِسْتِمَاعُ وَالْاِنْصَاتُ وَاِذَا اَخْفٰى فَعَلَيْنَا الْاِنْصَاتُ بِحُكْمِ اللَّفْظِ لِعِلْمِنَا بِاَنَّهٗ قَارِئٌ لِلْقُرْاٰنِ۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۹)

اس آیت کی رو سے جس طرح جہری نمازوں میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے

سے روکا گیا ہے اس طرح سری نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے، چونکہ تلاوت قرآن کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے، اس میں جہری نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ الغرض جب امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو ہم پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور جب وہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو خاموش رہنا بہر حال ضروری ہے چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔

(ج) اس آیت سے یہ نتائج معلوم ہوئے۔

- یہ آیت قرآنیہ نماز میں فاتحہ خلف الامام کی بابت نازل ہوئی ہے۔
- جب امام بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو تو اس کو غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔
- جب امام آہستہ آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے۔
- اس آیت میں خاموشی کا حکم ہے اور اس پر عمل اُسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی خود نہ پڑھے۔
- اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو نماز میں قرآن کو غور سے سنے اور خاموش رہے۔
- جو مقتدی امام کے ساتھ قرارت کرتا ہے اس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔

لہذا آج کل جو لوگ اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے اس آیت پر عمل کرنے کی بجائے اس کی دور دراز خانہ ساز تاویلیں کرتے ہیں انھیں بھی چاہیے کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کیا کریں۔

چند بنیادی حقائق: فاتحہ خلف کا مسئلہ سمجھنے کے لیۓ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں مختلف آراء ہیں۔ ذیل میں مختصراً ان آراء کو بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ان کے قوی یا ضعیف ہونے کی بابت بھی

(۹۹) دلیل نمبر ارشاد ربانی ہے : لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝
(القیامۃ-۱۶-۱۹)

ضروری وضاحت کی جاتی ہے۔

(۱) پہلی رائے : سری وجہری تمام نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ نہ پڑھے۔

(۲) دوسری رائے : سری نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھے جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

(۳) تیسری رائے : سورۃ فاتحہ پڑھنے کے دوران اور آخر میں امام جو وقفہ کرے، مقتدی اس میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے

(۴) تمام نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

تجزیہ : پہلا مسلک راجح ہے چونکہ قرآن کریم، احادیث شریفہ اور آثار صحابہؓ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا۔

دوسری رائے : درج ذیل وجوہ کی بناء پر دوسری رائے مرجوح ہے۔

(۱) قرآنی تعلیمات کی رو سے جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس میں جہری اور سری نمازوں کی تفریق نہیں کی گئی۔ لہذا ہمیں بھی یہ تفریق نہیں کرنی چاہیئے
(۲) مسلم شریف میں حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث بڑی واضح ہے کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہیے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ چاروں رکعات میں مقتدی نہ پڑھے اور ظاہر ہے چار رکعات والی نمازوں میں سے ظہر و عصر میں مکمل اور عشاء کی دو رکعات میں آہستہ قرات کی جاتی ہے۔ الغرض جہری و سری دونوں طرح کی نمازوں میں مقتدی امام کے ساتھ نہ پڑھے اور ان میں تفریق کرنا صحیح نہیں کہ جہری نمازوں میں تو مقتدی نہ پڑھے اور سری نمازوں میں پڑھ لے۔

تیسری رائے : دلائل کے نقطہ نظر سے یہ تیسرا قول بھی کمزور ہے۔ علامہ صنعانی نے غیر مقلد ہونے کے

(اے اللہ کے نبی) آپ اس (قرآن) کو جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر زبان نہ ہلایا کیجیے یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوانا جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

امام بخاریؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ، قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ ...... فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ قَالَ جَمْعُهُ لَكَ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَءَهُ فَإِذَا قَرَءْنَاهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَءَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ اِسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ۔ (بخاری: کتاب الوحی)

باوجود بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ اخْتَلَفَ الْقَائِلُوْنَ بِوُجُوْبِ قِرَاءَتِهَا خَلْفَ الْإِمَامِ فَقِيْلَ فِي مَحَلِّ سَكَتَاتِهِ بَيْنَ الْاٰيَاتِ وَقِيْلَ فِي سُكُوْتِهِ بَعْدَ تَمَامِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَلَا دَلِيْلَ عَلٰى هٰذَيْنِ الْقَوْلَيْنِ۔ (سبل السلام ج ۱ ص ۲۸۷)

فاتحہ خلف الامام کے قائلین کا بھی اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ (امام کی قراءت کے دوران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مشقت ہوتی اور (حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے لیے) آپؐ ہونٹ ہلاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ آپ اس کو جلدی جلدی لینے کے لیے اس پر زبان نہ ہلایا کیجیے، یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کر دینا اور پڑھوانا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد ہے کہ قرآن کو سینہ میں جمع کر دینا اور پڑھوانا، جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو غور سے سنیں اور چپ رہیں پھر اس کا بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، یعنی اس کا پڑھوانا، اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو آپ غور سے قرآن سنتے جب وہ واپس چلے جاتے تو پھر آپ پڑھتے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا تھا۔ (بخاری شریف)

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۔ جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے۔ اس آیت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو آپ اس کی اتباع کریں اور اس وقت خود نہ پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی وضاحت کر دی کہ اتباع سے مراد یہ ہے کہ غور سے سنیں۔ اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو غور سے سنتے اور تکمیل جبریل کے بعد خود پڑھتے۔

جب نماز سے باہر تلاوت قرآن کے موقع پر حکم الٰہی اور عمل نبوی بغور سننے اور خاموش رہنے کا ہے تو نماز کے دوران اس کا اہتمام اور بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ واضح رہے

ہر آیت کے بعد والے وقفہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتا جائے۔ جب کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے

کہ یہ خاصیت وادب صرف قرآن کے لیے ہے۔ لہٰذا سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کے علاوہ بقیہ تسبیحات وتکبیرات مقتدی کو بھی پڑھنی ہوں گی۔

(۱۰۰) دلیل نمبر۳ مقتدی خاموش رہے۔ صحیح مسلم شریف کی درج ذیل حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدی کی ذمہ داریوں کا تعین فرمادیا ہے بعض میں تو امام اور مقتدی شریک ہیں جب کہ بعض میں شریک نہیں۔ لہٰذا حکم نبویؐ کے مطابق امام اور مقتدی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں مسلم شریف کی روایت بطریق حضرت قتادہؓ ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْٓا اٰمِیْنَ یُجِبْکُمُ اللّٰہُ فَاِذَا کَبَّرَ وَرَکَعَ

تو مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھے۔ لیکن یہ دونوں قول بلا دلیل ہیں۔

چوتھی رائے کا تجزیہ: پاک وہند کے غیر مقلدین عوام کو اپنا یہ مسلک بتاتے ہیں کہ با جماعت نماز میں سری وجہری تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ چوتھا قول دلائل کے اعتبار سے تو بہت زیادہ ہی کمزور ہے ذیل میں اس قول کا مرحلہ وار جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کی کوئی واضح وصریح دلیل قرآن کریم میں موجود نہیں ہے کہ مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ جب کہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب امام قرآن پڑھے تو مقتدی غور سے سنے اور خاموش رہے۔

دوسرا مرحلہ حدیث شریف: قرآن کریم کے بعد دوسری دلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَكْبِرُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ فَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا۔

(صحیح مسلم: التشہد فی الصّلاۃ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھ لے تو تم آمین کہو۔ اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعا، کو قبول کرتا ہے

احادیث مبارکہ ہیں اور حدیث کا علم رکھنے والوں پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کوئی ایک صحیح حدیث بھی ایسی نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو کہ امام کے پیچھے ہر نماز میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اس سلسلہ میں حضرات غیر مقلدین جو دلیل بھی پیش کرتے ہیں وہ یا تو مرفوع نہیں ہے، یا وہ ضعیف ہے یا ان میں نماز با جماعت کی صراحت نہیں ہے۔

اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ (مسلم شریف)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد امام مسلم امام اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے، لہذا اس پر کسی طرح کا کلام اثر انداز نہیں ہوتا۔ (مسائل دبینہ سلفیہ صـ۵۴)

صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے، چونکہ اس میں نماز باجماعت کی تصریح ہے۔

باجماعت نماز کے دوران امام اور مقتدی کے کاموں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں دونوں میں کچھ فرق ہے اس کی بھی وضاحت کر دی۔ مثلاً امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔

امام مقتدی کے متفرق کاموں کی وضاحت یوں کی کہ جب امام قرات شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سورۃ فاتحہ ختم کر کے ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اس طرح جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ اور اسلوب میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے۔ چونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے جب امام پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ یہاں ایک طرف امام کو پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا مقتدی نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے نہ ہی کوئی اور سورۃ پڑھے۔ نیز اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہو۔ یہاں بھی امام کو ہی پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ امام بخاری نے فاتحہ خلف الامام سے متعلق بعض روایات کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے جس میں بہت سی روایات ضعیف ہیں۔

نیز بہت سی روایات میں ہے

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تصریح و تعیین بھی موجود ہے "جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک پہنچ جائے تو تم آمین کہو۔ اب ظاہر ہے کہ تکبیر کے بعد اور غیر المغضوب علیہم و لا الضالین تک جو کچھ پڑھا گیا ہے یہ سورۃ فاتحہ ہی تو ہے اسی دوران مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو یہی ہے کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش ہو جاؤ ہم اہل سنت وجماعت اسی پر عمل کرتے ہیں، لیکن اس حدیث کے مقابلہ میں حضرات غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کس کی بات ماننی چاہیے؟

(۱۰۱) دلیل نمبر۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا ....

سُنَنُ اِبْنِ مَاجَةَ: بَابُ اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْبَکْرٍ فَحَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ هُوَ صَحِیْحٌ یَعْنِیْ وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا فَقَالَ هُوَ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ۔

(صحیح مسلم شریف: التشہد فی الصلاۃ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ جہری نمازوں میں مقتدی کو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ اب حضرات غیر مقلدین اکثر وبیشتر ان ضعیف روایات کو ذکر کرتے ہیں جن میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے، لیکن ان روایات کے ضعیف و کمزور ہونے کو

فرمایا کہ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتدا کیجائے اور اسکی اقتدا یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔

امام مسلمؒ کے ایک شاگرد ابوبکر نے امام مسلمؒ سے حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث کی بابت پوچھا تو امام مسلمؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یعنی جس میں وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کا جملہ آیا ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کی تشریح حضرت ابوموسیٰؓ والی سابقہ روایت سے ملتی جلتی ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ امام کا مقصد یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اقتداء یہ ہے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھنے لگے تو خاموش ہو جاؤ، معلوم ہوا کہ امام کے پڑھتے وقت جو شخص خاموش نہیں ہوتا اس نے امام کی صحیح اقتداء نہیں کی، اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص امام کی تکبیر کے وقت تکبیر نہ کہے، امام رکوع میں چلا جائے اور وہ کھڑا رہے تو ایسے شخص کی اقتداء کیونکر صحیح ہوگی؟ ایسے ہی وہ شخص ہے جو امام کے پڑھنے کے وقت خاموش رہنے کی بجائے پڑھنے لگے۔

(۱۰۲) **دلیل نمبر ۵**: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ اٰمِیْنَ، فَوَافَقَ قَوْلَهٗ اَهْلَ السَّمَآءِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

(صحیح مسلم شریف: التسمیع والتامین)

چھپاتے ہیں بلکہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ اس رسالہ کی روایات بھی صحیح بخاری شریف کے معیار کی ہیں۔ نیز یہ حضرات اسی رسالہ کی ان روایات کو بھی عوام سے چھپاتے ہیں جن میں جہری نماز کے دوران مقتدی کے

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے اور اس کے مقتدی آمین کہیں تو جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہو گی اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

- یہ حدیث نماز باجماعت کے بارہ میں بالکل واضح ہے۔
- اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اور اگر امام و مقتدی سب کے ذمہ پڑھنا ہوتا تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی۔
- اس حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ سورۃ فاتحہ صرف امام پڑھے گا اسی لئے فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا (امام) غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو مقتدی آمین کہیں۔

(۱۰۳) دلیل نمبر ۶: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰمَنَ الْقَارِئُ فَاٰمِنُوْا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تُؤَمِّنُ۔ (صحیح بخاری شریف۔ کتاب الدعوات۔ باب التأمین)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔

گذشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی بڑی واضح ہے جو کہ نماز باجماعت کے بارہ میں

کے لیے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ الغرض ذیل میں ان حضرات کے اہم دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ سادہ لوح عوام متنبہ رہیں۔

(۱) حضرت عبادۃؓ کی روایت: حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت گراں گذری تو آپؐ نے نماز کے بعد

ہے اور اس میں بھی صرف امام کو پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے گویا امام کے علاوہ باقی سب خاموش رہیں البتہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں۔ اب اگر امام کی طرح مقتدی بھی پڑھنے لگ جائیں تو ان دونوں حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

الغرض صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی ان دو حدیثوں سے بھی واضح ہو گیا کہ صرف امام ہی پڑھنے والا ہوتا ہے۔ مقتدی خاموش رہتے ہیں۔

۱۰۴ **دلیل نمبر ۷**: حالت رکوع میں شمولیت: جو شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی یہ بڑی واضح اور صریح دلیل ہے۔ قرات فاتحہ مقتدی پر فرض نہیں ہے۔ درج ذیل بخاری شریف کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ نیز جمہور اسلاف امت کا مسلک بھی یہی ہے۔

(ا) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ اِنْتَھٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ۔

(صحیح بخاری: اِذَا رَکَعَ دُوْنَ الصَّفِّ)

ذَکَرَ ابْنُ حَجَرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الطَّبْرَانِیْ فَقَالَ اَیُّکُمْ صَاحِبُ ھٰذَا النَّفَسِ قَالَ خَشِیْتُ اَنْ تَفُوْتَنِیَ الرَّکْعَۃُ مَعَکَ۔

(فتح الباری: اِذَا رَکَعَ دُوْنَ الصَّفِّ)

پوچھا شاید کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا صرف سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو چونکہ اس کو پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

تجزیہ: شروع میں یہ عرض کر دینا مناسب ہے حضرات غیر مقلدین کی مضبوط ترین دلیل یہ روایت ہے۔

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے، تو حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ نے صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع کرلیا. جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے اس شوق کو بڑھائے، آئندہ ایسا نہ کرنا (کہ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کردو)۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ طبرانی نے حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے ایسا کیا؟ تو حضرت ابوبکرۃ رضؓ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کیا تاکہ آپ کے ساتھ میری یہ رکعت فوت نہ ہوجائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرۃؓ کے شوق کو سراہتے ہوئے انھیں دعا دی اور آئندہ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کرنے سے روکا۔

حضرت ابوبکرۃؓ جلدی سے رکوع میں شریک ہوگئے تاکہ یہ رکعت فوت نہ ہوجائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو آپؐ نے انھیں نماز لوٹانے کا

جس کا تجزیہ آئندہ سطور میں پیش ہوگا اور اس سے اندازہ ہوسکے گا کہ جب ان کی مضبوط ترین دلیل کا یہ حال ہے تو بقیہ دلائل کا کیا حال ہوگا؟

ضعف کی پہلی وجہ: واضح رہے کہ یہ روایت مختلف طرق سے منقول ہے اور نسبتاً اس کا مضبوط سلسلۂ سند وہ ہے جس میں محمد بن اسحٰق ہے۔ لہٰذا ذیل میں اسی سلسلہ کا ضعف بیان کردیا جاتا ہے تاکہ بقیہ طرق کا بخوبی اندازہ ہوسکے۔

حضرت عبادۃؓ والی روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحٰق ہے جس کی بابت قال الدار

حکم نہیں دیا، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔

امام بیہقیؒ کا استدلال: مشہور محدث امام بیہقیؒ نے حضرت ابو بکرہؓ کی یہ روایت اور حضرت ابو بکرہؓ و حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی یہی عمل نقل کیا جاتا ہے اور ان روایات کا عنوان قائم کرتے ہوئے یوں استدلال کیا ہے۔ بَابُ مَنْ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ وَفِيْ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى اِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمَا تَكَلَّفُوْهُ۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۰)

یہ بات ان لوگوں کے بیان میں ہے جنھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا اور یہ عمل دلیل ہے کہ اس سے ان کا مقصد اس رکعت کو حاصل کرنا تھا۔ ورنہ انھیں اس جدوجہد کی کیا ضرورت تھی؟

(ب) **حضرات صحابۂ کرامؓ کا نظریہ:** ذیل میں رکوع کی حالت میں شامل ہونے والے مقتدی کی بابت حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اسی کے قائل ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔

اِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّابْنَ عُمَرَ كَانَا يُفْتِيَانِ الرَّجُلَ اِذَا انْتَهٰى اِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ رُكُوْعٌ اَنْ يُّكَبِّرَ تَكْبِيْرَةً وَّقَدْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ قَالَا وَاِنْ وَّجَدَهُمْ سُجُوْدًا سَجَدَ مَعَهُمْ وَلَمْ يَعْتَدَّ بِذٰلِكَ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۷۹)

قطنی لَا يُحْتَجُّ بِهٖ قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ كَذَّابٌ، قَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ كَذَّابٌ۔

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶۹ ص ۴۷۱)

حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو اس نے اس رکعت کو پالیا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَنْ فَاتَہُ الرُّکُوْعُ فَلَا یَعْتَدُّ بِالسُّجُوْدِ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رکوع چھوٹ جائے، اور وہ سجدہ میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

- مندرجہ بالا روایات اس مسئلہ میں بالکل صریح ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ ضروری نہیں ورنہ ایسے شخص کی رکعت کیونکر شمار ہو سکتی ہے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی؟ مگر افسوس کہ ان صریح روایات کے باوجود بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی بات قابل استدلال نہیں ہے، سلیمان تیمیؒ فرماتے ہیں کہ وہ بہت جھوٹا تھا۔ مالکؒ فرماتے ہیں کہ دجّالوں میں سے ایک دجّال ہے۔ یحییٰ قسطانؒ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق جھوٹا ہے۔

دوسری وجہ: امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ امامت کا یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے مابین پیش نہیں آیا، بلکہ حضرت عبادۃ رضؓ اور بعض تابعین کے مابین پیش آیا ہے۔ (لہٰذا سورۃ فاتحہ پڑھنے سے متعلق اس حکم کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے) لیکن چونکہ اس واقعہ کے الفاظ دوسری مرفوع حدیث سے ملتے جلتے تھے تو بعض شامی راویوں کو مغالطہ ہوا اور انھوں نے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، یہی وجہ ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی بابت صراحت سے منقول ہے جبکہ کسی ایک حدیث سے بھی اس صراحت کے ساتھ ثابت نہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی اس رکعت کا اعتبار نہیں۔

(ج) جمہور علماء امت کا مسلک: امام ابن تیمیہؒ نے فتاوی میں نواب صدیق حسن خانؒ نے بدور الاہلۃ میں علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ نے عون المعبود میں اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جمہور علماء امت کا مسلک یہی ہے کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوگی امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَسْبُوْقُ اِذَا لَمْ يَتَّسِعْ وَقْتُ قِيَامِهٖ لِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فَاِنَّهٗ يَرْكَعُ مَعَ اِمَامِهٖ وَلَا يُتِمُّ الْفَاتِحَةَ بِاتِّفَاقِ الْاَئِمَّةِ وَاِنْ كَانَ فِيْهِ خِلَافٌ فَهُوَ شَاذٌّ۔ (مختصر فتاوی ابن تیمیہ ص۵۹)

جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے والے شخص کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وقت نہ ملے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور فاتحہ نہ پڑھے۔ اس پر تمام ائمہؒ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف کی حیثیت شذوذ کے مترادف ہے۔

عبادۃ رضؓ کی اس روایت کو اس طرح نقل نہیں کیا بلکہ اس میں امامت کا یہ تذکرہ ہی نہیں۔

(فتاوی ابن تیمیۃ، ج ۲۳ ص۲۸۷)

تیسری وجہ: مشہور محدث علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے قرارت فاتحہ خلف الامام کی بابت حضرت عبادۃ والی اس روایت پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند میں آٹھ قسم کا اضطراب ہے اور اس کے متن میں تیرہ قسم کا اضطراب ہے۔ (معارف السنن ج ۳ ص۲۰۲)

نواب صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں وَاعْتِدَادُ لَاحِقٍ بِرَکْعَتِے کہ رکوعش دریافتہ مذہب جمہور است مگر جماعت از اہل علم درآن خلاف کردہ بدور الأھلۃ۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی پوری رکعت شمار ہوگی مگر بعض علماء اس کے مخالف ہیں۔

الغرض موصوف کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ موصوف اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے جمہور علماء کا رستہ چھوڑ گئے ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ نے عون المعبود میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانیؒ نے ابتداء نیل الاوطار میں یہی فرمایا ہے کہ رکوع میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں ہوتی لیکن بالآخر فتح الربانی فی فتاوی الشوکانی میں اس قول سے رجوع کیا اور جمہور کے مسلک کو راجح قرار دیا چونکہ اس کے دلائل موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عون المعبود: الرجل یدرک الإمام ساجدًا

الغرض بخاری شریف کی روایت، حضرات صحابۂ کرامؓ کے فتاویٰ اور جمہور علماء امت

چوتھی وجہ: امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مُعَلَّلٌ عِنْدَ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ بِأُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ ضَعَّفَهُ أَحْمَدُ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ۔

(فتاویٰ ابن تیمیۃ، ج ۲۳ ص ۲۸۶)

اس حدیث کو ائمہ حدیث نے مختلف وجوہ کی بنا پر ضعیف و کمزور قرار دیا ہے حتیٰ کہ امام بخاریؒ کے استاذ امام احمدؒ اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

قَالَ النِّيْمَوِيُّ حَدِيْثُ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فِي الْتِبَاسِ الْقِرَاءَةِ قَدْ رُوِيَ بِوُجُوْهٍ كُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ۔ (آثار السنن ج ۱ ص ۷۹)

کے مسلک سے معلوم ہوگیا کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت شمار ہوتی ہے اور علامہ شوکانیؒ نے غیر مقلد ہونے کے باوجود بالآخر اسی مؤقف کو راجح قرار دیا چونکہ یہ مؤقف دلائل کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۰۵) دلیل نمبر ۷ مقتدی بالکل قرارت نہ کرے۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ۔ (صحیح مسلم: سجود التلاوۃ)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضؓ سے پوچھا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو بھی قرارت کرنی چاہیے یا نہیں تو صحابیٔ رسولؐ حضرت زید بن ثابتؓ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں بھی مقتدی کو امام کے ساتھ قرارت نہیں کرنی چاہیے۔

- صحیح مسلم شریف کی یہ روایت امام اور مقتدی کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے۔
- اس حدیث میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے سے صراحت کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔

مشہور محدث علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ رضؓ کی جس روایت میں التباس قرارت کا ذکر ہے اس کے سب طرق ضعیف اور کمزور ہیں (آثار السنن کے حاشیہ میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔

پانچویں وجہ: مشہور غیر مقلد عالم شیخ البانی صاحب کی تحقیقات کو حضرات غیر مقلدین حرفِ آخر سمجھتے ہیں ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبادہؓ والی یہ حدیث منسوخ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نسخ قراءة خلف الامام (جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام منسوخ ہے) اس عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں وَكَانَ قَدْ اَجَازَ لِلْمُؤْتَمِّيْنَ اَنْ يَّقْرَؤُا بِهَا وَرَاءَ الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ الْجَهْرِيَّةِ ثُمَّ نَهَاهُمْ عَنِ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا فِي الْجَهْرِيَّةِ ..... وَجَعَلَ الْاِنْصَاتَ لِقِرَاءَةِ الْاِمَامِ

- فی شیٔ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام کی موجودگی میں مقتدی کو کسی قسم کی قرارت نہیں کرنی چاہیے نہ تو سورۃ فاتحہ اور نہ ہی کوئی اور سورۃ
- نیز شیٔ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ سرّی وجہری ہر قسم کی نماز میں مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

۱۰۶ **دلیل نمبر۸ امام کی قرارت مقتدی کے لیے کافی ہے** عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ؟ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُہٗ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَءْ قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لَایَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ: مُؤَطَّا اِمَام مَالِكْ: تَرْكُ الْقِرَاءَۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرارت کرے؟ تو آپؓ فرماتے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرارت اس کے لئے کافی ہے، البتہ جب وہ اکیلا نماز

مِنْ تَمَامِ الْاِئْتِمَامِ فَقَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا۔۔۔۔ شروع میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت تھی (آگے حضرت عبادۃ کی یہی بیان کر کے لکھتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں مقتدی کو ہر قسم کی قرارت سے روک دیا۔۔۔ اور امام کی قرارت کے وقت مقتدی کی خاموشی کو اقتداء کے لوازمات میں سے قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہوا۔ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے وہ یوں کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ (صفۃ صلاۃ النبی ص۹۳)

الغرض یہ حدیث منسوخ ہے نیز یہ اس قدر ضعیف ہے کہ اس کی بنیاد پر واضح قرآنی آیات و نبوی احادیث کو نہیں چھوڑا جا سکتا اور اس سے فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

پڑھے تو پھر قراءت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ نیمویؒ نے آثار السنن ج ۱ ص ۸۹ پر اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۱۰۷) دلیل نمبر ۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى وَرَاءَ الْاِمَامِ كَفَاهُ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ قَوْلِهٖ۔ (سنن بیہقی: من قال لا یقرء خلف الامام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہی قول صحیح ہے۔

---

۲ حضرات غیر مقلدین کی دوسری دلیل: "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ"

"جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی"

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب حضرات غیر مقلدین کو قرآن کریم سے اور صریح و مرفوع احادیث سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو اس حدیث کو فاتحہ خلف الامام کی بنیاد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تجزیہ: یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دینی مسائل میں صرف ایک آدھ حدیث کو دیکھ کر بقیہ کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس مسئلہ سے متعلق جتنی آیات و احادیث منقول ہوں، ان سب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، فقہاء محدثین کا یہی امتیازی نشان ہوتا ہے، گو کہ محدود اور سطحی معلومات رکھنے والے لوگ ایک آدھ حدیث کو دیکھ کر اس کی صحیح مراد متعین کیے بغیر اپنے فہم و ذوق کے مطابق اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور بزعم خویش اس خوش فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم بھی حدیث پر عمل کر رہے ہیں اور بس اسی نسبت سے اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھنے لگتے ہیں۔ واضح رہے کہ اصل اہل حدیث وہی لوگ ہیں جن کا علمی افق اتنا وسیع ہے کہ ہر مسئلہ سے متعلقہ آیات و احادیث و عمل صحابہؓ پر

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دونوں روایات میں باجماعت نماز کی صراحت موجود ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بالکل وضاحت سے بتا دیا کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی ہے۔
- یہاں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ صرف منفرد قراءت کرے گا۔
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی کا مسلک و معمول بھی یہی تھا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۱۰۸) **دلیل نمبر ۱۔ امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے :** عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ

ان کی نظر ہے اور اسی کے مطابق ان کا عمل ہے۔

اب فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں اگر صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو شاید غیر مقلد حضرات کا مطلوبہ استدلال صحیح ہوتا، لیکن اس سلسلہ کی بقیہ روایات کو پیش نظر رکھنے سے اس حدیث کا جو مفہوم متعین ہوگا وہی صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) ترمذی شریف میں ہے کہ امام بخاریؒ کے استاذ امام احمدؒ نے اس حدیث کو منفرد پر محمول کیا ہے چونکہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا یہی مفہوم بتایا ہے۔ قَالَ اَحْمَدُ فَهٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اَنَّ هٰذَا اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ، ترمذی: تَرْكُ الْقِرَاءَةِ۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا یہ مفہوم وہ جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا ہے کہ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث منفرد کے بارے

وَرَاءَ الْاِمَامِ۔ (حسن صحیح)

ترمذی: تَرْكُ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ، مؤطا امام مالك

بَابُ تَجِبُ قِرَاءَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی الایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

- اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ کا مسئلہ بالکل واضح فرمادیا کہ منفرد ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا۔
- جو شخص امام کی اقتدار میں نماز پڑھے وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا۔

میں ہے۔

(۲) ابوداؤد شریف میں حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے۔

لَاصَلوٰةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّيْ وَحْدَهٗ۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ لَاصَلوٰةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا والی حدیث اکیلے نماز پڑھنے والے کے بارہ میں ہے۔

(۳) الغرض اس حدیث شریف کا جو مفہوم ایک صحابی رسولؐ نے سمجھا، جس کو امام بخاریؒ کے استاذ نے ترجیح دی ہے اور جسے ابوداؤد و ترمذی نے نقل کیا ہے، ہمیں تو وہی مفہوم زیادہ پسند ہے۔

(۴) دوسری روایات کو سامنے رکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے کافی ہے اسی لئے ایسے وقت میں مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی بجائے خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دلیل نمبر ا دلیل نمبر ۲ دلیل نمبر ۴ دلیل نمبر ۸ دلیل نمبر ۹، الغرض مقتدی تو اس حدیث کی زد میں آتا ہی نہیں ہے۔

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تعیین بھی ہے اور نماز باجماعت کی تصریح بھی ہے لیکن پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز باجماعت میں مقتدی سورۃ فاتحہ ضرور پڑھے؟!!

(۱۰۹) دلیل نمبر ۱۱: مقتدی چاروں رکعات میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔ عَنْ اِبْرَاهِیْم

چونکہ اس حدیث میں اس شخص کی نماز کی نفی کی گئی ہے جس کو سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی مگر اس نے نہیں پڑھی اور وہ منفرد ہے، جہاں تک مقتدی کا مسئلہ ہے تو اس کی طرف سے سورۃ فاتحہ پڑھی جاچکی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کو بھی شامل ہے۔ وَقَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَبِالْاِجْمَاعِ اَنَّ اِنْصَاتَ الْمَأْمُوْمِ لِقِرَاءَةِ اِمَامِهٖ يَتَضَمَّنُ مَعْنَى الْقِرَاءَةِ مَعَهٗ وَزِيَادَةً۔ (فتاویٰ ابن تیمیۃ ج ۲۳ ص ۲۹۰)

تحقیق یہ کہ بات قرآن کریم حدیث شریف اور اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام کی قرأت کی وجہ سے مقتدی کا خاموش رہنا ہی اس کے پڑھنے کے حکم میں ہے، بلکہ اس کو قرأت کے ثواب کے ساتھ خاموش رہنے سے متعلق حکم کی تعمیل کا ثواب بھی ملتا ہے۔

نیز یہ کہ قرآن کریم وسنت نبویہ کی رو سے مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم مل چکا ہے۔ اب جو مقتدی ان تعلیمات کے مطابق خاموش رہے اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس پر یہ فتویٰ کیونکر لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی؟

(۵) مسلم شریف میں اسی حدیث کی بعض سندوں میں فصاعداً کا لفظ بھی منقول ہے۔ یعنی جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت یا چند آیات زائد نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود حضرات غیر مقلدین بھی کہتے ہیں کہ مقتدی یہ زائد سورۃ نہ پڑھے۔ آخر ایک ہی حدیث میں یہ تفریق کیونکر ہے؟ کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ کو لازمی قرار دیتے ہیں اور زائد سورۃ پڑھنے سے روکتے ہیں؟ جب کہ حدیث میں دونوں کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات غیر مقلدین سادہ لوح عوام کے سامنے حدیث شریف کا ایک حصہ تو بیان کرتے رہتے ہیں۔ "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" لیکن

اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رض لَمْ یَقْرَءْ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا فِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ وَلَا فِیْ غَیْرِھِمَا۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۱۱)

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرارت نہیں کیا کرتے تھے نہ تو پہلی دو رکعتوں میں اور نہ ہی آخری دو رکعتوں میں۔

اس کے دوسرے حصہ کو چھپائے رکھتے ہیں چونکہ یہ ان کے مسلک کے خلاف ہے۔

(۶) قرآن کریم احادیث نبویہ شریفہ اور اقوال صحابہ رض کو پیش نظر رکھ کر اس حدیث کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے اس سے تمام نصوص میں مطابقت و موافقت قائم رہتی ہے کہ لاصلوٰۃ لمن یقرء بفاتحۃ الکتاب والی حدیث منفرد کے بارہ میں ہے اور دیگر آیات و احادیث میں مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اگر اس حدیث کا وہ مفہوم لیا جائے جو حضرات غیر مقلدین بیان کرتے ہیں تو پھر اس کا تقاضا ہوگا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی پڑھیں جب کہ قرآنی آیت اور دیگر احادیث میں خاموش رہنے کا حکم ہے، گویا کہ اس مفہوم سے نصوص میں تعارض و ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا نتیجہ دور دراز کی تاویلیں کرنی پڑیں گی۔

حضرت انس رض کی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

تجزیہ: امام بیہقیؒ نے خود ہی اس روایت کی بابت تصریح فرمادی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَقَدْ قِیْلَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ وَّلَیْسَ بِمَحْفُوْظٍ۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۶)

جو روایت ابو قلابہ نے حضرت انس رض سے بیان کی ہے وہ محفوظ نہیں ہے۔

الغرض ان دلائل کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرات غیر مقلدین کے پاس ان کے مؤقف کی کوئی دلیل حدیث شریف میں نہیں اور جن سے وہ استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا تو وہ ضعیف

اس روایت سے بھی صراحتہً معلوم ہو گیا کہ امام کے پیچھے چاروں رکعات میں مقتدی قرارت نہیں کرے گا۔

قرارت کا لفظ سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ دونوں کو شامل ہے لہذا مقتدی نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے گا نہ ہی کوئی سورۃ۔

(۱۱۰) دلیل نمبر ۱۲ جمہور صحابہؓ کرام اور جمہور علماء امّت کا مسلک : امام ابن تیمیہؒ کی تحقیق پر حضرات غیر مقلدین بہت اعتماد کرتے ہیں۔ لہذا ذیل میں ان کی تحقیق پیش کی جارہی ہے جس میں انھوں نے قرآن و سنّت کو بنیاد بنایا ہے۔

ہیں یا ان سے مطلوبہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

تیسرا مرحلہ : قرآن کریم اور سنت نبویہ شریفہ کی رو سے مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے دلائل کا تجزیہ کر دیا گیا۔ ذیل میں حضرات غیر مقلدین کے ان دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے جن کا تعلق آثار صحابہؓ کے ساتھ ہے اس سلسلہ میں یہ بنیادی حقیقت پیش نظر رہے کہ

(۱) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف آثار منقول ہیں اکثر میں تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ جب کہ بعض میں پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اب وہ آثار یقیناً راجح ہیں جس میں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ ان کی تائید قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ہوتی ہے۔

(۲) یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ اس تیسرے مرحلہ میں بھی حضرات غیر مقلدین کے اکثر دلائل سند کے اعتبار سے کمزور ہیں جیسے کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہوگا۔

حدیث ابی ہریرۃؓ (۱) حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نا مکمل ہے۔ کسی نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے پوچھا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ حضرت ابو ہریرۃ رضؓ نے فرمایا کہ "اِقْرَاْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ" اپنے نفس میں پڑھ لیا کرو..... (آگے سورۃ فاتحہ کی فضیلت کا بیان ہے)

وَالْاَمْرُ بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْاِمَامِ وَالْاِنْصَاتِ لَهٗ مَذْكُوْرٌ فِي الْقُرْاٰنِ وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيْحَةِ وَهُوَ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ فِيْمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ وَهُوَ قَوْلُ جَمَاهِيْرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ فِي الْفَاتِحَةِ وَغَيْرِهَا۔ (رسائل دینیہ: تنوع العبادات ص۵۵)

امام کی قرات سننے اور خاموش رہنے کا حکم قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد والی سورۃ کی بابت جمہور صحابہ کرامؓ اور دیگر علماء امت

---

(۲) جزء القراءۃ میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔

تجزیہ (۱) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایات منقول ہیں اس روایت سے بظاہر امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ جب کہ ان کی دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ جب امام قراءت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (امام مسلم نے صحیح مسلم شریف میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور یہی قول راجح ہے چونکہ جب ایک ہی شخص سے دو طرح کی روایات منقول ہیں تو وہ روایت راجح ہوگی جس کی تائید قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔

(۲) یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ مسئلہ راجح ہے جس کے دلائل قوی ہیں اور دلائل سے یہ حقیقت معلوم ہو چکی کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں امام کے پیچھے پڑھنے سے روکا گیا ہے اور صراحت کے ساتھ خاموش رہنے کا حکم دیا ہے جب کہ قرآن کریم کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیح مرفوع میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں وہ ضعیف ہیں، امام ابن تیمیہؒ کی تصریح ملاحظہ ہو۔

لٰكِنَّ الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ هُمْ جُمْهُوْرُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَمَعَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيْحَةُ وَالَّذِيْنَ اَوْجَبُوْهَا عَلَى الْمَامُوْمِ فِيْ حَالِ الْجَهْرِ هٰكَذَا فَحَدِيْثُهُمْ قَدْ ضَعَّفَهُ الْاَئِمَّةُ وَرَوَاهٗ

کا یہی مسلک ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد والی سورۃ کی قراءت کے وقت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے پر تو ساری امت کا اجماع ہے۔

ابو داؤد۔ (رسائل دینیۃ: تنوع العبادات ص۵۴)

جمہور سلف صالحین قرأت خلف الامام سے روکتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کہ جہری نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ ان کا استدلال ابو داؤد کی حدیث سے ہے جس کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔"

معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ جب کہ پڑھنے کے دلائل کمزور ہیں اور یہ حقیقت بھی معلوم ہے کہ صحابی قرآن کی آیت اور حدیث صحیح مرفوع کے مرتبے و پایہ کا نہیں ہے۔ لہذا جو موقف قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے وہ قوی اور راجح ہے۔

(۳) اگر حضرت ابو ہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا ذکر ہے تو دوسرے بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے فاتحہ خلف الامام سے روکا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابرؓ کی روایات میں گذرا اور قرآن وحدیث کے دلائل اس پر مستزاد ہیں۔

(۴) آخر میں ایک اہم بات پیش نظر رہے کہ اس سارے استدلال کی بنیاد "اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ" پر ہے۔ جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ امام کے پیچھے آہستہ آواز سے پڑھا کرو۔ لیکن اس جملہ کا یہ ترجمہ کوئی حتمی ویقینی نہیں اس کے اور معنی بھی آئے ہیں جیسا کہ بخاری مسلم کی درج ذیل روایات میں غور کرنے سے واضح ہوگا جو کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی منقول ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ قَالَ قَتَادَةُ إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ

(۱۱۱) **خلاصۂ کلام:** گذشتہ تحقیق سے واضح ہو گیا کہ: (۱) قرآنی نقطۂ نظر سے مقتدی کو امام کی قراءت سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔

بشئ؛ بخاری: اَلطَّلَاقُ فِی الْاَغْلَاقِ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی امتیازی حیثیت یہ ہے کہ ان کے دل ہی دل میں جو باتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر کوئی گرفت نہیں کرتے۔ الا یہ کہ وہ ان پر عمل کریں یا اپنی زبان سے ادا کریں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دل ہی دل میں بیوی کو طلاق کا سوچے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

- اس حدیث میں دل ہی دل کی گفتگو کو حدیث نفس قرار دیا گیا ہے۔ جس پر مواخذہ نہیں ہے جب کہ انہی باتوں کا زبان سے ذکر کرنا قابل مواخذہ ہے۔
- حضرت قتادہؓ کے کلام میں بھی طلق فی نفسہ کے الفاظ ہیں یعنی دل میں طلاق کا سوچے۔
- معلوم ہوا کہ فی نفسہ کا اطلاق دل ہی دل میں کچھ کہنے پر بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا مندرجہ بالا حدیث ابوہریرہؓ کے اس جملہ "اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ" میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھے اور دوسرا یہ ہے کہ دل ہی دل میں پڑھے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے بارہ میں صریح نہیں ہے۔

مسلم شریف کی دوسری حدیث ملاحظہ ہو اس میں بھی فی نفسہ کا استعمال ہوا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ هُمْ خَیْرٌ مِّنْهُمْ۔

(صحیح مسلم: الحث علی ذکر اللہ)

(۲) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا قرآن کریم سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) جو مسئلہ قرآن کریم سے ثابت ہے وہ اس مسئلہ پر راجح ہے جو قرآن کریم سے ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا بندہ میرے بارہ میں جس قسم کا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ایسے مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس کے مجمع سے کہیں بہتر ہے۔

● اس حدیث شریف میں بھی دل میں ذکر کرنا وارد ہے اور ذکرنی فی نفسہ کے الفاظ ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ فی نفسہٖ کا استعمال جہاں آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے وہاں دل میں پڑھنے پر بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث ابی ہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرنا بہت ہی کمزور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر: حضرات غیر مقلدین فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

یحییٰ بکا کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فاتحہ خلف الامام کی بابت پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ان کے ہاں فاتحہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہ تھا۔ (جزء القراءۃ)

تجزیہ: (۱) اس میں ایک راوی یحییٰ بن مسلم البکاء ہے جس کو علامہ ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (المیزان ج ۴ ص ۴۰۹)

(۲) دلیل نمبر ۱ اور نمبر ۹ کے ضمن میں روایات صحیحہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک نقل کر دیا گیا کہ وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور دلیل نمبر ۹ کے ضمن میں امام بیہقیؒ کی تصریح موجود ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہی قول صحیح ہے اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی طرف اس دوسرے قول کی

(۴) احادیث صحیحہ مرفوعہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ قرآن پڑھنا امام کی ذمہ داری ہے اور مقتدی کے ذمہ خاموش رہنا ہے۔

(۵) کسی صحیح مرفوع حدیث سے اس صراحت کے ساتھ یہ ثابت نہیں کہ باجماعت نماز میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔

(۶) جو مسئلہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے وہ بہرحال اس مسئلہ پر راجح ہے جو کسی صحیح و مرفوع حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

نسبت صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کا قول: حضرت عبداللہ بن ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا کروں تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ (جزء القراءۃ)

تجزیہ: اس میں ایک راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر الرازی ہے جو کہ ضعیف ہے ملاحظہ ہو۔

قَالَ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ. قَالَ الْفَلَاسُ سَیِّئُ الْحِفْظِ قَالَ ابْنُ حِبَّانَ یَتَفَرَّدُ بِالْمَنَاکِیْرِ عَنِ الْمَشَاهِیْرِ وَقَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ یَهِمُ کَثِیْرًا. (المیزان ج ۳ ص ۳۱۹)

امام احمد اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ابو جعفر الرازی قوی نہیں ہے امام فلاس فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ مشہور لوگوں کی طرف منکر روایتیں منسوب کرتا تھا ابوزرعۃ فرماتے ہیں کہ اس کو وہم بہت ہوتا تھا۔

یہ تھے حضرات غیر مقلدین کے چند مشہور دلائل جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے بقیہ دلائل بھی کس قدر کمزور ہیں؟ ان میں وہ دلائل بھی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے۔ اس مختصر تجزیہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام بخاریؒ کے اس رسالہ کی روایات کا وہ معیار نہیں جو صحیح بخاری شریف کا ہے۔ عموماً سادہ لوح عوام مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان دلائل کا مختصر تجزیہ کر دیا گیا تاکہ وہ اصل حقیقت حال کا اندازہ کر سکیں۔

(۷) جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راجح ارشادات سے معلوم ہوگیا کہ مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۸) بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فاتحہ خلف الامام کے جو اقوال منقول ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں نماز باجماعت کی صراحت نہیں یا وہ منسوخ ہیں یعنی اس زمانے سے متعلق ہیں جب ممانعت والا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور اگر کچھ صحیح آثار بھی ہوں تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث و جمہور صحابہؓ والے دلائل کو اولیت حاصل ہوگی۔

(۹) جو مسئلہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وضاحت و صراحت کے ساتھ منقول ہے وہ یقیناً راجح ہے اس مسئلہ پر جس کے دلائل میں صراحت و وضاحت اور قوت نہیں ہے۔

لہٰذا، ہر شخص کو اپنی پوری نماز قرآن کریم کے واضح ارشادات پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق پڑھنی چاہیے کہ اگر وہ منفرد ہے تو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے لیکن اگر وہ مقتدی ہے تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھے۔ اس کے باوجود اگر کسی کا فرقہ وارانہ تعصب اور مسلکی وابستگی آڑے آئے تو خدارا اسے بالائے طاق رکھ دے۔

نوٹ: آج کل کچھ لوگ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت کے پاس امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور مخالفین کے اہم دلائل کا تجزیہ بھی کر دیا گیا ہے تاکہ انصاف پسند طبائع اصل حقیقت حال کا اندازہ کر سکیں۔

آمین

(۱۱۲) (۱) جب امام سورۃ فاتحہ مکمل کر چکے تو مقتدی آہستہ سے آمین کہے۔ یہی اولیٰ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وسلم قال اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکة فی السماء آمین، فوافقت احداهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه۔ (بخاری: فضل التامین)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آمین کہے اور آسمان میں ملائکہ بھی کہیں اور ایک دوسری میں موافقت ہو جائے تو آمین کہنے والے کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

قال ابن منیر فی ذکر مناسبة الباب بأن التامین دعاء وقال ان التامین قائم مقام التلخیص بعد البسط فالداعی فصل المقاصد والمؤمن اتی بکلمة تشمل جمیعًا۔

(فتح الباری، شرح بخاری۔ ج ۲ ص ۲۶۳)

"ابن منیر باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور آمین تفصیل کے بعد اختصار کے مترادف ہے۔ امام نے اپنے مقاصد و مطالب کو تفصیلاً ذکر کیا اور اس پر آمین کہنے والا صرف یہ کلمہ کہتا ہے جو ساری دعا کو شامل ہے۔" (فتح الباری)

اور آمین کا معنی ہے "اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ"۔ (اللہ اس دعا کو قبول فرما)

نیز کَذٰلِکَ یَکُوْنُ، (اے اللہ ایسا ہی ہو جائے)

(۱۱۳) جب یہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دعا وہ ہے جس میں عاجزی اور اخفا رہو۔

ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (الاعراف نمبر ۵۵)

اللہ سے دعا کرو گڑگڑا کر اور خفیہ۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کے ذیل میں ابن کثیر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

(۱۱۳)

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَفَعَ النَّاسُ اَصْوَاتَہُمْ بِالدُّعَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّہَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَآئِبًا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲۔ ص۲۲۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازوں کو بلند کرنا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے لوگو! میانہ روی سے کام لو تم کسی بہرے یا غائب شخص کو نہیں پکار رہے جس کو تم پکارتے ہو وہ ہر بات کو سننے والا ہے نزدیک ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ۔

- جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی۔ اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے
- آمین دعا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے دعا میں اخفار پوشیدگی، اور عاجزی کا حکم دیا ہے۔
- جو لوگ اونچی آواز سے دعا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا۔
- اللہ تعالیٰ ہر آواز کو سننے والے اور ہر شخص کے قریب ہے۔

لہذا آہستہ آواز سے آمین کہنی چاہیے چونکہ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۱۱۴) بعض علماء کا کہنا ہے کہ آمین ذکر ہے۔ اس صورت میں بھی اس کا اخفار اولیٰ ہے۔ چونکہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔

(اعراف نمبر ۲۰۵)

اسی لئے امام ابو حنیفہؒ نے ایک مختصر سے جملہ میں سارے مسئلہ کو حل کر دیا کہ:
اگر آمین دعا ہو تو سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہیے
اور اگر آمین ذکر ہو تب بھی سورہ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۵ کی رو سے آہستہ کہنی چاہیے

- ارشاد نبوی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُنَا یَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا اِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ، وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا۔
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (مسلم: النہی عن مبادرۃ الامام بالتکبیر وغیرہ)

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں امام سے جلدی نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے پھر تم تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہٗ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو"

اس روایت میں ارشاد ہوا کہ امام کے ولا الضالین کہنے پر تم آمین کہو اور اسی روایت میں ہے کہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہٗ کہنے پر اللہم ربنا لک الحمد کہو۔ ظاہر ہے کہ اللہم ربنا لک الحمد آہستہ آواز میں کہا جاتا ہے اور بعینہٖ اسی قسم کے الفاظ آمین کہنے کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ لہٰذا دلالتِ حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین بھی آہستہ آواز سے ہی کہنی چاہیے۔

(د) فرمان عمر رضی اللہ عنہ

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ یُخْفِی الْاِمَامُ اَرْبَعًا، اَلتَّعَوُّذَ، وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاٰمِیْنَ، وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (عینی شرح ہدایہ ج ا ص۶۲۲)

ابو معمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) اعوذ باللہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔

حضرت عمرؓ و علیؓ کا طریقہ

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ یَّجْھَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِاٰمِیْنَ۔ (الجوھر النقی، ج ۲ ص۴۸)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

فرمان حضرت ابن مسعودؓ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ یُخْفِی الْاِمَامُ ثَلَاثًا اَلْاِسْتِعَاذَۃُ وَبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ وَاٰمِیْنَ۔ (المحلی۔ ج ۳ ص۱۸۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ امام تین چیزوں کو آہستہ کہے۔ تعوّذ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین۔

(۱۱۵) اس تحقیق کے بعد یہ نتائج نکھر کر سامنے آ گئے ہیں۔

- قرآنی تعلیمات کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہیے
- صحیح مسلم شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ ربنا لک الحمد کی طرح آمین بھی آہستہ آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔
- آہستہ آمین کی ترجیح کے لیے اتنا کافی ہے کہ آیات قرآنیہ اور مسلم کی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے
- قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی اونچی آمین کا ثبوت نہیں ملتا۔

- کسی صحیح حدیث میں آمین اونچی کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔
- اونچی آمین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔
- آج کل کچھ لوگ مصر ہیں کہ آمین ہمیشہ اونچی آواز سے کہنی چاہیے، لیکن وہ جتنی روایات کا سہارا لیتے ہیں (قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہیں) ان میں ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہنے کا ذکر ہے۔ لہذا ان سے ہمیشہ والا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔
- حدیث کا علم رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ جس روایت میں اونچی آمین کا ذکر ہو تو وہ حاضرین کی تعلیم کے لئے ہے چونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپؐ سورۃ فاتحہ کے بعد چند لمحے خاموش رہتے تھے۔ لہذا ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہہ کر حاضرین کو بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد خاموشی والے لمحات میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ کبھی آپؐ ظہر وعصر میں ایک آدھ آیت اونچی پڑھ لیتے تاکہ نئے آنے والے حضرات کو معلوم ہو جائے کہ قرارت ہو رہی ہے نیز مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ سبحانک اللھم بلند آواز سے پڑھا تعلیم کے لئے اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ظہر وعصر میں ایک آیت اور نماز کے شروع میں سبحانک اللھم بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ بعینہ یہی کیفیت آمین کی بھی ہے۔

اگر اونچی آمین کہنا آپؐ کا معمول ہوتا تو صحیح احادیث کے ذخیرہ میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا کہ جن حضرات صحابہؓ نے آپؐ کی انگلی کے اشارہ اور اس کی کیفیت تک کو نقل کیا ہے وہ اس عظیم عمل کو ضرور نقل کرتے لیکن ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اونچی آمین کا عنوان باندھا ہے لیکن اونچی آمین کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نقل نہیں کی۔

اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے:

لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُوْ مِنْ شَيْءٍ۔

(آثار السنن، ج ۱ ص ۹۴)

بلند آواز سے آمین کہنا نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور نہ ہی چاروں خلفاء سے اور جو کوئی روایت اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ جرح و تنقید سے خالی نہیں [۱]

---

[۱] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں بعض ایسی روایات کی نشاندہی کر دی جائے

(۱) اُمّ الحصینِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ اِنَّہَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ فَسَمِعْتُہٗ وَھِیَ فِیْ صَفِّ النِّسَآءِ۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ۔ حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْہِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ۔ وَزَادَ ابْنُ مَاجَۃَ فَیَرْتَجُّ بِھَا الْمَسْجِدُ۔

(۳) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْکِتَابِ۔

جائزہ دلیل نمبر ۱: عَنْ اُمِّ الْحَصِیْنِ اَنَّہَا صَلَّتْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی۔ جس کو علامہ بیہقیؒ نے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۴ میں اور شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ مبارک پوریؒ کہتے ہیں کہ ابن المبارکؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ "منکر الحدیث" (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۸)

جائزہ دلیل نمبر ۲

(۱) اس میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس کو امام بخاریؒ امام ترمذیؒ امام احمدؒ امام نسائیؒ اور ابن حصینؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(نصب الرایۃ، ج ۱ ص ۳۷۱)

سورۃ

(۱۱۶) سورۃ فاتحہ کے بعد امام اور منفرد کوئی اور سورۃ ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیات پڑھیں۔ ظہر، عصر، عشاء اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "اَبُوالْاَسْبَاطِ بِشْرِبْنِ رَافِعٍ وَّقَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰی ضُعْفِہٖ۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۲)

تمام علماء کا اجماع کہ ابوالاسباط بن رافع ضعیف ہیں۔

(ب) اس کی سند میں دوسرا راوی ابوعبداللہ بن عم ابی ہریرۃ ہے۔

وَاَبُوْعَبْدِاللّٰہِ ھٰذَا لَایُعْرَفُ لَہٗ حَالٌ وَلَارَوٰی عَنْہُ غَیْرُبِشْرٍ وَّالْحَدِیْثُ لَایَصِحُّ۔ (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۳۷۱)

ابوعبداللہ یہ راوی مجہول ہے اور بشر بن رافع کے علاوہ کسی اور نے اس سے نقل نہیں کی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۳: عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔۔۔۔

اس روایت کی بابت ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: "ھٰذَا عِنْدِیْ خَطَآءٌ"۔ میرے ہاں یہ غلط ہے نیز اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے جس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ (تلخیص الحبیر ص ۲۳۸)

جائزہ دلیل نمبر ۴

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَہٗ فَقَالَ اٰمِیْنَ۔

حضرت ابوہریرۃ سے منسوب اس حدیث کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے اس کی بابت ملاحظہ ہو۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی۔ قَالَ النَّسَآئِیُّ لَیْسَ بِثِقَۃٍ، وَّقَالَ اَبُوْدَاؤُدُ

ملائیں آخری رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَۃَ وَیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مَالَا یُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ وَھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ۔ (بخاری: مایقرء فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب)

حضرت ابو قتادہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

لَیْسَ بِشَیْءٍ، وَکَذَّبَہٗ مُحَدِّثُ حمص مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۱)

اسحاق بن ابراہیم زبیدی کی بابت امام نسائیؒ فرماتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ حدیث کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حمص کے شیخ الحدیث محمد بن عوف نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۵: قارئین پر واضح رہے کہ بعض روایات حضرت وائل بن حجرؓ سے منقول ہیں ان میں اونچی آمین کے مختلف الفاظ ہیں جو صرف تعلیم کے لئے ہیں اور حضرت وائلؓ کی ان روایات میں تعلیم کی خصوصیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ چند دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے آئے تھے۔ تاکہ وہ براہ راست کچھ باتیں سیکھ لیں۔ اس مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے بتادیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہی جاتی ہے۔ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق سورۃ فاتحہ کے بعد ایک لمحہ خاموش رہتے اور آہستہ آمین ہی کہتے تو حضرت وائل کو یہ پتہ نہ چلتا کہ اس موقع پر یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ الغرض حضرت وائل سے منقول روایت میں مسئلہ آمین کے اونچی کہنے پر استدلال نہیں کیا جاتا۔

مبارکہ یہ تھی کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دو سورتیں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ اور پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا ادا کرتے تھے، عصر اور صبح میں بھی یوں ہی کرتے۔

ظہر و عصر میں آہستہ قرارت

(۱۱۷) امام اور منفرد ظہر، عصر میں قرارت آہستہ کریں، فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین، وتر، (باجماعت) میں امام بلند آواز سے قرارت کرے، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند اور بقیہ میں آہستہ قرارت کرے۔

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِلْخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ، اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَاءَتَهٗ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ

(بخاری: باب القراءۃ فی العصر)

حضرت ابو معمر نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر، عصر میں قرارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا، ہاں۔ ابو معمر نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ کے ہلنے سے معلوم ہو جاتا کہ آپ پڑھ رہے ہیں۔

۱۱۸ رفع یدین (ہاتھوں کو اٹھانا)

قرارت سے فارغ ہو کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور رفع یدین نہ کرے، اس طرح رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین نہ کرے چونکہ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا لہذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

۱۱۹ دلیل نمبر۱ نماز نبوی

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اُصَلِّي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (حدیث حسن) ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، بعد میں نہیں لہذا ہمیں بھی پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔[۱]

۱۲۰ دلیل نمبر۲ رفع یدین سے ممانعت

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

---

[۱] يَقُوْلُ اَحْمَدُ شَاكِرٍ: هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَمَا قَالُوْهُ فِيْ تَعْلِيْلِهٖ لَيْسَ بِعِلَّةٍ۔ (ترمذی محقق، ج ۲ ص ۴۱)

(۱) احمد شاکر فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دیگر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور جو لوگ اس کی طرف کمزوری کی نسبت کرتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

(۲) علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم شریف کے راوی ہیں۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)

عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔ (مسلم : الامر بالسکون فی الصلاۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا، "کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔"

مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے والوں

واضح رہے کہ امام ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ حضرت ابن مسعودؓ کی اس حدیث کی بابت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ، جب کہ مندرجہ بالا روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس بات میں بہت سے علماء کو غلطی ہوئی ہے یا وہ مغالطہ دیتے ہیں۔ (نصب الرایۃ، ج ۱ ص ۳۹۴)

اسی لئے ترمذی شریف کے مختلف نسخوں میں یہ روایت مستقل باب کے تحت نقل کی گئی ہے لہذا ابن مبارکؒ کا وہ قول گذشتہ باب میں رہ جاتا ہے۔ آئندہ باب کی حدیث سے اس کا کیا تعلق ہے ملاحظہ ہو (ترمذی محقق ج ۲ ص ۴۱) اس موقع پر احمد شاکر کا یہ تجزیہ بھی ملاحظہ ہو: وَذَهَبُوْا یُصَحِّحُوْنَ بَعْضَ الْاَسَانِیْدِ وَیُضَعِّفُوْنَ اِنْتِصَارًا لِمَذْهَبِهِمْ وَتَرَکُوْا۔ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ۔ سَبِیْلَ الْاِنْصَافِ وَالتَّحْقِیْقِ۔ (ترمذی محقق ج ۲ ص ۴۲) مسئلہ رفع یدین میں بعض متعصب لوگ ضعیف احادیث کو صحیح اور صحیح کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت و انصاف کا دامن بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

نوٹ: آج کل کے غیر مقلدین بھی اپنے پرانے ہمنواؤں کی طرح سادہ لوح عوام کو یہی باور کراتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے کی بابت تمام روایات ضعیف ہیں۔ لہذا ہم نے مندرجہ بالا تمام دلائل کے ساتھ

کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے [۱]

(۱۲۱) دلیل نمبر ۳ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ طحاوی رفع الیدین صححہ الزیلعی۔ وھذا رجالہ ثقات، درایۃ، ج ۱ ص۱۵۲ وھذا سند صحیح علی شرط مسلم الجوھر النقی، ج ۲ ص۷۵

قَالَ الطَّحَاوِیُّ وَفِعْلُ عُمَرَ ھٰذَا وَتَرْکُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاہُ عَلٰی ذٰلِکَ دَلِیْلٌ صَحِیْحٌ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ ھُوَ الْحَقُّ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ خِلَافُہٗ۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

ساتھ بڑے بڑے محدثین کے حوالہ سے ان کا صحیح ہونا بھی نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کرام غیر مقلدین کے مغالطوں سے محفوظ رہیں۔

[۱] مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے وقت رفع یدین کرنے سے بھی روکا ہے اس میں بھی کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ کا جملہ استعمال فرمایا اس سے بعض حضرات کو شبہ ہو گیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں حالانکہ ایسا نہیں دونوں حدیثوں میں علیحدہ اور مستقل احکام بیان ہوئے ہیں دونوں کا باہمی فرق ملاحظہ ہو۔

(۱) دونوں روایتوں میں حضرت جابرؓ نے آپ کے مختلف قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں اس حدیث میں ہے۔ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ، جب کہ دوسری سلام والی روایت میں ہے۔ عَلَامَ تُؤْمُوْنَ بِاَیْدِیْکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اِنَّمَا یَکْفِیْکُمْ

علامہ زیلعیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ علامہ ترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہؓ نے انھیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیئے۔

(۱۲۲) **دلیل نمبر۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل** : عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بَعْدُ۔ (بیہقی من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح)

صححہ الزیلعی۔ قال ابن حجر رواتہ ثقات ج ۱ ص ۱۵۲ قال العینی فی العمدۃ اسناد عاصم صحیح علی شرط مسلم۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ

اَنْ یَّضَعَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ ثُمَّ یُسَلِّمَ عَلٰی اَخِیْہِ مَنْ عَلٰی یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ،، دونوں میں فرق واضح ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہے کہ ہم اپنی اپنی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے نماز باجماعت میں سلام کے وقت اشارہ کیا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳) اس حدیث میں اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ کا جملہ ہے جو کہ دوسری حدیث میں نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنے سے روکا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے سے روکا۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان دونوں روایات کے راوی ہیں۔ اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی صحابی ایک ہی واقعہ کو مختلف الفاظ مختلف اسلوب اور مختلف پس منظر میں بیان

عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے شارح بخاری علامہ ابن حجر کہتے ہیں اس
کے سب راوی ثقہ ہیں شارح بخاری علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر ہے

بیان کریں، حضرات صحابہؓ حدیث کے معاملہ میں محتاط تھے۔ وہ آپ کے الفاظ مبارکہ کو جوں کا توں محفوظ کر کے نقل کرتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق کرنا صحیح نہیں۔

چند بنیادی حقائق: مسئلہ رفع یدین کو ترجیحی بنیادوں پر سمجھنے کے لیے چند اصولی حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی حقیقت: احادیث میں وارد ہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو کرنی جائز تھی، حتیٰ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز آنے والے شخص کے سلام کا جواب دیتے تھے لیکن بعد میں یہ حکم باقی نہ رہا۔ ملاحظہ ہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا:

بخاری ماینھی عن الکلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، لیکن نجاشی کے یہاں سے واپس آنے کے بعد ہم نے سلام کہا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو جائز تھی لیکن پھر یہ حکم باقی نہ رہا گویا کسی مسئلہ کا ثابت ہونا اور اس کا باقی رہنا دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ابتدائی دور والی

- کسی صحیح حدیث میں آمین اونچی کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔
- اونچی آمین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔
- آج کل کچھ لوگ مصر ہیں کہ آمین ہمیشہ اونچی آواز سے کہنی چاہیے، لیکن وہ جتنی روایات کا سہارا لیتے ہیں (قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہیں) ان میں ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا ان سے ہمیشہ والا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔
- حدیث کا علم رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ جس روایت میں اونچی آمین کا ذکر ہو تو وہ حاضرین کی تعلیم کے لئے ہے چونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپؐ سورۃ فاتحہ کے بعد چند لمحے خاموش رہتے تھے۔ لہٰذا ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہہ کر حاضرین کو بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد خاموشی والے لمحات میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ کبھی آپؐ ظہر و عصر میں ایک آدھ آیت اونچی پڑھ لیتے تاکہ نئے آنے والے حضرات کو معلوم ہو جائے کہ قرات ہو رہی ہے نیز مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ سبحانک اللھم بلند آواز سے پڑھا تعلیم کے لئے اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ظہر و عصر میں ایک آیت اور نماز کے شروع میں سبحانک اللھم بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ بعینہ یہی کیفیت آمین کی بھی ہے۔

اگر اونچی آمین کہنا آپؐ کا معمول ہوتا تو صحیح احادیث کے ذخیرہ میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا کہ جن حضرات صحابہؓ نے آپؐ کی انگلی کے اشارہ اور اس کی کیفیت تک کو نقل کیا ہے وہ اس عظیم عمل کو ضرور نقل کرتے لیکن ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اونچی آمین کا عنوان باندھا ہے لیکن اونچی آمین کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نقل نہیں کی۔

اس لئے علامہ نیموی رحمۃ اللہ فرماتے:

لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنِ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُوْ مِنْ شَيْءٍ۔

(آثار السنن، ج ۱ ص ۹۴)

بلند آواز سے آمین کہنا نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور نہ ہی چاروں خلفاء سے اور جو کوئی روایت اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ جرح وتنقید سے خالی نہیں [۱]

---

[۱] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں بعض ایسی روایات کی نشاندہی کر دی جائے

(۱) اُمّ الحُصَینِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما کی روایت ہے کہ اِنَّہَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ فَسَمِعْتُہٗ وَھِیَ فِیْ صَفِّ النِّسَآءِ۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ۔ حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْہِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ۔ وَزَادَ ابْنُ مَاجَۃَ فَیَرْتَجُّ بِھَا الْمَسْجِدُ۔

(۳) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ حِیْنَ یَفْرُغُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْکِتَابِ۔

جائزہ دلیل نمبر ۱: عَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ اَنَّھَا صَلَّتْ . . . .

اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی جس کو علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۴ میں اور شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ مبارک پوریؒ کہتے ہیں کہ ابن المبارکؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ "منکر الحدیث" (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۸)

جائزہ دلیل نمبر ۲

(۱) اس میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس کو امام بخاریؒ امام ترمذیؒ امام احمدؒ امام نسائیؒ اور ابن حصینؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(نصب الرایۃ، ج ۱ ص ۳۷۱)

سورۃ

(۱۱۶) سورۃ فاتحہ کے بعد امام اور منفرد کوئی اور سورۃ ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیات پڑھیں۔ ظہر، عصر، عشاء اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "اَبُوالْاَسْبَاطِ بِشْرِبْنِ رَافِعٍ وَّقَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى ضُعْفِهٖ۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۱۹۲)

تمام علماء کا اجماع کہ ابوالاسباط بن رافع ضعیف ہیں۔

(ب) اس کی سند میں دوسرا راوی ابوعبداللہ بن عم ابی ہریرۃ ہے۔

وَاَبُوْعَبْدِاللّٰهِ هٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهٗ حَالٌ وَلَا رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ بِشْرٍ وَّالْحَدِيْثُ لَا يَصِحُّ۔ (نصب الرایۃ ج ا ص ۳۷۱)

ابوعبداللہ یہ راوی مجہول ہے اور بشر بن رافع کے علاوہ کسی اور نے اس سے نقل نہیں کی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۳: عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔۔

اس روایت کی بابت ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: "هٰذَا عِنْدِيْ خَطَأٌ"۔ میرے ہاں یہ غلط ہے نیز اس میں ابن ابی لیلی ہے جس کا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ (تلخیص الحبیر ص ۲۳۸)

جائزہ دلیل نمبر ۴

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ فَقَالَ اٰمِيْنَ۔

حضرت ابوہریرۃ سے منسوب اس حدیث کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے اس کی بابت ملاحظہ ہو۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی۔ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِثِقَةٍ، وَّقَالَ اَبُوْدَاوُدُ

ملائیں آخری رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَۃَ وَیُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مَا لَا یُطَوِّلُ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ، وَھٰکَذَا فِی الْعَصْرِ وَھٰکَذَا فِی الصُّبْحِ۔ (بخاری: مایقرا فی الاخریین بفاتحہ الکتاب)

حضرت ابو قتادہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

لیس بشیءٍ، وکذبہ مُحَدِّثُ حمص مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۱)

اسحاق بن ابراہیم زبیدی کی بابت امام نسائی فرماتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ حدیث کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حمص کے شیخ الحدیث محمد بن عوف نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۵: قارئین پر واضح رہے کہ بعض روایات حضرت وائل بن حجرؓ سے منقول ہیں ان میں اونچی آمین کے مختلف الفاظ ہیں جو صرف تعلیم کے لئے ہیں اور حضرت وائلؓ کی ان روایات میں تعلیم کی خصوصیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ چند دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے آئے تھے۔ تاکہ وہ براہ راست کچھ باتیں سیکھ لیں۔ اس مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے بتادیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہی جاتی ہے۔ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق سورۃ فاتحہ کے بعد ایک لمحہ خاموش رہتے اور آہستہ آمین ہی کہتے تو حضرت وائل کو یہ پتہ نہ چلتا کہ اس موقع پر یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ الغرض حضرت وائل سے منقول روایت میں مسئلہ آمین کے اونچی کہنے پر استدلال نہیں کیا جاتا۔

مبارکہ یہ تھی کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دو سورتیں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آیت سنادیتے تھے۔ اور پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا ادا کرتے تھے، عصر اور صبح میں بھی یوں ہی کرتے۔

ظہر و عصر میں آہستہ قرارت

(۱۱۷) امام اور منفرد ظہر، عصر میں قرارت آہستہ کریں، فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین، وتر، (باجماعت) میں امام بلند آواز سے قرارت کرے، مغرب اور عشار کی پہلی دو رکعتوں میں بلند اور بقیہ میں آہستہ قرارت کرے۔

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ، اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَاءَتَهٗ؟ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ

(بخاری: باب القراءۃ فی العصر)

حضرت ابومعمر نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر، عصر میں قرارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا۔ ہاں۔ ابومعمر نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ کے ہلنے سے معلوم ہوجاتا کہ آپ پڑھ رہے ہیں۔"

(۱۱۸) رفع یدین (ہاتھوں کو اٹھانا)

قرارت سے فارغ ہو کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور رفع یدین نہ کرے، اس طرح رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین نہ کرے چونکہ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا لہذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

(۱۱۹) دلیل نمبر ۱ نماز نبوی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ. (حدیث حسن) ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، بعد میں نہیں لہذا ہمیں بھی پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔ [1]

۱۲۰ دلیل نمبر ۲ رفع یدین سے ممانعت عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

---

[1] يَقُوْلُ اَحْمَدُ شَاكِرٍ: هٰذَا الْحَدِيْثُ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَمَا قَالُوْهُ فِيْ تَعْلِيْلِهٖ لَيْسَ بِعِلَّةٍ. (ترمذی محقق، ج ۲ ص ۴۱)

(۱) احمد شاکر فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دیگر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور جو لوگ اس کی طرف کمزوری کی نسبت کرتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

(۲) علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم شریف کے راوی ہیں۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)

عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ۔ (مسلم: الامر بالسکون فی الصلاۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا "کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔"

مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے والوں

واضح رہے کہ امام ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ حضرت ابن مسعودؓ کی اس حدیث کی بابت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ، جب کہ مندرجہ بالا روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس بات میں بہت سے علماء کو غلطی ہوئی ہے یا وہ مغالطہ دیتے ہیں۔ (نصب الرایۃ، ج ا ص۳۹۴)

اسی لئے ترمذی شریف کے مختلف نسخوں میں یہ روایت مستقل باب کے تحت نقل کی گئی ہے لہذا ابن مبارکؒ کا وہ قول گذشتہ باب میں رہ جاتا ہے۔ آئندہ باب کی حدیث سے اس کا کیا تعلق ہے ملاحظہ ہو (ترمذی محقق ج ۲ ص۴۲) اس موقع پر احمد شاکر کا یہ تجزیہ بھی ملاحظہ ہو: وَذَهَبُوْا يُصَحِّحُوْنَ بَعْضَ الْاَسَانِيْدِ وَيُضَعِّفُوْنَ اِنْتِصَارًا لِّمَذْهَبِهِمْ وَتَرَكُوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ سَبِيْلَ الْاِنْصَافِ وَالتَّحْقِيْقِ. (ترمذی محقق ج ۲ ص۴۲) مسئلہ رفع یدین میں بعض متعصب لوگ ضعیف احادیث کو صحیح اور صحیح کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حتی کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت و انصاف کا دامن بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

نوٹ: آج کل کے غیر مقلدین بھی اپنے پرانے ہمنواؤں کی طرح سادہ لوح عوام کو یہی باور کراتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے کی بابت تمام روایات ضعیف ہیں۔ لہذا ہم نے مندرجہ بالا تمام دلائل کے ساتھ

کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہذا ہمیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے لہ

(۱۲۱) دلیل نمبر ۳۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ طحاوی رفع الیدین صححہ الزیلعی۔ وھذا رجالہ ثقات، درایۃ، ج ۱ ص ۱۵۲ وھذا سند صحیح علی شرط مسلم الجوھر النقی، ج ۲ ص ۷۵

قَالَ الطَّحَاوِیُّ وَفَعَلَ عُمَرُ ھٰذَا وَتَرَکَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاہُ عَلٰی ذٰلِکَ دَلِیْلٌ صَحِیْحٌ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ ھُوَ الْحَقُّ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ خِلَافُہٗ۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

ساتھ بڑے بڑے محدثین کے حوالہ سے ان کا صحیح ہونا بھی نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کرام غیر مقلدین کے مغالطوں سے محفوظ رہیں۔

لہ مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے وقت رفع یدین کرنے سے بھی روکا ہے اس میں بھی کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ کا جملہ استعمال فرمایا اس سے بعض حضرات کو شبہ ہو گیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں حالانکہ ایسا نہیں دونوں حدیثوں میں علیحدہ اور مستقل احکام بیان ہوئے ہیں دونوں کا باہمی فرق ملاحظہ ہو۔

(۱) دونوں روایتوں میں حضرت جابرؓ نے آپ کے مختلف قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں اس حدیث میں ہے۔ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِیْ اَیْدِیْکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ، جب کہ دوسری سلام والی روایت میں ہے۔ عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِاَیْدِیْکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمْسٍ اِنَّمَا یَکْفِیْکُمْ

علامہ زیلعیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ علامہ ترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہؓ نے انھیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیئے۔

(۱۲۲) دلیل نمبر۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بَعْدُ۔ (بیہقی: من لم یذکر الرفع الا عند الافتتاح)

صححہ الزیلعی۔ قال ابن حجر رواتہ ثقات ج ۱ ص ۱۵۲ قال العینی فی العمدۃ اسناد عاصم صحیح علی شرط مسلم۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ

اَنْ یَّضَعَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ ثُمَّ یُسَلِّمَ عَلٰی اَخِیْہِ مَنْ عَلٰی یَمِیْنِہٖ وَشِمَالِہٖ، دونوں میں فرق واضح ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہے کہ ہم اپنی اپنی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے نماز با جماعت میں سلام کے وقت اشارہ کیا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳) اس حدیث میں اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ کا جملہ ہے جو کہ دوسری حدیث میں نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنے سے روکا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے سے روکا۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان دونوں روایات کے راوی ہیں۔ اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی صحابی ایک ہی واقعہ کو مختلف الفاظ مختلف اسلوب اور مختلف پس منظر میں بیان

عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے شارح بخاری علامہ ابن حجر کہتے ہیں اس

کے سب راوی ثقہ ہیں شارح بخاری علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر ہے

بیان کریں، حضرات صحابہؓ حدیث کے معاملہ میں محتاط تھے۔ وہ آپ کے الفاظ مبارکہ کو جوں کا توں محفوظ کر کے نقل کرتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق کرنا صحیح نہیں۔

چند بنیادی حقائق: مسئلہ رفع یدین کو ترجیحی بنیادوں پر سمجھنے کے لیے چند اصولی حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی حقیقت: احادیث میں وارد ہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو کرنی جائز تھی، حتی کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز آنے والے شخص کے سلام کا جواب دیتے تھے لیکن بعد میں یہ حکم باقی نہ رہا۔ ملاحظہ ہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا:

بخاری ما ینھی عن الکلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، لیکن نجاشی کے یہاں سے واپس آنے کے بعد ہم نے سلام کہا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو جائز تھی، لیکن پھر یہ حکم باقی نہ رہا گویا کسی مسئلہ کا ثابت ہونا اور اس کا باقی رہنا دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ابتدائی دور والی

(۱۲۳) دلیل نمبر ۱۵۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ۔ (طحاوی: باب رفع الیدین)

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔ مصنف ابن ابی شیبۃ۔ ج ا صـــ ۲۳۷ وھذا اسند صحیح۔ الجوھر النقی، ج ۲ صـــ ۷۴۔

احادیث صحیحہ کو پیش کر کے یہ دعویٰ کرے کہ نماز میں گفتگو کرنا جائز ہے اور سلام کا جواب دینا سنت ہے تو اس کا یہ دعویٰ صحیح نہ ہوگا چونکہ یہ حکم باتفاق ثابت ہے، لیکن اب باقی نہیں رہا، اس طرح رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کا ثابت ہونا متفق علیہ ہے لیکن حضرات غیر مقلدین کا یہ دعوی ہے کہ یہ حکم آخر تک باقی رہا، واضح رہے کہ اس کے باقی رہنے والے دعوے پر کوئی حتمی دلیل نہیں ہے اور بیہقی کی روایت اس دعوے کی دلیل نہیں بن سکتی چونکہ وہ بالکل ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ۔ بیہقی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک رفع یدین والی نماز پڑھتے تھے۔

تجزیہ (۱) اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہے

اِتَّهَمَهُ السُّلَيْمَانِيُّ بِوَضْعِ الْحَدِيْثِ۔ (میزان الاعتدال ج ۲ صـــ ۵۸۲)

علامہ سلیمانیؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن قریش حدیثیں گھڑتا ہے۔

اس میں دوسرے راوی عصمۃ بن محمد کی بابت ملاحظہ ہو۔ قَالَ يَحْيٰى كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَ بِالْبَوَاطِيْلِ عَنِ الثِّقَاتِ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ مَتْرُوْكٌ۔ (میزان الاعتدال ج ۲ صـــ ۶۸)

یحیٰ فرماتے ہیں کہ عصمۃ جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ علامہ عقیلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی میں نے دیکھا کہ وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

(۱۲۴) دلیل نمبر۶ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت: عَنِ الْاَسْوَدِ اَنَّ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ التَّکْبِیْرِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

(جامع المسانید، ج ا ص۳۵۵)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

راویوں کی طرف باطل روایتیں منسوب کرتا ہے۔ علامہ دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ محدثینؒ اس کو چھوڑ چکے ہیں

(۲) حضرات غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نسائی شریف کی تعلیقات میں لکھتے ہیں: وحدیث البیہقی ما زالت آہ ضعیف جدًا۔ التعلیقات السلفیة ص۱۰۱

کہ بیہقی کی ما زالت والی روایت تو بہت زیادہ ضعیف ہے۔"

الغرض حضرات غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ رفع یدین والا عمل باقی ہے کوئی حتمی امر نہیں، چونکہ اس کی کوئی ٹھوس اور واضح دلیل نہیں ہے۔ اس لئے غیر مقلدین عموماً ایسی روایات پیش کر کے عوام پر رعب جماتے ہیں جن میں صرف رفع یدین کے ثبوت کا ذکر ہے۔ لیکن اس سے تو ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، چونکہ سابقہ مرحلہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، ان کا دعویٰ تو اس صورت میں ثابت ہوگا جب وہ اس عمل کے باقی رہنے پر واضح دلیل پیش کریں۔

دوسری حقیقت: رفع یدین کی حقیقت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق تمام احادیث کو پیش نظر رکھا جائے اگر مطلقاً ثبوت والے سابقہ مرحلہ کی روشنی میں دیکھا جائے

(۱۲۵) **دلیل نمبر خلفاء راشدین اور رفع یدین:** نامور محدث علامہ نیموی اپنی مکمل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ بیان کرتے ہیں کہ وَاَمَّا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ فَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمْ رَفْعُ الْاَيْدِيْ فِيْ غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ۔ (آثار السنن. ج ا ص ۱۰۹)

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ابتدائی تکبیر کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

تو درج ذیل مقامات پر رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے (۱) نماز کے شروع میں (۲) رکوع کرتے اور اٹھتے ہوئے (۳) سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت (۴) ہر رکعت کے آغاز میں (۵) ہر تکبیر کرتے وقت (۶) سلام پھیرتے وقت (اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے عمل کو باقی سمجھتے ہیں تو پھر ان تمام مقامات پر رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ بعض جگہ کرنا اور بعض جگہ چھوڑنا اس تفریق کی کیا بنیاد ہے؟) ملاحظہ ہو۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ (وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ جِدًّا) المحلی ج ۴ ص ۲۹۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

(۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ (تلخیص الحبیر ج ا ص ۲۱۹)

حضرت ابوہریرۃؓ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(۳) احمد شاکر نے حضرت وائلؓ کی روایت میں بحوالہ مسند احمد نقل کیا ہے " کلما کبر ورفع ووضع وبین السجدتین" (ترمذی محقق ج ۲ ص ۴۲)

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر، ہر اٹھتے بیٹھتے وقت اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کی بزرگ ترین ہستیاں حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے سچے متبع تھے کہ آپ نے ان کی سنت کو بھی اپنی سنت کی طرح قابل عمل قرار دیا ہے، اب ابتدار نماز کے علاوہ ان کا رفع یدین

قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَاِذَا سَجَدَ وَبَیْنَ الرَّکْعَتَیْنِ۔ (المفرد للبخاری) المحلی ج ۴ ص ۲۹۷)

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپؐ نماز کے شروع میں، رکوع کرتے اور اٹھتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعت کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

تجزیہ: حضرات غیر مقلدین حدیث پر عمل کے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن ان چھ مقامات میں سے اڑھائی مقامات نمبر ا نماز کے شروع میں (۲) رکوع کرتے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں تو رفع یدین کرتے ہیں، لیکن ہر سجدہ ہر تکبیر ہر رکعت اور سلام کے وقت رفع یدین نہیں کرتے، آخر کیوں؟

اب واضح ہوگیا کہ رفع یدین کی تمام روایات پر حضرات غیر مقلدین کا اپنا عمل کہاں تک ہے؟ لیکن تعجب ہے کہ جو حضرات دلائل کی بنیاد پر رکوع کے وقت بھی رفع یدین نہیں کرتے ان پر تو انھیں اعتراض ہے، لیکن اپنی حقیقت کی خبر نہیں۔ الغرض ان مؤخر الذکر مقامات میں غیر مقلدین جس بنیاد پر رفع یدین نہیں کرتے اسی بنیاد پر ہم رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے کی بابت ان کا جو مؤقف ہے وہی مؤقف ہم رکوع کے وقت بھی اختیار کرتے ہیں۔

تیسری حقیقت: حضرات غیر مقلدین کے فرقہ پرست واعظ اور مصنّف سادہ لوح عوام کو یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی روایات تو بخاری و مسلم میں ہیں جب کہ رفع یدین نہ کرنے کی روایات دوسری کتب حدیث میں ہیں لہٰذا بخاری و مسلم کی روایات راجح ہوں گی۔

تجزیہ: (۱) اس مسئلہ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین کرنے کی روایات ابتدائی دور سے متعلق ہیں پھر ان سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے اور ان کے نزدیک بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

---

(۲) یہ دعویٰ غلط ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی روایات بخاری و مسلم میں نہیں ہیں۔ چونکہ مندرجہ بالا دلائل کے ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم شریف والی حدیث بیان ہو چکی جس میں رفع یدین سے ممانعت ہے۔

(۳) غیر مقلدین کا یہ اصول کہ بخاری کی روایت اس لیے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے ایک عوامی نعرہ تو ہو سکتا ہے لیکن علم حدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے چونکہ خود امام بخاری و امام مسلمؒ کو یہ دعویٰ نہیں کہ انھوں نے تمام صحیح روایات کا احاطہ کر لیا ہے، بلکہ احادیث صحیحہ کا ایک عظیم ذخیرہ ان کے علاوہ بھی موجود ہے۔ لہٰذا جب صحیح ہونے کی صفت میں اور احادیث بھی شریک ہیں تو پھر یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہے کہ بخاری کی روایت اس لیے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے۔

فَقَدْ قَالَ الْبُخَارِیُّ مَا اَدْخَلْتُ فِیْ کِتَابِ الْجَامِعِ اِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَکْتُ مِنَ الصِّحَاحِ مَخَافَةَ الطُّوْلِ، وَقَالَ مُسْلِمٌ لَیْسَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدِیْ صَحِیْحٌ وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا اِنَّمَا وَضَعْتُ هٰهُنَا مَا اَجْمَعُوْا عَلَیْهِ۔ (تدریب الراوی ج ا ص۹۸)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جامع الصحیح میں صرف صحیح احادیث کو ذکر کیا ہے اور میں نے بہت سے صحیح احادیث کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہر صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا البتہ جن کو ذکر کیا ہے ان کے صحیح ہونے پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے۔

نیز حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے مسئلہ میں تو اس نعرہ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سورۃ فاتحہ سے پہلے اونچی بسم اللہ پڑھ کر اس نعرہ کو نظر انداز کر کے خود ہی اس کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں چونکہ بخاری و مسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اور کسی ایک صحیح حدیث میں بھی آنحضور صلی اللہ

(۱۲۶) **دلیل نمبر ۸ صحابہ کا طرز عمل:** قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ، وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔

(ترمذی: رفع الیدین)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (متعلقہ عدم رفع یدین) درجہ حسن کی ہے اور حضرات صحابہؓ میں سے اہل علم حضرات کا یہی مسلک ہے۔

علیہ وسلم کا اونچی تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین پھر بھی تسمیہ اونچی پڑھتے ہیں۔ الغرض یہاں بخاری ومسلم کی روایات کو ترجیح دینے والا اصول کیوں بے اثر ہو جاتا ہے؟

چوتھی حقیقت: امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں احادیث نبویہ کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کیا ہے اور ان احادیث کے انتخاب میں انھوں نے جو بلند معیار اپنایا ہے وہ ان کی دوسری تالیفات ، رسالہ رفع یدین، اور رسالہ قراءۃ خلف الامام میں نہیں ہے اس لیے کتب حدیث میں جو حیثیت صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ ان کی کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے حتی کہ ان کو صحاح ستہ کے درجہ میں بھی نہیں رکھا گیا چونکہ ان میں بہت سی روایات ضعیف ہیں لیکن غیر مقلدین کے متعصب واعظ رسالہ رفع یدین اور رسالہ قراءۃ خلف الامام کی روایات بیان کرکے باربار امام بخاریؒ کا نام لے کر سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان روایات کا مقام بھی وہی ہے جو صحیح بخاری شریف کا ہے اور وہ اس حقیقت کو چھپاتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر روایات صحیح بخاری کی نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے رسالوں کی ہیں۔ حضرات قارئین متنبہ رہیں۔

پانچویں حقیقت: حضرات غیر مقلدین عوامی محفلوں میں تو یہ تاثر پھیلاتے ہیں کہ رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے کی بابت کوئی صحیح حدیث موجود نہیں لیکن میدان تحقیق اور علمی محافل میں وہ بھی یہ حقیقت ماننے پر مجبور ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ملاحظہ ہو۔

(۱) مشہور غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں "علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں...... (آگے دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) قصہ مختصر کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ فتاوی نذیریہ ج ا ص ۱۴۱ ص ۱۴۳۔

(۲) حضرات غیر مقلدین کے مشہور محقق مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نسائی شریف کی تعلیقات میں لکھتے ہیں۔

فَالْوَجْهُ اَنَّ الْحَدِيْثَ ثَابِتٌ لٰكِنْ يَكْفِيْ فِيْ اِضَافَةِ الصَّلٰوةِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنَهُ صَلّٰى هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اَحْيَانًا وَّاِنْ كَانَ الْمُتَبَادِرُ الْاِعْتِيَادُ وَالدَّوَامُ فَيَجِبُ الْحَمْلُ عَلٰى كَوْنِهَا كَانَتْ اَحْيَانًا تَوْفِيْقًا بَيْنَ الْاَدِلَّةِ وَدَفْعًا لِّلتَّعَارُضِ، وَعَلٰى هٰذَا فَيَجُوْزُ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ عِنْدَ الرَّفْعِ اَمَّا لِكَوْنِ التَّرْكِ سُنَّةً كَالْفِعْلِ اَوْ لِبَيَانِ الْجَوَازِ ...... وَالْاِنْصَافُ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ اَنَّهُ لَا سَبِيْلَ اِلٰى رَدِّ رِوَايَاتِ الرَّفْعِ بِرِوَايَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّفِعْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَدَعْوٰى عَدَمِ ثُبُوْتِ الرَّفْعِ وَلَا اِلٰى رَدِّ رِوَايَاتِ التَّرْكِ بِالْكُلِّيَّةِ وَدَعْوٰى عَدَمِ ثُبُوْتِهٖ۔ (التعلیقات السلفیۃ ص ۱۲۳ ص ۱۲۶)

حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا حدیث ثابت ہے اور اس سے واضح طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ

علامہ ابن عبدالبرؒ التمہید (شرح موطا امام مالکؒ) میں رفع یدین کی بابت حضرات صحابہؓ کا طریق کار نقل کرتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم بہرحال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہ رہے، لہٰذا یہ صحیح ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے لئے جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں، یا یہ بتانے کیلئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے (مولانا مزید لکھتے ہیں کہ) اس مسئلہ میں انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی انصاف کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(۳) احمد شاکر نے بھی غیر مقلد ہونے کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے لیکن رفع یدین کے عمل کو یوں ترجیح دی ہے کہ جب بعض احادیث سے ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہو اور بعض سے اس کی نفی ہوتی ہو تو ثبوت والی روایات راجح ہوں گی، وہ تحقیق ترمذی میں لکھتے ہیں۔

وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ مَنْ رَوَى تَرْكَ الرَّفْعِ اِلَّا مَا قُلْنَا، اِنَّ الْمُثْبِتَ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔ (ترمذی محقق ج ۲ صـ ۴۲)

کہ جن روات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے ان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین ثابت کرنے والی روایات ان روایات پر راجح ہیں جن میں رفع یدین کی نفی ہے۔

تجزیہ: یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضرات غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بھی سنت ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ رہا ثبوت و نفی کا یہ اصول تو

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَىٰ اَنَّ رَفْعَ الْيَدَيْنِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ مَّا اَخْبَرَ بِهِ الْحَسَنُ عَنِ الصَّحَابَةِ اَنَّ مَنْ رَّفَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَعِبْ عَلَىٰ مَنْ تَرَكَهُ۔

(التمہید، ج ۹ ص ۲۲۶)

حضرت حسنؒ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت فرماتے ہیں کہ ان میں رفع یدین کے قائلین ان صحابہؓ پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ جنھوں نے رفع یدین کو چھوڑ دیا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احادیث صحیحہ میں سجدہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں لہٰذا مندرجہ بالا اصول کے مطابق رفع یدین کے ثبوت والی روایات کو ترجیح دے کر غیر مقلدین کو ان تمام مقامات پر بھی رفع یدین کرنا چاہیے۔ حالانکہ وہ خود بھی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتے۔ آخر یہ اصول یہاں بے اثر کیوں ہو جاتا ہے۔ الغرض جو اصول سجدہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کی ترجیح میں اثر انداز نہیں ہوتا وہ صرف رکوع کے وقت رفع یدین کی ترجیح کا باعث کیونکر بن سکتا ہے۔؟

چھٹی حقیقت: حضرات غیر مقلدین کے علمائے کرام سادہ لوح عوام کو یہ کہہ کر بھی مرعوب کرتے ہیں کہ رکوع کرتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا چار سو احادیث میں وارد ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ رفع یدین کی روایات پچاس صحابہؓ سے منقول ہیں نیز حضرات خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی منقول ہیں۔

تجزیہ: (۱) ان مقامات پر رفع یدین کی بابت چار سو احادیث کا یہ دعوی بلا دلیل ہے ویسے بھی اس بحث کو فکری میدان میں رکھنے کے بجائے حضرات غیر مقلدین سے گذارش ہے کہ علمی میدان میں اس دعوے کو ثابت کریں چودہ سو سال میں کسی ایک شخص نے بھی ان چار سو روایات کو جمع کیا ہو تو وہ مجموعہ منظر عام پر لائیں یا وہ خود ان چار صد روایات کو جمع کر کے پیش کریں۔ واضح رہے کہ قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

اس سے معلوم ہوا یہ کہ مسئلہ حضرات صحابہؓ میں بھی مختلف فیہ تھا کہ بعض کے نزدیک ابتدار نماز کے علاوہ بھی رفع یدین کرنا بہتر تھا اور بعض کے نزدیک ابتدار نماز کے علاوہ کسی

---

(۲) جہاں تک رفع یدین کی بابت پچاس صحابہؓ کی روایات کا تعلق ہے تو وہ نماز شروع کرتے وقت ہے، رکوع کرتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں نہیں۔ ملاحظہ ہو:

علامہ شوکانیؒ غیر مقلد ہونے کے باوجود اس حقیقت کے معترف ہیں کہ پچاس صحابہؓ کرام سے جو رفع یدین منقول ہے۔ وہ ابتدار نماز سے متعلق ہے۔

۔ وَجَمَعَ الْعِرَاقِيُّ عَدَدَ مَنْ رَوٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِيْ اِبْتِدَآءِ الصَّلٰوةِ فَبَلَغُوْا خَمْسِيْنَ صَحَابِيًّا مِّنْهُمُ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ۔

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۹۱)

علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کی روایات نقل کرنے والے صحابہؓ کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی۔ انہی میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔

نیز علامہ صنعانی نے غیر مقلد ہونے کے باوجود سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اسی حقیقت کا اعتراف کیا ہے

۔ قَالَ الْمُصَنِّفُ اَنَّهٗ رَوٰى رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِيْ اَوَّلِ الصَّلٰوةِ خَمْسُوْنَ صَحَابِيًّا مِّنْهُمُ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْحَاكِمِ لَا تُعْلَمُ سُنَّةٌ اُتُّفِقَ عَلٰى رِوَايَتِهَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ ثُمَّ الْعَشَرَةُ الْمَشْهُوْدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ مَعَ تَفَرُّقِهِمْ فِي الْبِلَادِ الشَّاسِعَةِ غَيْرَ هٰذِهِ السُّنَّةِ، سُبُلُ السَّلَامِ۔ ج ۱ ص ۲۷۴

اور جگہ رفع یدین نہ کرنا بہتر تھا۔ نیز اس مسئلہ میں حضرات صحابہؓ کا عملی مؤقف بھی سامنے آگیا کہ ان میں سے رفع یدین کے قائلین رفع یدین نہ کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔

(شارح بخاری) ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کی روایات کو پچاس صحابہؓ نے نقل کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور علامہ بیہقی نے حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کا عمل ایسا ہے کہ اس کے نقل کرنے میں خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہؓ متفق ہیں باوجودیکہ وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے۔

نیز علامہ نیمویؒ کا ارشاد گذر چکا کہ حضرات خلفائے راشدین سے ابتدار نماز کے علاوہ رفع یدین کا عمل ثابت نہیں ہے۔ (آثار السنن ج ۱ ص ۱۱۱)

الغرض معلوم ہوا کہ پچاس صحابہؓ سے جو رفع یدین منقول ہے وہ ابتدار نماز سے متعلق ہے۔ اور انہی میں سے خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ بھی ہیں، اب پچاس صحابہؓ سے رفع یدین کا ذکر کرنا اور اس کے مقام ومحل کو چھپا کر یہ تاثر دینا کہ یہ رفع یدین رکوع کرتے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں تھا۔ ایک واضح علمی خیانت اور امانت و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

ساتویں حقیقت: حضرات غیر مقلدین حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایات کو بنیاد بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حضرات آخری زمانہ میں تشریف لائے اور انھوں نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جو کیفیت بیان کی ہے اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے آنے تک رفع یدین کا عمل موجود تھا۔

تجزیہ: اگر ان حضرات کی روایات کو اس لئے بنیاد بنایا جائے کہ وہ آخر میں تشریف لائے تھے تو پھر جہاں جہاں انھوں نے رفع یدین کا عمل نقل کیا ہے۔ غیر مقلدین کو وہاں وہاں رفع یدین کرنا چاہیے، لیکن یہ خود بھی ایسا نہیں کرتے آخر کیوں؟ چونکہ حضرت وائلؓ اور مالک بن

اب اس مسئلہ میں شدت کا پہلو اختیار کرنا اور رفع یدین نہ کرنے والوں پر اعتراض کرنا گویا
حضرات صحابہؓ پر بھی اعتراض کرنا ہے۔ نیز جب حضرات صحابہؓ بھی رفع یدین نہ کرنے والے صحابہؓ
پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے تو آج کے دور میں جو شخص بھی رفع نہ کرنے والوں پر اعتراض

بن حویرث کی روایات میں سجدہ کرتے اٹھتے وقت اور ہر تکبیر کے وقت بھی رفع یدین منقول ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِؓ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوْعِهٖ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سُجُوْدِهٖ۔ المحلی، ج ۴ ص ۲۹۶

حضرت مالک بن حویرث سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے رکوع کرتے اور اٹھتے وقت نیز سجدہ کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا۔

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍؓ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ...... ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ۔ (المحلی، ج ۴ ص ۲۹۶)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنے چہرہ مبارک کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو بھی رفع یدین کیا۔

(۳) علامہ احمد شاکر نے تحقیق ترمذی میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت وائلؓ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو

فَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ كُلَّمَا كَبَّرَ وَرَفَعَ وَوَضَعَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ ترمذی محقق، ج ۲ ص ۴۲

مسند احمد میں حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ ہر تکبیر ہر اٹھنے بیٹھنے

کرے گا وہ حضرات صحابہ کے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔

(۱۲۷) دلیل نمبر۹: اہل مدینہ اور رفع یدین: استاذ المحدثین امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے

اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

آٹھویں حقیقت: ذیل میں حضرات غیر مقلدین کے چند دلائل کی تحقیق اور ان کا پس منظر بیان کیا جاتا ہے جسے انھوں نے اپنے عوام سے اوجھل رکھا ہے۔

(ا) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت: حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے مسئلہ میں عموماً حضرت ابن عمرؓ کی روایات پیش کرتے ہیں۔

تجزیہ: ان روایات کے نقل کرنے والوں میں سب سے پہلا واسطہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں جو ان روایات کا مفہوم اور پس منظر ہم سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے، لیکن ان کا اپنا عمل بھی ان روایات پر نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ مُجَاهِدٍؒ قَالَ مَارَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَؓ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔ مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷

(وھذا سند صحیح۔ جوھر النقی ج ۲ ص ۷۴)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الغرض جب حضرت ابن عمرؓ کے زمانہ میں خود ان کے ہاں یہ روایات رفع یدین کرنے کی بنیاد نہیں تھیں۔ تو بعد کے زمانوں میں ایسی روایات کو رفع یدین کی بنیاد کیونکر بنایا جاسکتا ہے۔؟

ورنہ اگر یہ روایات اپنے ظاہری مفہوم پر ہوں تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ایک صحابی راوی اپنی ہی بیان کردہ حدیث پر عمل نہ کریں۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات میں دوسری اہم بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ ان کی

ہو، علم مدینہ [illegible] مقیم ہونے [illegible] حضرات صحابہ و تابعین کا عمل اور احادیث کا [illegible] ذخیرہ
ان کے سامنے تھا۔ وہ مسائل میں اہل مدینہ کے عمل کو بنیادی اہمیت دیتے تھے۔ امام مالکؒ

تمام روایات کو دیکھنے سے درج ذیل مقامات پر رفع یدین کرنا ملتا ہے۔ نماز شروع کرتے ہوئے رکوع کرتے اور اٹھتے وقت سجدہ کرتے اور اٹھتے وقت اور ہر رکعت کے شروع میں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَإِذَا سَجَدَ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ۔ (المفرد للبخاری) المحلی، ج ۴ ص ۲۹۷

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعتوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

واضح رہے کہ سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا اسی طرح حضرت مجاہدؒ والی روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ ابتداء نماز کے علاوہ آپؓ نے ہر موقع پر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اسی لئے ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں۔

لیکن جب حضرات غیر مقلدین سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بعض روایات میں سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی وارد ہے تو آپ سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بالآخر سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا لہذا ہم بھی سجدہ کے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔ اس موقع پر حضرات غیر مقلدین کی خدمت میں بصد آداب عرض ہے کہ صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابتداء نماز کے علاوہ ہر جگہ رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا پھر آپ لوگ اس پر بھی کیوں عمل نہیں کرتے؟ (شاید اپنی مسلکی مجبوری کی وجہ سے) الغرض حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھے بغیر مسئلہ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی

کے مشہور شاگرد ابن قاسم رفع یدین کی بابت ان کا تجزیہ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قَالَ مَالِكٌ لَا اَعْرِفُ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ تَكْبِيْرِ الصَّلٰوةِ لَا فِيْ خَفْضٍ وَّلَا فِيْ رَفْعٍ اِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ قَالَ ابْنُ قَاسِمٍ وَّكَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيْفًا۔

(المدونۃ الکبریٰ، ج ۱ ص ۷۱)

لہذا آپ کی چند روایات کو لے کر اور باقی کو نظر انداز کر کے رکوع اور تیسری رکعت کے لیے رفع یدین کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

<u>دلیل نمبر ۲</u>: حضرات غیر مقلدین عموماً بیان کرتے ہیں کہ رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کی روایات کثیر صحابہؓ سے مروی ہے چھٹی حقیقت کے ضمن میں ان کے اس پروپیگنڈہ کی حقیقت تو بیان ہو چکی کہ رکوع کے وقت رفع یدین کی روایات پچاس صحابہؓ سے مروی ہیں۔ یہاں ان کے ایک دوسرے اسلوب کی تحقیق عرض کرنا مقصود ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدی نے دس صحابہؓ کی موجودگی میں نماز پڑھی اور اس میں رفع یدین کی۔ --- حضرات غیر مقلدین تعداد بڑھانے کے لیے اس روایت میں سے دس کے عدد کو لے کر رفع یدین کا عمل نقل کرنے والے دیگر چند صحابہؓ کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔

<u>تجزیہ</u>: اگر اسی اسلوب سے تعداد کا اندازہ لگانا ہو تو پھر ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین تھے۔ مندرجہ بالا دلائل کے ضمن میں ان کا عمل گذر چکا کہ وہ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور تمام صحابہؓ مختلف اوقات میں ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور یہ ایک واضح دلیل ہے رفع یدین کے مسئلہ میں جمہور صحابہؓ کا موقف بھی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ والا تھا کہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔ اسی لئے امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

وَفَعَلَ عُمَرُ هٰذَا وَتَرَكَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نماز کی ابتدا کے علاوہ کسی تکبیر [illegible]
رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسم فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ابتدائی تکبیر کے علاوہ رفع یدین
کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

۱۲۸ **دلیل نمبر ۱۰ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا ارشاد:** عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ قَالَ لَاتَرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلَاتِكَ بَعْدَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۳)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ عَلٰى ذٰلِكَ دَلِيْلٌ صَحِيْحٌ عَلٰى اَنَّ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ
الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ خِلَافُهٗ؛ طحاوی رفع الیدین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کرنا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا انھیں اسی عمل پر رہنے دینا ایک واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی مخالفت کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

دلیل نمبر ۳ بعض لوگ حضرت سعیدؓ کی ایک ضعیف و کمزور روایت کا سہارا لے کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ۔

تجزیہ: یہ روایت بہت ہی کمزور اور ضعیف ہے چونکہ اس میں ایک راوی رشدین ابن سعد ہے اس کی بابت محدثین کا نظریہ ملاحظہ ہو:

قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ ضَعِيْفٌ قَالَ الْجُوْزَجَانِيْ عِنْدَهٗ مَنَاكِيْرُ وَقَالَ النَّسَائِيْ مَتْرُوْكٌ۔

(المیزان، ج ۲ ص ۴۹)

حضرت ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ رشدین بن سعد ضعیف ہے جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہوتی ہیں اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کر کے بعد میں کسی جگہ نہ کرو۔

(۱۲۹) نتائج:۔ اس علمی تحقیق و تجزیہ کے بعد درجہ ذیل حقائق ثابت ہوئے۔

نمبر۱۔ نبوی تعلیمات کی رو سے نماز کے دوران رفع یدین نہ کرنا بہتر ہے، چونکہ خشوع کا تقاضا یہی ہے۔

نمبر۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔ بعد میں نہیں۔

نمبر۳۔ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے سے روک دیا تھا۔

نمبر۴۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ میں امت اسلامیہ کے ان ذمہ دار حضرات کے نزدیک بھی رفع یدین نہ کرنا زیادہ صحیح اور راجح تھا، نیز حضرات صحابہؓ کا ان کو اسی عمل پر رہنے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہور صحابہؓ کا مسلک بھی یہی ہے۔

نمبر۵۔ خلفائے راشدین سے ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

نمبر۶۔ خلفائے راشدین کا زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے اس دور میں آپؐ کے مصلے پر آپؐ کے جانشینوں کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ ان کے نزدیک بھی آپؐ کا آخری عمل رفع یدین نہ کرنے کا تھا۔

نمبر۷۔ رفع یدین کرنے یا نہ کرنے میں حضرات صحابہؓ کا بھی اختلاف تھا، دلائل کی روشنی میں ان حضرات صحابہؓ کا مسلک زیادہ وزنی اور راجح ہے جن کے نزدیک رفع یدین نہ کرنا بہتر ہے

نمبر۸۔ بسند صحیح سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ابتداء نماز

[illegible] رفع یدین کی روایات [illegible] کے پس منظر سے بخوبی واقف تھے۔ لہذا اب رفع یدین کرنے کے لیے حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے حضرات کی روایات کو پیش نظر نہیں کیا جاسکتا۔

رکوع

(۱۳۰) قرارت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَیُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلَاةً رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری۔ باب اتمام التکبیر فی الرکوع)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے تو جب بھی (کسی رکن کی ادائیگی کے لیے) اوپر یا نیچے ہوتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "میری یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہے۔

رکوع میں پشت کو سیدھا رکھے

(۱۳۱) جب رکوع میں جائے تو کمر کو سیدھا رکھے، سر کو اس کے برابر رکھے نہ تو اس سے اونچا کرے نہ نیچا کرے۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ فِیْهَا یَعْنِیْ صُلْبَهُ فِی الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

(ترمذی۔ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز کافی نہیں جس میں نمازی رکوع میں اپنی کمر کو سیدھا نہ رکھے۔

رکوع کی مسنون کیفیت

(۱۳۲) تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے کمر اور سر کو برابر رکھے، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے کہنیوں کو جسم سے نہ ملائے، اطمینان سے رکوع کرے۔

عَنْ سَالِمِ الْبَرَّاءِ أَتَيْنَا أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ فَقُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِيْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ وَجَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ جَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِّنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّثْلَ هٰذِهِ الرَّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي.

(ابوداؤد: صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)

حضرت سالم البراء فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بتائیں حضرت ابومسعود مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تکبیر کہی، جب رکوع کیا تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ انگلیاں گھٹنوں سے نیچے اور کہنیاں کوکھ سے فاصلہ پر تھیں۔ تا آنکہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے، تا آنکہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں گئے، ہاتھوں کو زمین پر رکھا

اور کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھا تا آنکہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہوگیا، پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے۔ تا آنکہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہوگیا، اس طرح چار رکعات پڑھ کر نماز مکمل کی، پھر فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

رکوع کی تسبیح

(۱۳۳) رکوع میں جا کر تین یا پانچ دفعہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ میرا رب جس کی بڑی شان ہے۔ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ اِجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ

(وهو صحيح الاسناد: زيلعي) ابو داؤد: مايقول الرجل في ركوعه۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ، تو آپؐ نے فرمایا کہ اس تسبیح کو رکوع میں رکھو اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى"، تو آپؐ نے فرمایا کہ اس تسبیح کو سجدوں میں پڑھا کرو۔

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (حسن صحيح)

(ترمذی: ماجاء فی التسبیح فی الرکوع)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ رکوع میں سبحان العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہتے تھے۔

(۱۳۴) تسمیع و تحمید

(۱) پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور ربنا لک الحمد کہے۔

باجماعت نماز ہو تو امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ․ ․ ․ ․ وَفِیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ وَھُوَ قَائِمٌ "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" ․ ․ ․ ․ ․ الحدیث (بخاری: بَابُ التَّکْبِیْرِ اِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہتے۔

(ب) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ پڑھنا مستحب ہے اس کی بڑی فضیلت ہے۔

عَنْ رُفَاعَۃَ الزُّرَقِیِّ قَالَ کُنَّا یَوْمًا نُّصَلِّیْ وَرَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرَّکْعَۃِ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، قَالَ رَجُلٌ وَّرَاءَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَکَلِّمُ؟ قَالَ اَنَا قَالَ رَأَیْتُ بِضْعَۃً وَّثَلَاثِیْنَ مَلَکًا یَّبْتَدِرُوْنَھَا اَیُّھُمْ یَکْتُبُھَا اَوَّلًا۔

(بخاری: فَضْلُ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ)

حضرت رفاعہ زرقی فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ رکوع سے اٹھے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا، ایک مقتدی نے کہا، "ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "یہ انوکھی بات کس نے کی؟ ایک شخص نے عرض کیا "جی میں نے"، آپ نے فرمایا میں نے تیس (۳۰) سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کو لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا

چاہتے تھے۔

(۱۳۵) سجدہ

۱۳۵ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے. سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اس کے برعکس دوران سجدہ کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھے۔

عَنْ وَّائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ فِي السُّجُودِ)

"حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ کرتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور اٹھتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے۔"

سجدہ کی تسبیح

(۱۳۶) سجدہ میں جا کر یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى میرا رب بلند مرتبے والا ہر برائی سے پاک ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى. (حَسَنٌ صَحِيحٌ)

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔

سجدہ میں کہنیاں زمین پر نہ بچھائے کہ یہ آداب سجدہ کے خلاف ہے۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ. (مسلم: اَلْاِعْتِدَالُ فِي السُّجُوْدِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سجدہ میں اعتدال کرو۔ اور تم میں سے کوئی بھی سجدہ میں کہنیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔

اعضائے سجدہ

(۱۳۷) سجدہ سات اعضاء کو زمین پر لگا دینے کا نام ہے۔ اگر کوئی عضو بھی زمین سے بلند رہے گا تو اسی درجہ میں سجدہ ناقص شمار ہوگا۔ اعضاء سجدہ کا ذکر حدیث میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتُ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ.

(بخاری: بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی پر اور آپ نے ناک کی طرف بھی اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر، دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور (ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ) ہم نماز میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

۱۳۸ (۱) دوران سجدہ ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر زمین پر رکھے، تاکہ ان کا رخ قبلہ کی طرف رہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَكَعَ فَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَاِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ. (حاکم: صحیح علی شرط مسلم)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں انگلیوں کو کھول کر رکھتے اور سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔

(ب) ہتھیلیاں کندھوں کے برابر رکھے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رہیں، چونکہ اس طرح دونوں قسم کی روایات پر عمل ہو جائے گا۔

١- عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا سَجَدَ اَمْکَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهُ الْاَرْضَ نَحّٰی یَدَیْهِ عَنْ جَنْبِهٖ وَوَضَعَ کَفَّیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ۔

(ترمذی۔ مَاجَآءَ فِی السُّجُوْدِ عَلَی الْجَبْهَةِ وَالْاَنْفِ)

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ناک اور پیشانی کو خوب ٹکا کر رکھتے اور ہاتھ کندھوں کے برابر رکھتے

٢- عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَیْنَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضَعُ وَجْهَهٗ اِذَا سَجَدَ؟ فَقَالَ بَیْنَ کَفَّیْهِ۔ (حسن)

(ترمذی: مَاجَآءَ اَیْنَ یَضَعُ الرَّجُلُ وَجْهَهٗ)

حضرت ابو اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ انور کو سجدہ میں کہاں رکھتے تھے؟
آپ نے فرمایا: دونوں ہاتھوں کے درمیان

جلسہ

(١٣٩) پھر تکبیر کہتا ہوا سیدھا بیٹھ جائے۔ اس دوران یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ، وَاجْبُرْنِیْ، وَاهْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ۔

(ترمذی۔ مَایَقُوْلُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ)

پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے۔ اب ایک رکعت مکمل ہو گئی۔

قیام

(١٤٠) (ا) دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر پھر دوسری رکعت کے لیے سیدھا کھڑا ہو جائے

چونکہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اسلافِ اُمت کا اجماع اس پر ہے۔ جلسہ استراحت نہ کرے۔

عَنِ ابْنِ سَهْلِ السَّاعِدِيِّ وَفِيهِ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ صَحَّحَهُ النِّيمَوِيُّ (ابو داؤد۔ مِنْ ذِكْرِ التَّوَرُّكِ فِي الرَّابِعَةِ)

حضرت سہل کے صاحبزادے سعد ساعدی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(ب) عمل صحابہؓ:۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں۔

"فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ إِذَا صَلَّى فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ حِينَ يَقْضِي السُّجُودَ" (بیہقی۔ مَنْ قَالَ يَرْجِعُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ)

"کہ میں نے ابن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت میں بیٹھتے نہ تھے، بلکہ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے" نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہم کا بھی یہی عمل تھا کہ آپ بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (جوہر النقی ج ۲ ص ۱۲۵)

شارح بخاری ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ: أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّالِثَةِ نَهَضَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ۔ (الدرایۃ ج ۱ ص ۱۴۷)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے حضرات صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اٹھتے تو بیٹھے بغیر سیدھے

کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور یہی منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ (زیلعی: نصب الرایۃ ج ۱، ص ۳۸۹)

(ج) اجماع امت:۔

اسلاف امت کا اجماع واتفاق اس بات پر ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بیٹھے بغیر سیدھا کھڑا ہوجانا چاہیئے۔

اَجْمَعُوْا اَنَّهٗ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنْ اٰخِرِ سَجْدَةٍ مِّنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةِ نَهَضَ وَلَمْ يَجْلِسْ اِلَّا الشَّافِعِيُّ ۔ (جوهر النقی ج ۲ ص ۱۲۶)

امام شافعیؒ کے سوا تمام اسلاف کا اجماع ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے۔[۱]

---

[۱] جلسۂ استراحت کوئی مسنون عمل نہیں۔ ذخیرہ احادیث میں جن صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کی۔ ان میں جلسۂ استراحت کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلسۂ استراحت فرماتے تھے، جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ جلسۂ استراحت نہیں فرماتے تھے۔

امام طحاویؒ اس مضمون کی تمام احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

فَلَمَّا تَخَالَفَ الْحَدِيْثَانِ احْتَمَلَ اَنْ يَّكُوْنَ مَا فَعَلَهٗ فِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ لِعِلَّةٍ كَانَتْ بِهٖ فَقَعَدَ مِنْ اَجْلِهَا لَا لِاَنَّهٗ ذٰلِكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ۔ وَقَالَ۔ وَلَوْ كَانَتْ هٰذَا الْجَلْسَةُ مَقْصُوْدَةً لَشُرِعَ لَهَا ذِكْرٌ مَّخْصُوْصٌ۔

کہ جب دونوں حدیثوں میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ آپ نے کسی خاص ذاتی کیفیت کی وجہ سے یہ جلسہ فرمایا ہوگا نہ اس لئے کہ یہ نماز کی سنت ہے اور اگر یہ جلسہ نماز میں

دوسری رکعت کو پہلی رکعت کی طرح مکمل کرے بس اس میں ثناء، تعوذ نہ پڑھے صرف سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرے۔

قعدہ (بیٹھنا)

(۱۴۱) دوسری رکعت میں دونوں، سجدوں کے بعد تشہد کے لئے بیٹھ جائے بیٹھنے کی مسنون ترکیب ملاحظہ ہو۔

مطلوب ہوتا تو خاص طور پر اس کا علیحدہ تذکرہ ضرور ہوتا"۔

امام طحاویؒ کے اس فرمان کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے خود یہ فرمایا ہے کہ بڑھاپے کے سبب، اب میں جسیم ہوگیا ہوں، لہذا اسی دور میں اس خاص کیفیت کے پیش نظر پہلے بیٹھ کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔

ملاحظہ ہو: عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ فَمَهْمَا اَسْبِقْكُمْ بِهٖ اِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُوْنِيْ بِهٖ اِذَا رَفَعْتُ وَمَهْمَا اَسْبِقْكُمْ اِذَا سَجَدْتُ تُدْرِكُوْنِيْ بِهٖ اِذَا رَفَعْتُ اِنِّيْ قَدْ بَدَّنْتُ۔

(ابن ماجہ۔ اَلنَّهْيُ اَنْ يَّسْبِقَ الْاِمَامَ بِالرُّكُوْعِ)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس مضمون کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَلَوْ كَانَ هَدْيَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِعْلَهَا دَائِمًا لَذَكَرَهَا كُلُّ وَاصِفٍ لِّصَلَاتِهٖ وَمُجَرَّدُ فِعْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الصَّلَاةِ اِلَّا اِذَا عُلِمَ اَنَّهٗ جَعَلَهَا سُنَّةً يُّقْتَدٰى بِهٖ فِيْهَا وَاَمَّا اِذَا قُدِّرَ اَنَّهٗ فَعَلَهَا لِلْحَاجَةِ لَمْ يَدُلَّ عَلٰى كَوْنِهَا سُنَّةً مِّنْ سُنَنِ الصَّلٰوةِ۔ (ملخص زاد المعاد ج ۱ ص ۲۴۰)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَفِيْهِ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى.... الحديث۔

(مسلم: صفۃ الصلوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات کے لئے بیٹھنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔

تشہد

(۱۴۲) قعدہ میں یہ تشہد پڑھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

سب زبانی عبادتیں، سب بدنی عبادتیں اور سب مالی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ہمیشہ جلسۂ استراحت کی ہوتی تو یقیناً ہر وہ شخص اس کا ذکر کرتا جس نے آپ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اور فقط آپ کا یہ عمل کر لینا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ نماز کی سنت ہے۔ الا یہ کہ جب معلوم ہو کہ آپ نے یہ عمل بطور سنت کیا ہے تاکہ لوگ بھی ایسا کریں۔ البتہ جب یہ معلوم ہو کہ آپ نے یہ عمل کسی ذاتی ضرورت کے پیش نظر کیا ہے پھر تو اس سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نماز کی سنتوں میں سے ایک ہے۔

الغرض اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ: ذخیرۂ احادیث میں جلسۂ استراحت کا ذکر ایک مسنون عمل کی حیثیت سے نہیں ملتا، چونکہ آخری عمر میں جلسۂ استراحت کرنا ایک ذاتی کیفیت بڑھاپے کی وجہ سے تھا اس لئے امت کا اجماع ہے کہ جلسہ سنت نہیں ہے۔

اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بندگی کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت محمدؐ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ فَإِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْاَلَةِ مَا شَآءَ۔ (مسلم: اَلتَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ)

(بخاری: اَلتَّشَهُّدُ فِي الْاٰخِرَةِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ہم پڑھا کرتے ،، اللہ پر سلامتی ہو، فلاں پر سلامتی ہو، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تو خود ہی سلامتی ہے۔ جب تم نماز میں بیٹھو تو یہ پڑھا کرو۔ التحیات والصلوات والطیبات .... پھر جو دعا چاہے مانگے۔

انگلی کا اشارہ

(۱۴۳) انگوٹھے کے پاس والی انگلی کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں، چونکہ جب نمازی نماز میں اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے تو یہ انگلی بھی یہی شہادت دیتی ہے لہذا جب اشہد ان لا الہ پر پہنچے تو ہاتھ کی بڑی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور الا اللہ پر انگلی کو نیچے کر لے اور یہ حلقہ آخر تک

بنائے رکھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلٰى إِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ۔

(مسلم: صِفَّةُ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلٰوةِ)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے[1] اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملا لیتے۔

---

[1] بعض لوگ انگلی سے اشارہ کی بجائے انگلی کو ہلاتے رہتے ہیں۔ شاید ان کی نظر صرف اس حدیث پر ہو۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ..... وَفِيْهِ، ثُمَّ قَبَضَ ثَلَاثَةً مِّنْ أَصَابِعِهٖ وَحَلَّقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ أُصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُوْبِهَا۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر آپؐ نے تین انگلیوں کو ملا کر حلقہ بنایا ایک کو اٹھایا میں نے دیکھا آپؐ اس کو ہلاتے دعا کرتے۔

جب کہ دوسری روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهٖ إِذَا دَعَا لَا يُحَرِّكُهَا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا

قیام

(۱۴۴) اب اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو تشہد کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے اور حسب سابق باقی تمام نماز مکمل کرے۔ البتہ فرائض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ نہ ملائے۔ سنن و نوافل میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بھی ملائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقْرَءُ فِی الظُّهْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّكْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ، وَیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ...... الحدیث

(بخاری: یَقْرَءُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)

حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی ایک آیت ہمیں بھی سناتے۔

درود شریف

(۱۴۵) اگر دو رکعت والی نماز ہو تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھے

پڑھتے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے اس کو ہلاتے نہیں تھے۔ اب جو لوگ اشارہ میں انگلی کو ہلاتے ہیں بزعم خویش، وہ پہلی حدیث پر عمل کرتے ہیں، لیکن دوسری کا خلاف کرتے ہیں۔ حالانکہ اس مضمون کی تمام احادیث پیش نظر رہنی چاہئیں۔ اسی لئے امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ مُرَادُهٗ بِالتَّحْرِیْكِ الْاِشَارَةُ بِهَا لَا تَكْرِیْرُ تَحْرِیْكِهَا فَیَكُوْنُ مُوَافِقًا لِّرِوَایَةِ ابْنِ الزُّبَیْرِ. (سنن بیہقی)

"کہ حضرت وائلؓ کی حدیث میں تحریک سے مراد اشارہ ہے نہ یہ کہ اس کو ہلاتے ہی رہنا۔ اس طرح وہ حدیث بھی حضرت ابن الزبیرؓ کی حدیث کے موافق ہو جائے گی۔

اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو تیسری یا چوتھی رکعت پڑھ کر آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ارشاد نبوی ﷺ ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ لَہٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰہُ تَعَالٰٓی اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْئَلْہُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(مسلم: اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ بَعْدَ التَّشَھُّدِ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی محفل میں تھے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ پر درود پڑھیں تو کیسے درود پڑھا کریں؟ ابو مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حتیٰ کہ ہمارے دل میں آیا کہ کاش اس نے یہ سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا "تم یہ کہا کرو۔ د ترجمہ: اے اللہ، حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل پر رحمت بھیج، جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر رحمت بھیجی۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔" اے اللہ حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل پر برکت نازل فرما، جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت نازل کی۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

دُعا

(۱۴۶) ا۔ درود کے بعد مسنون دعاؤں میں سے جو دعا چاہے مانگ سکتا ہے۔ ایک سے زائد دعائیں بھی مانگ سکتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ۔ (مسلم)

"پھر جو دعا چاہے مانگ لے۔"

(ب) دعا ابراہیمی

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ (سورۃ ابراھیم ۴۰، ۴۱)

اے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا، اے رب ہماری دعا قبول کر، اے رب قیامت کے دن مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام مومنوں کو معاف کر۔

(ج) رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (بقرۃ نمبر ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نعمت دے اور آخرت میں ثواب دے اور دوزخ کی آگ سے بچا۔

(د) عَنْ اَبِي بَكْرِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً اَدْعُوْبِهٖ فِي صَلَاتِي قَالَ، "قُلْ،

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

(بخاری: بَابُ الدُّعَآءِ قَبْلَ السَّلَامِ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیں جو نماز میں مانگا کروں. آپ نے فرمایا. "یہ دعا مانگا کرو:

(ترجمہ) اے اللہ میں نے تو اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی ہے نہیں بس اپنے خاص فضل وکرم سے میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ساتھ مزید رحم کا معاملہ کیجئے یقیناً صرف تو ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

سلام

(۱۴۷) درود شریف کے بعد دعا مانگ کر دائیں اور بائیں طرف منہ موڑتے ہوئے کہے. اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ۔ تم پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ یَّسَارِهٖ حَتّٰٓی اَرٰی بَیَاضَ خَدِّهٖ۔

(مسلم: اَلسَّلَامُ لِلتَّحْلِیْلِ مِنَ الصَّلٰوةِ عِنْدَ فَرَاغِهَا)

حضرت عامر کے والد فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے ہیں، حتی کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی کو بھی دیکھتا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ یَّسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

(حَسَنٌ صَحِیْحٌ)
(ترمذی: مَا جَآءَ فِی التَّسْلِیْمِ فِی الصَّلٰوةِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے۔

امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو

(۱۴۸) اگر باجماعت نماز ہو تو امام کو چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ. قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّىٰ صَلٰوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔

(بخاری: يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے

مسنون تسبیح

(۱۴۹) نماز سے فارغ ہو کر ان مسنون تسبیحات کا پڑھنا بہت فضیلت کا باعث ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ وَمَا ذَاكَ، قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّي، يَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ، إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ

قَالُوا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً، قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَصَنَعُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (مسلم: اِسْتِحْبَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مالدار لوگ تو اعلیٰ درجات اور جنت کی نعمتوں میں ہم سے سبقت لے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ انھوں نے عرض کیا کہ نماز روزہ میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں لیکن وہ مالی خیرات کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے اور وہ غلام خرید کر آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ جس سے تم بھی سبقت لے جانے والوں کے برابر ہو جاؤ اور اپنے بعد والوں کے علاوہ اور کوئی تم سے افضل نہ رہے"۔ انھوں نے عرض کیا کہ ضرور آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر ۳۳، بار پڑھا کرو"۔

حضرت ابوصالح کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد پھر فقراء مہاجرین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی ہماری طرح یہ عمل شروع کر دیا، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ ثَلَاثٌ

وَثَلَاثُوْنَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُوْنَ تَحْمِيْدَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُوْنَ تَكْبِيْرَةً دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

(مسلم: اِسْتِحْبَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر نماز کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے والا کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ (ہمیشہ کامیاب ہوگا) سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ اللہ اکبر ۳۴ دفعہ۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

(۱۵۰) نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہے اس وقت ربّ ذوالجلال کے حضور ہر قسم کی دعا کر سکتا ہے، عربی میں ہو یا اپنی زبان میں بس اس دعا کو سمجھ کر اخلاص اور حضوری قلب کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس وقت دعا کرنا مستحب ہے جو نماز کا لازمی[۱] حصہ نہیں ہے۔

---

[۱] فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی بابت بعض لوگ افراط تفریط کا شکار ہیں۔ بعض تو اس کو نماز کا ایک جز شمار کرتے ہیں جب کہ کچھ اور لوگ اس کو ناجائز اور بدعت کہتے ہیں حالانکہ:

(ا) حافظ عبد اللہ روپڑی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً درست ہے۔

عبد اللہ روپڑی: فتاوی اہل حدیث ج ۲ ص ۱۹۰۔

(ب) نیز میاں نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں:

"صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر کے دعا مانگنا جائز مستحب ہے اور زید مخطی ہے (جو اس کو بدعت کہتا ہے)

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا۔

(ترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حیا کرنے والا ہے کریم ہے جب بندہ اللہ کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ وہ اس ہاتھ کو خالی واپس کریں۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ يَحْيٰى قَالَ رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَرَاٰى رَجُلًا رَافِعًا يَّدَيْهِ يَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَّرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

حضرت محمد بن ابی یحیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز مکمل کرنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے: (اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

نذیر حسین: فتاوٰی نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۶

(ج) نیز مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

"بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔

ثناء اللہ امرتسری فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۷

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَفَعَ قَوْمٌ اَكُفَّهُمْ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَسْأَلُوْنَهٗ شَيْئًا اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّضَعَ فِيْ اَيْدِيْهِمُ الَّذِيْ سَأَلُوْا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيْ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

حضرت سلمانؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کچھ لوگ اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں وہ چیز ڈال دیتے ہیں جو انھوں نے مانگی ہے۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔ (حَسَنٌ)

(ترمذی: کِتَابُ الدَّعْوَاتِ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے
دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہے
چوتھی حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے اسے ضائع نہ کرنا چاہیے۔

مسنون دعائیں

(۱۵۱) عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَّقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (مسلم: اِسْتِحْبَابُ الذِّکْرِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ استغفار پڑھتے اور پھر فرماتے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

دعا کرنے کا طریقہ

(۱۵۲) دعا کے شروع و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ انہماک توجہ حضوری قلب کے ساتھ گڑ گڑا کر دعا مانگنی چاہیے اور اس یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سن رہا ہے اور قبول کرتا ہے وہی مشکلات کو حل کرتا ہے۔ پریشانیوں کو رفع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دعاؤں کو سننے والا۔ ان کو قبول کرنے والا اور مشکلات کو حل کرنے والا نہیں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ مَعَہٗ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَءْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَی اللّٰہِ ثُمَّ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَہٗ سَلْ تُعْطَہٗ! (حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

(ترمذی: اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ قَبْلَ الدُّعَاءِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر اپنے لیئے دعا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ سے مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ تجھے دیا جائے گا۔

(ا) سجدہ سہو

(۱۵۳) اگر نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض بھولے سے پہلے ادا ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے یا رکعتوں کی صحیح تعداد بھول جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور نئے سرے سے ادا کرنی پڑے گی۔

(ب) سجدہ سہو کا طریقہ

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر تشہد درود شریف ودعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ السَّهْوُ اَنْ يَّقُوْمَ فِيْ قُعُوْدٍ اَوْ يَقْعُدَ فِيْ قِيَامٍ اَوْ يُسَلِّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَاِنَّهُ يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَيَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ۔ (طحاوی: باب سجود السہو فی الصلوٰۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھول یہ ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کے بجائے بیٹھ جائے یا (تین چار رکعت والی نماز میں) دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے۔ تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنہما حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما انس رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہم حضرات سے بھی سلام کے بعد سجوہ سہو منقول ہے۔

(طحاوی: باب سجود السہو فی الصلاۃ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّہْرَ خَمْسًا فَقِیْلَ لَہٗ اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ قَالَ صَلَّیْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ۔ (بخاری۔ بابُ اِذا صلّٰی خمسًا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھ لیں تو آپ سے عرض کیا گیا: "کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا" کیا ہوا؟ عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلَاثِ رَکَعَاتٍ مِّنَ الْعَصْرِ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْحُجْرَۃَ فَقَامَ رَجُلٌ بَسِیْطُ الْیَدَیْنِ فَقَالَ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُغْضَبًا فَصَلَّی الرَّکْعَۃَ الَّتِیْ کَانَ تَرَکَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّہْوِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

(مسلم: اَلسَّہْوُ فِی الصَّلٰوۃِ وَالسُّجُوْدُ لَہٗ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا پھر آپ اٹھے اور کمرہ میں چلے گئے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز میں تخفیف

ہو گئی؟ تو آپ اسی غصہ کی حالت میں واپس آئے اور متروکہ رکعت ادا کی۔ پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا، پھر سلام پھیرا۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَنَسِيَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ۔ (صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ)

(ابوداؤد: سَجْدَتَي السَّهْوِ فِيهِمَا تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں کچھ بھول گئے، تو آپ نے دو سجدے سہو کر کے تشہد پڑھی پھر سلام پھیرا۔

ان روات سے معلوم ہو گیا کہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہے اور سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے۔

عمل صحابہؓ

شیخ ابوبکر ہمدانی المتوفی ۵۸۴ھ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجُودُ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ وَهُوَ فِي حَدِيثِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَثَوْبَانَ وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا الْبَابِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ فَطَائِفَةٌ رَأَتِ السُّجُودَ كُلَّهُ بَعْدَ السَّلَامِ عَمَلًا بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَمِمَّنْ رَوَيْنَا ذٰلِكَ عَنْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَعَبْدُ اللهِ

بْنِ عَبَّاسٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ مِنَ التَّابِعِيْنَ اَلْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَالثَّوْرِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَّاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ۔

همدانی: اَلْاِعْتِبَارُ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوْخِ مِنَ الْاٰثَارِ ۵۸

سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے منقول ہے جیساکہ حضرت عمران، وابی ہریرۃ وعبداللہ بن جعفر ومغیرۃ وثوبان رضی اللہ عنہم سے منقول احادیث میں ہے اور اس مسئلہ میں حضراتِ علماء سے چار قسم کے اقوال منقول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ مندرجہ بالا احادیث پر عمل کرتے ہوئے تمام سجدۂ سہو سلام کے بعد کئے جائیں اور جن حضرات صحابہؓ سے یہی منقول ہے۔ وہ یہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرات تابعین سے بھی منقول ہے۔ حضرت حسنؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت عبدالرحمٰنؒ حضرت ثوریؒ حضرت حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہؒ ودیگر اہل کوفہ سے۔

جب امام بھول جائے

(۱۵۴) اگر باجماعت نماز میں امام سے کوئی غلطی ہوجائے تو مقتدی کو چاہیے کہ امام کو متنبہ کرنے کے لئے بلند آواز سے سبحان اللہ کہے تاکہ وہ صحیح کیفیت پر لوٹ آئے اور اگر مقتدی عورتوں کی توجہ پہلے اس غلطی کی طرف ہوجائے تو ان کو چاہیے کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ماریں تاکہ اس آواز سے امام کو تنبیہ ہوجائے اور منہ سے آواز نہ نکالیں کیونکہ ان کی آواز کا بھی پردہ ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ۔

(مسلم: تَسْبِيْحُ الرَّجُلِ وَتَصْفِيْقُ امْرَأَةٍ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسبیح مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ نَابَهٗ شَيْئٌ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَآءِ وَالتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ۔

(طحاوی: اَلْكَلَامُ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت سہل سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز (کی ترتیب) میں کوئی اور چیز آجائے تو مقتدی کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ چونکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے مردوں کے لئے تو (زبان سے) سبحان اللہ کہنا ہے

سجدۂ سہو کی چند صورتیں

(۱۵۵) (۱) قعدہ اولی چھوٹ جانے پر سجدہ سہو۔ جو شخص بھول کر قعدہ اولی نہ کرے تو اگر کھڑے ہونے سے پہلے یاد آئے تو بیٹھ جائے۔ اگر کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو اب بیٹھے نہیں نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنْ اِثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

(بخاری: مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ اِذَا قَامَ)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے۔ پھر جب آپ نے نماز

پوری کر لی تو سجدہ سہو کیا اور پھر سلام پھیرا۔

(ب) رکعات کی تعداد میں شک آنے پر سجدہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَکَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِہٖ فَلْیُلْغِ الشَّکَّ وَلْیَبْنِ عَلَی الْیَقِیْنِ. فَاِذَا اسْتَیْقَنَ التَّمَامَ سَجَدَ سَجْدَتَیْنِ، فَاِنْ کَانَتْ صَلٰوتُہٗ کَامِلَۃً کَانَتِ الرَّکْعَۃُ نَافِلَۃً وَّاِنْ کَانَتْ نَاقِصَۃً کَانَتِ الرَّکْعَۃُ لِتَمَامِ صَلٰوتِہٖ وَکَانَتِ السَّجْدَتَانِ رَغْمَ اَنْفِ الشَّیْطٰنِ۔

(ابن ماجہ ماجاء فیمن شک فی صلاۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں نماز میں شک آجائے تو چاہیے کہ شک کو ختم کر کے یقینی بات پر عمل کیا جائے (یعنی کم والے احتمال کو اختیار کیا جائے) جب اسے مکمل ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر دو سجدہ سہو کر لے۔ اب اگر تو اس کی نماز پہلے سے مکمل تھی تو یہ ایک اضافی رکعت نفل ہو جائے گی اور اگر واقعی ایک رکعت کم تھی تو اس سے نماز پوری ہو جائے گی اور دو سجدہ شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے۔

نماز میں گفتگو

(۱۵۶) آغاز اسلام میں دوران نماز ضرورت کی بات چیت کر لی جاتی تھی لیکن بعد میں اس کی اجازت نہ رہی، لہٰذا سجدہ سہو کی جن روایات میں نماز اور سجدہ سہو کے مابین بات چیت کا ذکر ملتا ہے وہ ابتدائی دور سے متعلق ہیں۔ اب اس کے

بجائے صرف سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنے سے پہلے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اس کو پھر نئے سرے سے نماز پڑھنا ہوگی جیسے کے دوران نماز بات چیت کرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ کُنَّا نَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ یُکَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَہٗ وَھُوَاِلٰی جَنْبِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ، فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُھِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ۔ (مسلم: تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

(بخاری۔ ماینہی من الکلام فی الصلوٰۃ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔ ایک آدمی اپنے پہلو میں کھڑے دوسرے آدمی سے بات کر لیتا تھا تا آنکہ یہ آیت نازل ہوگئی اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوا کرو تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور بات چیت سے روک دیا گیا۔

اور امام بخاریؒ نے جزء القراۃ والی روایت میں " فی حاجتہ " کا لفظ بھی نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آیت کے نزول سے قبل ضرورت کی بات چیت جائز تھی لیکن یہ آیت نازل ہونے کے بعد ضرورت کی گفتگو سے بھی ممانعت کر دی گئی۔ لہٰذا اب نماز میں کسی قسم کی گفتگو کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

نیز حضرت عمران بن حصینؓ کی سابقہ روایات سے بھی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ نماز کے بعد حضرات صحابہؓ نے یاد دلایا تو آپؐ نے مزید ایک رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا گویا اس وقت دوران نماز گفتگو جائز تھی، لیکن پھر آپ نے یہ فرمادیا کہ اگر امام نماز میں بھول جائے تو مقتدی سبحان اللہ کہیں تاکہ امام کو اصل کیفیت یاد آجائے گویا اب مقتدی پہلے

کی طرح خاموش نہیں رہیں گے کہ سلام کے بعد امام کو بتایا جائے چونکہ اب نماز میں گفتگو کی ممانعت ہے البتہ ایسے موقع پر دوران نماز سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔[۱]

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدُّ عَلَيْنَا، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا۔

(بخاری: مَا يَنْهٰى عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شروع میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام عرض کیا کرتے تو آپ اس کا جواب دے دیتے تھے۔ لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے سلام کیا، آپ نے جواب نہ دیا اور پھر فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہوتا ہے۔

ذیل میں نماز کی شرائط، نماز کے فرائض، نماز کے واجبات، نماز کی سنن اور بعض مکروہات نماز کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ سجدہ سہو کا مسئلہ سمجھنے اور اس کو متعین کرنے میں آسانی ہو۔

---

[۱] الغرض آج کل کے بعض لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اگر نماز میں بھول ہو جائے تو سلام پھیرنے کے بعد اسی موضوع پر گفتگو کر کے سجدہ سہو کر لینا کافی ہے اور اس گفتگو سے نماز نہیں ٹوٹے گی چونکہ یہ نماز کی اصلاح کے لئے۔ واضح رہے کہ خود نواب صدیق حسن خانؒ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ہر قسم کی گفتگو سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ گو کہ اس کا تعلق نماز کی اصلاح کے ساتھ ہو۔

إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ ...... نواب صاحبؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

شرائط نماز

(۱۵۷) اگران شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۱۔ وقت (دیکھیے نمبر ۶۴)

۲۔ جسم کا پاک ہونا۔ طہارت ظاہرہ۔ یعنی ظاہری گندگی سے پاک ہونا اور طہارت باطنہ یعنی باوضو اور باغسل ہونا۔

۳۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔ (قال تعالیٰ وثیابک فطھر، المدثر)

۴۔ نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔

۵۔ ناف سے گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپنا۔ (دیکھیے نمبر ۸۲)

۶۔ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا (دیکھیے نمبر ۸۴)

۷۔ نیّت (دیکھیے نمبر ۸۶)

فرائض نماز

(۱۵۸) اگران فرائض میں سے کوئی فرض بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔
اور اگر کسی فرض کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے (جیسے آخری رکعت میں بیٹھنے

پس حدیث دلالت کند بر آنکہ مخاطبہ در نماز مبطل نماز است برابر است کہ برائے اصلاح نماز باشد یا غیر او (مسک الختام ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے نماز کے دوران گفتگو کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے چاہے وہ گفتگو نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ نیز مشہور غیر مقلد مترجم مولانا وحید الزمانؒ بھی یہی لکھتے ہیں کہ جس شخص کے ذمہ سجدہ سہو ہو اور وہ سجدہ کئے بغیر مسجد سے نکل جائے یا جان بوجھ کر کوئی بات کرے یا کچھ کھائے پیئے یا بے وضو ہو جائے تو اب اس کو پوری نماز لوٹانی ہوگی۔ صرف سجدہ سہو کر لینا کافی نہیں ہے۔ (نزول الابرار ج ۱ ص ۱۳۹)

کی بجائے بھولے سے کھڑا ہو گیا پھر یاد آنے پر بیٹھ گیا) تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔

۱- قیام (کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) (اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔) (دیکھیے نمبر ۸۵)

۲- قرارت (دیکھیے نمبر ۹۵، ۹۶)

۳- رکوع (دیکھیے نمبر ۱۳۰)

۴- دو سجدے (دیکھیے نمبر ۱۳۵)

۵- قعدۂ اخیرہ (دیکھیے نمبر ۱۴۱)

۶- تمام ارکان کو ترتیب وار ادا کرنا۔ (تعامل)

۷- نماز سے بارادہ فارغ ہونا۔ (دیکھیے نمبر ۱۴۷)

واجبات نماز

(۱۵۹) ان واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تقدیم، تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی

۱- نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا (دیکھیے نمبر ۸۷)

۲- سورۃ فاتحہ پڑھنا (امام اور منفرد کے لیے) (دیکھیے نمبر ۹۵، ۹۶)

۳- پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بڑی آیت، تین چھوٹی آیتیں، یا ایک سورۃ پڑھنا (امام اور منفرد کے لیے) (دیکھیے نمبر ۱۱۶)

۴- بوقت قرارت مقتدی کا خاموش رہنا (دیکھیے نمبر ۱۰۰)

۵- قعدۂ اولیٰ (دیکھیے نمبر ۱۴۱)

۶- قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا (دیکھیے نمبر ۱۴۲)

۷- تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔ (حدیث مسئ الصلوۃ "مسلم")

۸۔ ہر فرض اور ہر واجب کو بغیر کسی تقدیم، تاخیر کے اپنی صحیح جگہ پر ادا کرنا۔
(حدیث مسیئ الصلوٰۃ)

۹۔ جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں آہستہ قراءت کرنا۔ (امام کے لیے)
(دیکھیے نمبر ۱۱۷)

۱۰۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرنا (دیکھیے نمبر ۱۴۷)

۱۱۔ وتروں میں دعاءِ قنوت پڑھنا۔ (" " ۱۸۸)

۱۲۔ عید الفطر عید الاضحی میں زائد تکبیرات کہنا۔

نماز کی سنتیں

(۱۶۰) ان سنتوں کا اہتمام ضروری ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی سنت بھولے سے چھوٹ جائے تو بغیر سجدۂ سہو کئے نماز ہو جائے گی۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا اور انگلیوں کو کھلا رکھنا۔
(دیکھیے نمبر ۸۸)

۲۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر ناف کے نیچے باندھنا۔ (دیکھیے نمبر ۸۹، ۹۰)

۳۔ ثنا (سبحانک اللھم ...... پڑھنا۔ (دیکھیے نمبر ۹۱)

۴۔ تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھنا۔ (" " ۹۲، ۹۳)

۵۔ آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ (" " ۱۱۲)

۶۔ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لیے تکبیر کہنا (دیکھیے نمبر ۱۳۰)

۷۔ رکوع اور سجدہ میں ۳ دفعہ تسبیح پڑھنا (دیکھیے نمبر ۱۳۳، ۱۳۶)

۸۔ رکوع میں گھٹنے کو پکڑنا، انگلیوں کو کھلا رکھنا۔ (" " ۱۳۲)

۹۔ امام کا سمع اللہ لمن حمدہٗ اور مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا، اور منفرد کے لئے دونوں کا کہنا۔
(دیکھیے نمبر ۱۳۴)

۱۰۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (قومہ) (دیکھیے نمبر ۱۳۴)

۱۱۔ دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا (جلسہ) (" " ۱۳۹)

۱۲۔ قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ (دیکھیے نمبر ۱۴۱)

۱۳۔ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا (دیکھیے نمبر ۱۴۵)

۱۴۔ آخری قعدہ میں درود شریف کے بعد دعا مانگنا (دیکھیے نمبر ۱۴۶)

۱۵۔ سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا (" " ۱۴۷)

۱۶ سلام کے بعد تسبیحات ثلاثہ، سبحان اللہ ۳۳، الحمد للہ ۳۳، اللہ اکبر ۳۴۔ (دیکھیے نمبر ۱۴۹)

مکروہات نماز

(۱۶۱) ایسے افعال جو نماز میں کرنا سخت ناپسندیدہ ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ ذیل میں چند مکروہات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں عام لوگ مبتلا ہیں۔

مندرجہ بالا سنتوں میں سے کسی سنت کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

(۱۶۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ اَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَآءِ فِی الصَّلٰوةِ اِلَی السَّمَآءِ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ۔

(مسلم: اَلنَّهْیُ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ فِی الصَّلَاةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار۔ لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے سے رک جائیں، یا پھر ان کی بینائی کو اچک لیا جائے گا۔

(۱۶۳) نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَّخْتَلِسُهُ الشَّيْطٰنُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ۔ (بخاری: اَلْاِلْتِفَاتُ فِی الصَّلٰوةِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ یہ شیطٰن کا حصہ ہے جسے وہ بندہ کی نماز میں سے اُچک لیتا ہے۔

(۱۶۴) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ توجہ منتشر ہو۔ دھیان کسی اور چیز کی طرف ہو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُ الْاَخْبَثَانِ۔

(مسلم: بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب کھانا سامنے موجود ہو، تو نماز کامل نہیں ہوتی اور نہ اس صورت میں جب وہ بیت الخلاء کی ضرورت محسوس کر رہا ہو۔

(۱۶۵) سجدہ میں کہنیوں کو بچھانا

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا "اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطُ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ۔

(بخاری: بَابُ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ سجدہ کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرو اور تم میں سے کوئی بھی سجدہ میں اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔

(۱۶۶) ایسی اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس سے توجہ منتشر ہو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ اَعْلَامُ هٰذَا فَاذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ (عَامِرِ بْنِ حُذَيْفَةَ) وَاْتُوْا بِاَنْبِجَانِيَّتِهِ۔ (مسلم: كَرَاهَةُ الصَّلَاةِ ثَوْبٌ لَهُ اَعْلَامٌ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا لے کر نماز پڑھی جس پر نقش و نگار تھے۔ نماز کے بعد فرمایا یہ لے جا کر عامر بن خذیفہ کو دے دو کہ اس کے نقوش نے میری توجہ کو منتشر کر دیا۔ اور اس کا وہ موٹا کپڑا لاؤ جس پر نقش و نگار نہیں ہیں۔

(۱۶۷) کپڑے یا رومال وغیرہ کو بغیر باندھے یونہی لٹکا کر نماز پڑھنا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ۔

(ترمذی: مَاجَاءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا وغیرہ لٹکا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

(۱۶۸) نیند کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ يَنْعَسُ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ۔ (حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

(ترمذی: اَلصَّلٰوةُ عِنْدَ النُّعَاسِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو اونگھ آئے تو ذرا سو جاؤ تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اگر اسی حالت میں نماز پڑھی تو عین ممکن ہے کہ اپنی طرف سے استغفار کرنا شروع کرے۔ جب کہ حقیقت میں وہ اپنے آپ کو گالی دے رہا۔

(۱۶۹) نماز کے لیے کسی خاص جگہ کا تعین، کہ ہر حال میں وہیں نماز پڑھے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَاَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ، وَالْحَاكِمُ)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، جلدی جلدی نماز پڑھنے سے (کوّے کی طرح ٹھونگے مارنے سے) اور درندہ کی کھال بچھا کر نماز پڑھنے سے، اور اس سے کہ کوئی شخص مسجد میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر کرے جیسے کہ اونٹ (اپنے اصطبل) میں ایک خاص جگہ مقرر کر لیتا ہے۔

(۱۷۰) نماز باجماعت کی فضیلت واہمیت

نماز تمام مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی میں ایک اصلاحی انقلاب بپا کر دیتی ہے باجماعت نماز کی ادائیگی سے جہاں اور بہت سے دنیوی واخروی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہاں بطور خاص حکم ربانی وارشاد نبوی ﷺ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اجتماعیت کے جذبات نشو ونما پاتے ہیں۔ اخوت، محبت، ہمدردی اور باہمی تعاون کو فروغ ملتا ہے۔ اسی لیئے جماعت کی نماز کو اکیلی نماز پر فضیلت ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ ۴۳)

اور پابندی سے نماز ادا کرو اور جو لوگ ہمارے سامنے عبادت کے لیے جھکتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ جھکا کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔

(مسلم: فَضْلُ الْجَمَاعَۃِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز کا ثواب اکیلے نماز سے ستائیس گنا بڑھا ہوا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَۃٍ تُضْعَفُ عَلٰی صَلَاتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَسُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّہٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُہٗ اِلَّا الصَّلٰوۃُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رُفِعَتْ لَہٗ بِھَا دَرَجَۃٌ وَّحُطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَلَا یَزَالُ فِیْ صَلَاۃٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلَاۃَ۔ (بخاری: بَابُ فَضْلِ صَلَاۃِ الْجَمَاعَۃِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی کی باجماعت نماز اس کی گھر اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بڑھائی جاتی ہے۔ چونکہ جب وہ خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ پھر مسجد کی طرف چلتا ہے اور اس کو مسجد کی

طرف صرف نماز ہی کے [illegible] اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کی جاتی ہے۔ جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو فرشتے مسلسل اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں جب تک وہ مسجد میں رہتا ہے: "اے خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک وہ نماز کی انتظار میں رہتا ہے اس کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

(۱۷۱) تارک جماعت آنحضورؐ کی نظر میں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَّلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیُصَلِّیَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِیَ بِرِجَالٍ مَّعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰی قَوْمٍ لَّا یَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ بِالنَّارِ۔

(مسلم: فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَالتَّشْدِیْدِ فِی التَّخَلُّفِ عَنْهَا)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے بھاری ہوتی ہے اگر وہ ان کی فضیلت اور اجر وثواب کو جان لیں تو ضرور شریک ہوں چاہے انھیں لڑکھڑاتے گھسٹتے ہوئے آنا پڑے میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ جماعت کھڑی کرنے کا حکم دے کر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر دوں اور اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو لے کر جن کے پاس لکڑیوں کا ایندھن ہو ان لوگوں کی طرف چلوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، اور جا کر ان کے سمیت گھروں کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دوں۔

(۱۷۲) تعیینِ انتخابِ امام

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُھُمْ کِتَابَ اللّٰہِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَۃِ سَوَاءً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ. فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً، فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ سِنًّا وَّلَا یُؤَمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِہٖ وَلَا یَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ عَلٰی تَکْرِمَتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔

(مسلم: مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت ایسا شخص کرائے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو، اگر سارے برابر ہوں تو پھر جو شخص سنّت کا زیادہ عالم ہو، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا شخص امامت کرائے۔

اور کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی عزت کی جگہ پر بلا اجازت نہ بیٹھے۔

صف بندی

(۱۷۳) باجماعت نماز میں صفوں کو اہتمام کے ساتھ سیدھا کرنا اور رکھنا چاہیے۔ اس مضمون کی جملہ روایات کو پیشِ نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ٹخنے، کندھے اور گردن ایک سیدھ میں ہونی چاہیئے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَۃَ الصَّفِّ

مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ۔ (مسلم: تَسْوِیَۃُ الصَّفِّ وَاِقَامَتُھَا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو (سیدھا رکھو) چونکہ صفوں کی برابری نماز کو کامل بنانے کے لئے ضروری ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْلَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ۔ (مسلم: تَسْوِیَۃُ الصُّفُوْفِ)

(بخاری: عِنْدَ الْاِقَامَۃِ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔ اپنی صفوں کو درست کرلو یا پھر اللہ تعالیٰ تم میں باہمی اختلاف وانتشار ڈال دے گا۔

(۱۷۴) صف اوّل کی اہمیّت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَا یَجِدُوْآ اِلَّا اَنْ یَّسْتَھِمُوْا عَلَیْہِ لَاسْتَھَمُوْا ...... اَلْحَدِیْثُ۔ (مُسْلِم: تَسْوِیَۃُ الصُّفُوْفِ وَاِقَامَتُھَا)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو اذان دینے اور صف اول میں نماز پڑھنے کی قدر وقیمت معلوم ہوجائے پھر اس کو حاصل کرنے کے لیے انھیں قرعہ اندازی کرنی پڑے تو قرعہ اندازی بھی کریں گے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا فَقَالَ تَقَدَّمُوا فَائْتَمُّوا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَّنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَّتَأَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ۔

(مسلم: تَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ....)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ میں سستی اور تاخیر کے آثار دیکھے تو فرمایا آگے بڑھو اور میری مکمل اقتداء کرو تاکہ تمہارے بعد والے تمہاری مکمل اقتداء کریں، جب بھی کوئی قوم پیچھے ہٹتی ہے اللہ اسے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔

(۱۷۵) امام کی اقتداء

دوران جماعت امام کی مکمل اتباع کرنی چاہیے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔

(بخاری: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے۔ آپ کے دائیں طرف چوٹ لگی۔ آپ نے کوئی ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ فارغ

ہوئے تو فرمایا امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی مکمل اقتدار کی جائے۔ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہٗ کہے تم ربنا لک الحمد کہو۔

(ب) اقتدا نہ کرنے کی سزا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا یَخْشٰی اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ۔ (بخاری: اِثْمُ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی امام سے پہلے سر اٹھائے تو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دیں یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دیں۔

(۱۷۶) امام ہلکی نماز پڑھائے

امام کو چاہیے کہ با جماعت نماز میں مقتدیوں کا خیال رکھے۔ نماز ہلکی پڑھائے اتنی لمبی نہ کرے کہ تھکاوٹ سے اکتاہٹ ہو جائے اور خشوع و خضوع جاتا رہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَمَّ اَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الصَّغِیْرَ وَالْكَبِیْرَ وَالضَّعِیْفَ وَالْمَرِیْضَ فَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیُصَلِّ كَیْفَ شَآءَ (مسلم: اَمْرُ الْاَئِمَّةِ بِتَخْفِیْفِ الصَّلٰوةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو نماز ہلکی پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور، بیمار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ البتہ جب اکیلا نماز پڑھے تو جیسے چاہے پڑھ لے۔

(۱۷۷) سترہ کا بیان

(ا) نماز پڑھتے شخص کے آگے سے گذرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا گذرنے والوں کو چاہیے کہ وہ نمازی کا خیال رکھیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے گذرنے والوں کو پریشانی نہ ہو اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے، جس کی اونچائی ایک ہاتھ کے قریب ہو (تقریباً ایک فٹ) واضح رہے کہ باجماعت نماز میں امام کا سترہ سب کی طرف سے کافی ہے۔ پھر سترہ کی موجودگی میں اگر کوئی شخص سامنے سے گذر جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

(ب) سترہ کی تشریح

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مُؤَخَّرَةِ الرَّحْلِ۔

(مسلم: سُتْرَةُ الْمُصَلِّيْ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا نمازی کے سترہ کی بابت تو آپ نے فرمایا۔ مؤخرۃ الرحل کی طرح۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

"سترہ کی کم سے کم مقدار کجاوہ کے، کیل جتنی ہوتی ہے جو کہ کلائی کی ہڈی اور ۲/۳ ذراع کے برابر ہوتا ہے اور اس طرح کی کوئی بھی چیز کھڑی کرنے سے یہ مقصد

حاصل ہو جائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے سامنے سترہ گاڑ کے نماز پڑھنا بہتر ہے۔" (نووی شرح مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْدُوْ اِلَی الْمُصَلّٰی وَالْعَنَزَۃُ بَیْنَ یَدَیْہِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰی بَیْنَ یَدَیْہِ فَیُصَلِّیْ اِلَیْہَا۔

(بخاری: حَمْلُ الْعَنَزَۃِ بَیْنَ یَدَیِ الْاِمَامِ یَوْمَ الْعِیْدِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے جاتے اور آپ کے آگے نیزہ بردار ہوتا، یہ نیزہ عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا پھر آپ اس طرف نماز پڑھتے۔

(ج) سامنے سے گذرنے کی سزا

اگر نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو، پھر بھی کوئی شخص اس کے سامنے سے گذر جائے، تو احادیث میں اس کی بابت سخت وعید آئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ جُہَیْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْہِ لَکَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْہِ. قَالَ اَبُوالنَّضْرِ لَا اَدْرِیْ اَقَالَ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْ شَہْرًا اَوْ سَنَۃً

(موطا مالک: اَلتَّشْدِیْدُ فِیْ اَنْ یَّمُرَّ اَحَدٌ)

حضرت ابوجہیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی کے سامنے سے گذرنے والا اگر جان لے کہ اس پر کتنی بڑی سزا ہے تو وہ اس کے سامنے سے گذرنے کی بجائے چالیس تک ٹھہرا رہتا، تو یہ بہتر تھا۔

ابو النضر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں، آپ کی مراد چالیس دن تھی یا چالیس مہینہ

یا چالیس سال۔

قَالَ کَعْبُ الْاَحْبَارُ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ لَکَانَ اَنْ یُّخْسَفَ بِهٖ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ۔ (موطا مالک۔۔۔)

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس پر کتنی سخت سزا ہے تو اس کے بدلے اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو اس کے سامنے سے گذرنے سے یہ بہتر ہے۔

رکعات نماز

(۱۷۸) ذیل میں ہم تمام نمازوں کی رکعات کا ایک تفصیلی نقشہ پیش کر رہے ہیں۔

(ا) نامِ نماز	فرائض	سنن مؤکدہ	سنن غیر مؤکدہ	نوافل	واجب
فجر	۲	۲ پہلے	×	×	
ظہر	۴	۴ پہلے ۲ بعد	×	۲ بعد میں	
عصر	۴	×	۴ نماز سے پہلے	×	
مغرب	۳	۲ بعد میں	×	۲ بعد میں	
عشاء	۴	۲ بعد میں	۴ نماز سے پہلے	۲ وتر سے پہلے ۲ " کے بعد	۳ وتر
جمعہ	۲	۴ پہلے ۶ بعد میں		۲ نفل بعد میں	
عید الفطر، عید الاضحیٰ	×	×	×	×	۲

فرائض: جن کا کرنا ضروری ہے اور چھوڑنا حرام ہے۔

(ب) واجب: جس کا کرنا ضروری ہے اور چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔

سنن مؤکدہ: جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل عمل رہا، ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔

سنن غیر مؤکدہ

جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل رہا اور کبھی کبھار چھوڑنا بھی ثابت ہے۔

نوافل:۔ جن کا پڑھنا باعث ثواب اور چھوڑنے پر گناہ نہیں ہے۔

ذیل میں مندرجہ بالا رکعات کی علیحدہ علیحدہ تشریح اور احادیث سے ان کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

(۱۷۹) سنن مؤکدہ

عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ۔ (ترمذی: مَنْ صَلّٰى ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً)

(رواہ مسلم مختصراً فضل السنن الراتبۃ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن رات میں یہ بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا (وہ یہ ہیں)

۴ ظہر سے پہلے اور ۲ ظہر کے بعد۔ ۲ مغرب کے بعد
۲ عشاء کے بعد　　۲ فجر سے پہلے

ظہر کی رکعات

(۱۸۰) ۴ سنت، ۴ فرض، ۲ سنت، ۲ نفل

(ا) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ۔ (بخاری: الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الظُّهْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

(ترمذی: بَابُ آخَرَ مِنْ سُنَنِ الظُّهْرِ)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے ظہر سے پہلے کی چار رکعات اور ظہر کے بعد کی چار رکعات کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے ظہر سے پہلے کی چار سنتیں اور فجر سے پہلے کی دو سنتیں ثابت ہوئیں اور یہ سنن مؤکدہ ہیں چونکہ آپ نے کبھی ان کو چھوڑا نہیں۔ جب کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں ظہر کے بعد والی چار رکعات کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ یہ دو نفل ہیں۔

(ب) اگر ظہر کی پہلی چار سنتیں چھوٹ جائیں تو نماز کے بعد پڑھ لے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا

(ترمذی: بَابٌ آخَرُ مِنْ سُنَنِ الظُّهْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر ظہر سے پہلے چار رکعات نہ پڑھ سکتے تو نماز کے بعد پڑھ لیتے۔

عصر کی رکعات

۴ سنتیں، ۴ فرض

عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں بطور سنت غیر مؤکدہ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر وقت کم ہو تو دو رکعتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر یہ چھوٹ جائیں تو گناہ نہیں ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کریں جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے۔

(۱۸۲) مغرب کی رکعات

۳ فرض، ۲ سنتیں، ۲ نفل

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ (مروزی: قِيَامُ اللَّيْلِ ص۵۸)

حضرت ابومعمر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

نیز دیکھیے ۱۷۹ سنن مؤکدہ کے ذیل میں اس کا ذکر ہے۔

(۱۸۳) عشاء کی رکعات

۴ سنتیں، ۴ فرض، ۲ سنتیں، ۲ نفل، ۳ وتر، ۲ نفل

عشاء کی نماز سے پہلے اگر وقت ہو تو ۴ رکعت پڑھ لے ورنہ دو رکعتیں ہی پڑھ لیں اگر یہ چھوٹ جائیں تو گناہ نہیں ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ رَفَعَهُ: مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الْعِشَآءِ اَرْبَعًا كَانَ كَاَنَّمَا تَهَجَّدَ مِنْ لَّيْلَتِهٖ، وَمَنْ صَلَّاهُنَّ بَعْدَ الْعِشَآءِ كَمِثْلِهِنَّ مِنْ لَّيْلَةِ الْقَدْرِ، وَاَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رضـ مَوْقُوْفًا وَّاَخْرَجَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ وَالنَّسَآئِيُّ مَوْقُوْفًا عَلٰى كَعْبٍ۔ (الدرایۃ: ج ۱ ص ۱۹۸)

شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس نے عشاء سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں گویا اس نے رات کو تہجد پڑھی اور عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے والے کو شب قدر میں چار رکعت پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ بیہقی نے اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور نسائی و دارقطنی نے حضرت کعبؓ سے نقل کیا ہے۔

(۱) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ۔ (مروزی: قِيَامُ اللَّيْلِ ص ۵۸)

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعات کو مستحب سمجھتے ہیں۔[۱]

---

[۱] نواب صدیق حسن خانؒ شرح بلوغ المرام میں نقل کرتے ہیں و پیش عشاء چہار رکعت مستحب است۔ (نیز لکھتے ہیں) واما دو رکعت قبل عشاء فقط پس شامل است آں را حدیث بین کل اذانین صلوٰۃ

(۲) عَنْ عَآئِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَآ اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوةِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِهٖ فَيُصَلِّيْ اَرْبَعًا ثُمَّ يَأْوِيْ اِلٰی فِرَاشِهٖ...... الحديث۔ (ابوداؤد: بَابُ صَلٰوةِ اللَّيْلِ)

ایمان والوں کی اماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آتے اور چار رکعتیں پڑھ کر بستر پر آرام فرماتے۔

(۳) عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَءُ فِيْهِنَّ بِتِسْعِ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَءُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِثَلَاثِ سُوَرٍ اٰخِرُهُنَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

(ترمذی: مَاجَآءَ فِي الْوِتْرِ بِثَلَاثٍ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور ان میں آخر سے نو سورتیں پڑھتے، ہر رکعت میں تین سورتیں، جن میں آخری سورۃ قل ہو اللہ احد ہوتی تھی۔

(۴) عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عَآئِشَةَ

نواب صدیق حسن مسک الختام ج ا ص ۵۲۵ ص ۵۲۹ کہ عشاء سے پہلے چار رکعات مستحب ہیں نیز عشاء سے قبل دو رکعات نماز پڑھنے کو بھی وہ حدیث شامل ہے جس کی رو سے اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز پڑھنے کی ترغیب ہے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً
يُصَلِّيْ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ. ثُمَّ يُوْتِرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ
جَالِسٌ۔ (مسلم: صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَالْوِتْرِ)

حضرت ابو سلمۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعت تہجد پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے۔

روایت نمبر ا سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کے نزدیک عشاء سے پہلے چار رکعات مستحب تھیں۔

روایت نمبر ۲ سے معلوم ہوا کہ آپ عشاء کے بعد ۴ رکعتیں پڑھتے، یہ ہوئے ۲ سنتیں ۲ نفل۔

روایت نمبر ۳ سے معلوم ہوا کہ آپ تین وتر پڑھتے تھے۔

روایت نمبر ۴ سے معلوم ہوا کہ تین وتر پڑھ کر پھر آپ دو نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

(۱۸۴) وتر میں چند اہم مسائل جن سے ہم تعرض کریں گے

(۱) وتر واجب ہے (۲) اگر چھوٹ جائیں تو بعد میں پڑھے (۳) کم از کم وتر تین رکعات ہیں (۴) تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے (۵) دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے، پھر باندھ لے (۶) دو رکعتوں پر بیٹھے، مگر سلام نہ پھیرے۔

(۱۸۵) وتر واجب ہے

عشاء کی نماز کے بعد سے فجر تک نماز وتر پڑھنا ضروری ہے جو شخص نہیں

پڑھے گا گنہگار ہو گا۔

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِصَلٰوةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلٰى أَنْ يَّطْلَعَ الْفَجْرُ (قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحُ الْاَسْنَادِ: زيلعي)

(ترمذی: بَابُ الْوِتْرِ)

حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ وتر ہے جن کا وقت عشاء اور فجر کے درمیان ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا" فَمَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا (صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ: زيلعي، (ابوداؤد مَنْ لَّمْ يُوْتِرْ)

حضرت بریدہ کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۸۶) وتر چھوٹ جائیں تو قضا پڑھے

وتر پڑھنے کا وقت عشاء سے لے کر طلوع فجر تک ہے اور جو شخص تہجد کے

لیے اٹھنے کا عادی ہے اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ تہجد کے بعد پڑھے ورنہ نماز عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لے، اگر کوئی شخص فجر تک وتر نہ پڑھ سکا تو قضا پڑھے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِّتْرِہٖ اَوْنَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا ذَکَرَہٗ۔

(ابوداؤد: اَبْوَابُ الْوِتْرِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے ضرور پڑھے۔

وَفِی الْبَیْہَقِیِّ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّامَ عَنْ وِّتْرِہٖ اَوْنَسِیَہٗ فَلْیُصَلِّہٖ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَکَرَہٗ۔ (سنن کبریٰ بیہقی: اَبْوَابُ الْوِتْرِ)

سنن بیہقی میں حضرت ابوسعید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا. وہ صبح کو پڑھے اور جو بھول گیا وہ یاد آنے پر پڑھے۔

عَنْ مَّالِكٍ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ وَّعِبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ وَالْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَامِرٍ قَدْ اَوْتَرُوْا بَعْدَ الْفَجْرِ۔

(موطامالک: اَلْوِتْرُ بَعْدَ الْفَجْرِ)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ حضرت قاسم بن محمدؒ اور

عبداللہ بن عامرؓ نے فجر کے بعد وتر پڑھے (یعنی بر وقت نہ پڑھ سکے تو فجر کے بعد بطور قضا پڑھے)

(۱۸۷) کم از کم وتر تین رکعات ہیں

نمازوں میں کوئی نماز بھی دو رکعتوں سے کم نہیں اس سے زائد ہے اس طرح وتر بھی کم از کم تین ہیں جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّہٗ سَاَلَ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ ؟ قَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً، یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا۔ (مسلم: صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَالْوِتْرِ)

حضرت ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز کیا ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ (رمضان کی کیا خصوصیت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے حسن اور لمبائی کی بابت کچھ نہ پوچھو پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کے حُسن اور لمبائی کی بابت بھی کچھ نہ پوچھو، پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے۔

عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی الْاُوْلٰی مِنَ الْوِتْرِ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَۃِ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ ۝

(قَالَ الْحَاکِمُ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ زَیْلعی)

ترمذی: مایقرء فی الوتر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلَاۃِ الْفَجْرِ۔ (نسائی: باب الوتر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ وہ رات تہجد کی آٹھ رکعات پڑھتے، پھر تین وتر پڑھتے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہؓ کو بھی تین وتر پسند تھے۔

وَالَّذِی اخْتَارَہٗ اَکْثَرُ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَھُمْ اَنْ یَّقْرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، وَقُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ وَقُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ، یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ مِّنْ ذٰلِکَ بِسُوْرَۃٍ۔ (ترمذی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے جمہور اہل علم کا پسندیدہ عمل یہ ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری رکعت میں سورۃ کافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی جائے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ تَرَکْتُ الْوِتْرَ بِثَلٰثٍ وَّ اَنَّ لِیْ حُمُرَ النَّعَمِ۔

(موطا امام محمد: اَلسَّلَامُ فِی الْوِتْرِ)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو تین وتر چھوڑنے کے بدلے سرخ اونٹ بھی پیش کیے جائیں تو میں تین وتر نہیں چھوڑوں گا ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز وتر تین رکعات ہیں۔ نیز تین رکعت وتر کے جواز پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔ جب کہ ایک رکعت وتر پڑھنے میں علماء امت کا اختلاف ہے بعض کے ہاں یہ صحیح نہیں، لہذا قوت دلائل کے ساتھ ساتھ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تین رکعت وتر ہی پڑھے جائیں۔

(۱۸۸) تیسری رکعت میں دعائے قنوت

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے۔ دعا یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

ملاحظہ ہو۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ قَالَ بَیْنَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ عَلٰی مُضَرَ اِذْ جَاءَہٗ جِبْرِیْلُ فَاَوْمَا اِلَیْہِ اَنْ اَسْکُتْ، فَسَکَتَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَبْعَثْکَ سَبَّابًا وَّلَا لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بَعَثَکَ رَحْمَۃً، وَّلَمْ یَبْعَثْکَ عَذَابًا، لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبُ عَلَیْہِمْ اَوْ یُعَذِّبُہُمْ فَاِنَّہُمْ ظَالِمُوْنَ ثُمَّ عَلَّمَہٗ ھٰذَا الْقُنُوْتَ۔ اَللّٰہُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰہُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ (وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ صَحِیْحًا مَّوْصُوْلًا۔

(سنن بیہقی، باب دعاء القنوت۔ مروزی: قیام اللیل ص۲۳۲)

حضرت خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ مضر کے لیے بددعا کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور خاموش ہونے کا اشارہ کیا، آپ خاموش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام کہنے لگے "اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب کے لیے نہیں بھیجا۔ آپ کے اختیار میں اس قسم کے امور نہیں ہیں۔ اللہ چاہے تو انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان کے ظلم کی

کی وجہ سے انھیں عذاب دے"۔ یہ کہہ کر آپ کو یہ دعائے قنوت بتائی۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں۔ تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ناشکری نہیں کرتے۔ جو شخص تیری نافرمانی کرتا ہے۔ ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس سے الگ ہو جاتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری خدمت بجالاتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

(یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے)

عَنِ الْاَسْوَدِ صَحِبْتُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سِتَّۃَ اَشْھُرٍ فَکَانَ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَقْنُتُ فِی الْوِتْرِ فِی السَّنَۃِ کُلِّھَا وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ، وَجَبَ الْقُنُوْتُ فِی الْوِتْرِ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

مروزی: قیام اللیل ص۲۲۵

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں چھ مہینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا وہ ہمیشہ وتر میں دعا رقنوت پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی سال بھر دعا قنوت پڑھتے تھے۔ نیز حضرت عبداللہ رضی اللہ سے منقول ہے کہ وتر میں دعا قنوت پڑھنا واجب ہے۔

عَنْ حَمَّادٍ وَّسُفْیَانَ اِذَا نَسِیَ الْقُنُوْتَ فِی الْوِتْرِ فَعَلَیْہِ سَجْدَتَا السَّھْوِ۔

(مروزی: قیام اللیل ص۲۴۲)

حضرت حمادؒ و سفیانؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص وتر میں دعا رقنوت پڑھنا بھول جائے

تو وہ سجدہ سہو کرے۔

(۱۸۹) دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھے (سنت نبوی کی روشنی میں)

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ؟ قَالَ قَبْلَهٗ: قَالَ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِیْ عَنْكَ اِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ، اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا ..... الحديث

(بخاری: اَلْقُنُوْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ)

حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کی بابت پوچھا؟ آپ نے فرمایا قنوت ثابت ہے، میں نے عرض کیا، رکوع سے پہلے یا بعد؟ آپ نے فرمایا، رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں نے مجھے آپ کی بابت بتایا ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے؟ فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے۔ رکوع کے بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ دعاء قنوت پڑھی ہے؛

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَافَقَ عَاصِمٌ عَلٰى رِوَايَتِهٖ هٰذِهٖ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ كَمَا فِی الْمَغَازِیْ بِلَفْظِ سَاَلَ رَجُلٌ اَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ اَوْ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ بَلْ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْقِرَاءَةِ" وَقَالَ مَجْمُوْعُ مَا جَاءَ عَنْ اَنَسٍ فِیْ ذٰلِكَ اِنَّ الْقُنُوْتَ لِلْحَاجَةِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ لَا اخْتِلَافَ عَنْهُ فِیْ ذٰلِكَ اَمَّا بِغَيْرِ الْحَاجَةِ فَالصَّحِيْحُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَبْلَ الرُّكُوْعِ۔

(فتح الباری: ص۴۹۱ بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ)

حضرت عاصم کی یہ روایت کتاب المغازی میں عبد العزیز کی روایت کے مطابق ہے جس میں ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دعا ر قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءۃ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا بلکہ قراءۃ سے فارغ ہونے کے بعد۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دعا ر قنوت کسی خاص وجہ سے (دعا وغیرہ کے لیے) پڑھی جائے تو بالاتفاق وہ رکوع کے بعد ہے اور جو قنوت عام حالات میں پڑھی جائے تو حضرت انس سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے کہ وہ رکوع سے پہلے ہے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

(ابن ماجہ: مَاجَاءَ فِی اَبْوَابِ الْوِتْرِ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے اور دعا ر قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

عمل صحابہ رضی اللہ عنہم

عَنْ عَلْقَمَۃَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّاَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ) قَالَ الْحَافِظُ فِی الدِّرَایَۃِ اِسْنَادُہٗ حَسَنٌ)

وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْبَرَاءِ وَاَبِیْ مُوْسٰی، وَاَنَسٍ وَّعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ۔

(المغنی: مَسْأَلَۃُ الْقُنُوْتِ)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر

صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے قبل دعاءِ قنوت پڑھتے تھے۔
اور یہی منقول ہے حضرت ابن عباس، حضرت براء، حضرت ابوموسیٰ حضرت انس اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم سے۔
دعاءِ قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے پھر باندھ لے اور دعاءِ قنوت پڑھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا قَنَتَ فِی الْوِتْرِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۰۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز وتر میں دعاءِ قنوت سے پہلے رفع یدین کرتے تھے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَبَّرَ فِی الْقُنُوْتِ حِیْنَ فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ وَحِیْنَ رَکَعَ ..... وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یُکَبِّرُ فِی الْوِتْرِ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَأْتِہٖ حِیْنَ یَقْنِتُ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوْتِ وَعَنِ الْبَرَآءِ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ السُّوْرَۃِ کَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ وَعَنْ سُفْیَانَ کَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ تَمْرَءَ فِی الثَّالِثَۃِ مِنَ الْوِتْرِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ثُمَّ تُکَبِّرُ وَتَرْفَعُ یَدَیْکُمْ ثُمَّ تَقْنُتُ۔

(مروزی: قِیَامُ اللَّیْلِ ص ۲۲۹ ص ۲۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قراءۃ سے فارغ ہو کر دعاءِ قنوت کے لیے تکبیر کہی پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نماز وتر میں قرارت سے فارغ ہو کر دعاءِ قنوت سے پہلے

اور دعاء قنوت کے بعد تکبیر کہتے تھے اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ سورۃ پڑھ کر فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے اور حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پسند کرتے تھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھیں، پھر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائیں اور قنوت پڑھیں۔

قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: وَرُوِيَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّعُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

دعائے قنوت کے لیے رفع الیدین منقول ہے حضرت ابن مسعود حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ (المغنی. مسألۃ القنوت)

قَالَ الطَّحَاوِيُّ وَاَمَّا التَّكْبِيْرُ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ فَاِنَّهَا تَكْبِيْرَةٌ زَائِدَةٌ فِيْ تِلْكَ الصَّلٰوةِ وَقَدْ اَجْمَعَ الَّذِيْنَ يَقْنُتُوْنَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ عَلَى الرَّفْعِ مَعَهَا۔

(طحاوی: رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں اور وتر میں دعاء قنوت کی تکبیر تو زائد تکبیر ہے اور تمام وہ حضرات جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے ہیں، ان کا اجماع ہے کہ تکبیر قنوت کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔

اب دورانِ نماز دعا کا اصول یہ ہے کہ جس رکن میں دعا کی جارہی ہے۔ اسی رکن کی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جاتی ہے۔ جیسے قعدہ اخیرہ کے آخر میں دعا کی جاتی ہے۔ نیز جلسہ (سجدوں کے درمیان) میں دعا کی جاتی ہے، اسی طرح نفل نماز کے سجدوں میں اگر دعا کی جائے تو اسی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جائے گی۔ لہذا وتروں میں رکوع سے قبل جب قنوت پڑھی جائے گی تو ہاتھ باندھے

ہوئے پڑھی جائے گی۔

(۱۹۰) قعدۂ اولی اور سلام

دو رکعتوں کے بعد بیٹھے اور تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو، پھر تین رکعتیں مکمل کر کے سلام پھیرے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَّا فَصْلَ فِيْهِنَّ۔ (زاد المعاد ص۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے اور دوران وتر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَصْلَ فِي الْوِتْرِ۔

(جامع المسانید ج ۱ ص۲۰۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ۔ (قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ: (زیلعی) (نسائی: کیف الوتر بثلاث)

حضرت سعد بن ہشام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

نَقَلَ ابْنُ الْحَجَرِ حَدِيْثَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّفِيْهِ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ وَثَبَتَ عَنْ عُمَرَ اَنَّهُ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَمْ

(۱۹۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا وَالْاِمَامُ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ وَلَمْ یَکُنْ صَلَّی الرَّکْعَتَیْنِ فَصَلّٰی عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّکْعَتَیْنِ خَلْفَ الْاِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَھُمْ۔ (صَحَّحَہُ النَّیْمَوِیْ)

(آثار السنن ج ۲ ص ۳۳ (طحاوی الرجل یدخل المسجد والامام)

حضرت ابو عثمان انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے جب کہ امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں، تو پہلے انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہو کر فجر کی نماز پڑھی۔

(۱۹۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ قَالَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ مِنْ بَیْتِہٖ فَاُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَھُوَ فِی الطَّرِیْقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّی الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ۔

(اسنادہ حسن) (طحاوی: اَلرَّجُلُ یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ)

محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے نکلے تو فجر کی نماز کھڑی ہو گئی، آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی دو رکعتیں پڑھیں پھر با جماعت نماز پڑھی۔

(۱۹۵) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا عمل

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّ الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلٰوةِ۔

(طحاوی: اَلرَّجُلُ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ فجر کی نماز کے لیے صفوں میں کھڑے تھے، آپ نے مسجد میں ایک طرف دو رکعتیں پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔

(۱۹۶) دورِ فاروقی میں صحابہ کا عمل

عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ الْمَهْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَأْتِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ اَنْ نُّصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ، وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَنُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ اٰخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلَاتِهِمْ۔

(طحاوی: اَلرَّجُلُ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ)

حضرت ابوعثمان مہدی فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن الخطابؓ کے دور میں فجر سے پہلے کی دو رکعتیں پڑھے بغیر آیا کرتے تھے۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہوتے ہم مسجد کے آخر میں دو رکعتیں پڑھ لیتے۔ پھر لوگوں کے ہمراہ نماز میں شریک ہو جاتے۔

ان جلیل القدر حضرات صحابہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ اگر نماز باجماعت مل جانیکی توقع ہو تو مسجد میں ایک طرف سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا چاہیے۔

(۱۹۷) اگر سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا ممکن نہ ہو تو سنتیں چھوڑ دے اور جماعت میں شریک ہو جائے، پھر حکم نبوی کے مطابق سورج نکلنے کے بعد ان سنتوں کی قضا

پڑھ لے۔ فجر کی نماز کے بعد یہ سنتیں نہ پڑھے، چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے روکا ہے[1]

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِیْ اِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ) قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔

---

[1] مندرجہ بالا احادیث ابوہریرۃؓ سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ اگر فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھی جائیں۔ لیکن بعض لوگ فجر کے فرائض سے فارغ ہوتے ہی پڑھ لیتے ہیں اور دلیل میں جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ مرسل ہے جس کی سند ہی متصل نہیں ملاحظہ ہو۔

عَنْ قَیْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّیْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِیْ اُصَلِّیْ فَقَالَ مَهْلًا یَا قَیْسُ اَصَلَاتَانِ مَعًا؟ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَمْ اَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا اِذَنْ۔

(ترمذی: ماجاء فیمن تفوتہ الرکعتان)

حضرت قیس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ میں نے آپؐ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپؐ جانے لگے تو مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں تو آپؐ نے فرمایا: قیس ذرا ٹھہرو، کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھنے لگے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری فجر کی دو رکعتیں

عَنْ مَّالِكٍ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاهُمَا بَعْدَ اَنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔ (موطا مالك: مَاجَآءَ فِیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی دو رکعتیں فوت ہوگئیں۔ تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد انھیں قضا پڑھا۔

(۱۹۸) جمعہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِیْهِ سَاعَةٌ لَّا یُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُّسْلِمٌ وَّهُوَ یُصَلِّیْ یَسْاَلُ اللّٰهَ شَیْئًا اِلَّآ اَعْطَاهُ۔ (مسلم: كِتَابُ الْجُمُعَةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں ایک مسلمان جو نماز کا پابند ہو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں

رہ گئی تھیں تو آپؐ نے فرمایا "فَلَا اِذَنْ" پھر کوئی حرج نہیں۔

(۱) واضح رہے کہ خود امام ترمذیؒ اس روایت کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

"اِنَّمَا یُرْوٰی هٰذَا الْحَدِیْثُ مُرْسَلًا وَّاِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِیْثِ لَیْسَ بِمُتَّصِلٍ وَّمُحَمَّدٌ لَّمْ یَسْمَعْ مِنْ قَیْسٍ۔

کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند ہی متصل نہیں۔ چونکہ محمد بن ابراہیم نے قیس سے کچھ نہیں سنا۔

(۱۹۹) جمعہ کے دن غسل کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔ (مسلم: كِتَابُ الْجُمُعَةِ)

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جب کوئی جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کر کے آنا چاہیئے۔

۲۰۰ جمعہ نہ پڑھنے کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَاهُ سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰى أَعْوَادِ مِنْبَرِهٖ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

(مسلم: اَلتَّغْلِيْظُ فِيْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر کی سیڑھیوں پر فرما رہے تھے۔ خبردار

اس دلیل میں دوسری کمزوری یہ ہے کہ اس میں فجر کے بعد سنتیں پڑھنے کا جواز صراحتاً معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ ارشاد نبوی "فلا اذن" کا دوسرا مفہوم ومعنی زیادہ واضح ہے کہ پھر بھی نہ پڑھو تو گویا یہ الفاظ سنتیں پڑھنے کا جواز اور عدم جواز دونوں کی دلیل بن سکتے ہیں، بلکہ دوسرا مفہوم اس لئے راجح ہے کہ وہ دیگر روایات کے مطابق ہے جیسا کہ روایت ابو ہریرۃؓ میں صراحت ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

لوگ جمعہ چھوڑنے سے رک جائیں یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر یہ لوگ غافلین میں سے ہو جائیں گے۔

(۲۰۱) اذانِ جمعہ

پہلی اذان خطبہ شروع ہونے سے کچھ وقت پہلے دی جائے تاکہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور دوسری اذان مسنون عربی خطبہ سے پہلے دی جائے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدٍ يَّقُوْلُ اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(بخاری: اَلتَّاْذِيْنُ عِنْدَ الْخُطْبَةِ)

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھتا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے (خطبہ سے پہلے) ایک اور اذان دینے کا حکم دیا، یہ اذان ایک اونچی جگہ پر دی جاتی تھی پھر اس اذان پر امت کا مسلسل عمل شروع ہو گیا۔

(۲۰۲) خطبۂ مسنونہ

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان چند لمحات کے لیے بیٹھنا چاہیے۔ نیز دونوں خطبے عربی

زبان میں پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہی ثابت ہے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین اور پوری امت اسلامیہ کا مسلسل عمل اسی پر ہے۔ اسی لئے یہ عربی خطبے "خطبۂ مسنونہ کہلاتے ہیں جمعہ کے موقع پر اس اجتماع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر کوئی شخص مقامی زبان میں کسی اصلاحی وتعمیری موضوع پر تقریر کرنا چاہے تو کرلے۔ لیکن حدیث کی رو سے یہ تقریر خطبۂ مسنونہ کا حصہ نہیں کہلائے گی۔ چونکہ خطبۂ مسنونہ عربی میں ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:۔

وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق
ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبان عجمے بودند
(مصفیٰ شرح موطا صـ ۱۵۴)

اور خطبۂ جمعہ عربی زبان میں دینا سنت ہے چونکہ روز اول سے آج تک مشرق ومغرب کے تمام مسلمانوں کا مسلسل عمل یہی ہے، باوجودیکہ بہت سے علاقوں میں سامعین عجمی ہوتے تھے، مگر آج کل کے بعض غیر مقلدین ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دیتے ہیں جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور عمل صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ [۱]

---

[۱] واضح رہے کہ حضرات غیر مقلدین اپنے اس گروہی شعار کو مذہبی رنگ دینے کے لیے مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ مثلاً

(۱) خطبہ کا مقصد وعظ ونصیحت اور تذکیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر سامعین عربی زبان نہ جانتے ہوں تو خطبہ کا یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔

تجزیہ (ا) اسلامی تعلیمات سب عرب وعجم کے لیے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۰۳) رکعات جمعہ

۴ سنت، ۲ فرض، ۶ سنّت

جو شخص جمعہ کے لیے آئے یا تو گھر سے چار سنتیں پڑھ کر آئے یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے، دوران خطبہ سنتیں نہ پڑھے بلکہ با ادب ہو کر خطبہ کی طرف متوجہ رہے، پھر دو رکعت فرض نماز پڑھے جس میں امام بلند آواز سے قرارت کرے نماز جمعہ کے بعد ۲ رکعتیں یا ۴ رکعتیں یا ۶ رکعتیں پڑھے چونکہ یہ تینوں عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مختلف اوقات میں حالات کے مطابق آپ نے یہ رکعات ادا فرمائیں۔ بہتر یہ ہے کہ چھ رکعتیں پڑھ لے تاکہ تمام

اور حضرات صحابہؓ کو بھی اس بات کا علم تھا کہ ان کے بعض یا سب مخاطب عجمی ہیں پھر بھی انھوں نے جمعہ کے دونوں خطبے عربی میں دیئے، الغرض ایک خطبہ مقامی زبان اور دوسرا عربی زبان میں دینا حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے، لہذا جو اصول خیر القرون میں غیر عربی خطبہ کا معیار نہیں بن سکا وہ آج کل غیر عربی خطبہ کا معیار و مدار کیوں کر بن سکتا ہے؟

(ب) مندرجہ بالا اصول قرآنی نقطۂ نظر سے بھی صحیح نہیں ہے چونکہ قرآن کریم انسانیت کی راہ نمائی ہدایت اور موعظت و نصیحت کے لیے نازل ہوا۔

ارشاد ربانی ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○ یونس: ۵۷

گویا قرآن کریم کا عربی میں ہونا اس کے موعظت و ہدایت کے لیے ہونے کے منافی نہیں لہذا خطبۂ مسنونہ کا عربی میں ہونا بھی اس کے موعظت و نصیحت ہونے کے منافی نہیں ہے۔

(ج) اگر مقامی زبانوں میں خطبہ دینے کی بنیاد یہ ٹھہرے کہ سامعین کو سمجھانا مقصود ہے

احادیث پر عمل ہو جائے اور چھ رکعتوں کا ثواب بھی مل جائے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ اَتَی الْجُمُعَةَ فَصَلّٰی مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ اَنْصَتَ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَعَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ۔ (مسلم: فَضْلُ مَنِ اسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ لِلْخُطْبَةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے آیا، پھر جتنی نفل نماز اس کے مقدر میں تھی اس نے پڑھی پھر امام کے خطبے سے فارغ ہونے تک خاموش رہا، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے دس دنوں کے گناہ صغیرہ معاف کر دیئے جائیں گے

تو پھر دونوں خطبے مقامی زبان میں دینے چاہئیں۔ جب کہ خود غیر مقلدین بھی ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دیتے ہیں۔ آخر یہی اصول دوسرے عربی خطبہ میں کیوں نہیں چلتا۔ اب یا تو یہ خود ساختہ اصول صحیح نہیں یا بالفرض اگر صحیح ہے تو غیر مقلدین اس پر بھی پورا عمل نہیں کرتے۔

(۲) اگر جمعہ پڑھانے والا شخص عربی میں خطبہ پڑھ ہی نہیں سکتا تو پھر اس مجبوری کے پیش نظر مقامی زبان میں خطبہ پڑھ لے۔ حضرات احناف کا راجح اور مفتیٰ بہ مسلک بھی یہی ہے۔ واضح رہے کہ غیر مقلدین حضرات کو جب ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن وسنت و آثار صحابہؓ سے نہیں ملتی تو حضرات احنافؒ کے اس مسلک کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

تجزیہ (۱) حضرات احناف کا راجح و مفتیٰ بہ مسلک مجبوری کی حالت سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے تمام احناف کے ہاں دونوں مسنون خطبے عربی میں پڑھے جاتے ہیں۔ اب

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا اَرْبَعًا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۲ ص۱۳۱)

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَکْعَتَیْنِ۔ (مسلم: اَلصَّلٰوۃُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ)

حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین اس سے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں چونکہ ان کے ہاں مجبوری کا کوئی پہلو نہیں ہے اس لیے کہ ان کے خطیب دوسرا خطبہ عربی میں ہی پڑھتے ہیں۔ نیز غیر مقلدین کا موقف اس نقطۂ نظر سے بھی مختلف ہے کہ وہ ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں پڑھتے ہیں۔ جب کہ احناف کے ہاں مجبوری کی حالت میں جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ دونوں خطبے مقامی زبان میں ہوں۔

(ب) حضرات احناف چونکہ حدیث پر عمل کرتے ہیں لہٰذا وہ سنت کے مطابق دونوں مسنون خطبے عربی میں پڑھتے ہیں اور اس موقع پر لوگوں کے اجتماع کے پیشِ نظر مقامی زبان میں کچھ تقریر بھی کر لیتے ہیں لیکن اس تقریر کو خطبۂ مسنونہ قرار نہیں دیتے۔ اگر آج کے غیر مقلدین نے احناف کے مسلک کو ہی بنیاد بنایا ہے تو پھر انھیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن ان کا تو قصہ ہی نرالا ہے وہ اپنی پنجابی اردو کی تقریر کو پہلا مسنون خطبہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت میں تو پہلا اور دوسرا ہر دو خطبے عربی میں ہوتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی دونوں مسنون خطبے مسنون زبان میں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ
فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا اَرْبَعًا (مسلم: اَلصَّلَاۃُ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی جمعہ پڑھ لے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

عَنْ عَطَاءٍ اَنَّہٗ رَاٰی ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یُصَلِّیْ
بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَیَنْحَازُ عَنْ مُّصَلَّاۃِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْہِ
الْجُمُعَۃَ قَلِیْلًا غَیْرَ کَثِیْرٍ، قَالَ فَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ
قَالَ ثُمَّ یَمْضِیْ اَنْفَسَ مِنْ ذٰلِکَ فَیَرْکَعُ اَرْبَعَ
رَکَعَاتٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ کَمْ رَاَیْتَ بْنَ عُمَرَ یَصْنَعُ
ذٰلِکَ؟ قَالَ مِرَارًا۔ (ابوداؤد: اَلصَّلٰوۃُ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جمعہ کے بعد نماز پڑھتے دیکھا کہ جس مصلے پر آپ نے جمعہ پڑھا ہے اس سے تھوڑا سا ہٹ جاتے تھے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کتنی دفعہ ایسا کرتے دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ "بہت دفعہ"

الغرض، روایت نمبر ا، اور نمبر ۲ سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی ان بابرکت گھڑیوں میں جتنی زیادہ سے زیادہ نماز پڑھ سکے پڑھے۔ لہذا خطبہ شروع ہونے سے پہلے کم از کم چار رکعات تو پڑھ ہی لے۔

روایت نمبر ۳ میں جمعہ کے بعد دو رکعت
روایت نمبر ۴ میں چار رکعت اور

[illegible] اوقات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اسی لیے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

وَصَحَّ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا، وَرُوِيَ سِتُّ رَكَعَاتٍ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(مختصر: فتاوی ابن تیمیہ ص۷۹)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھنی چاہیئں اور حضرات صحابہ کرامؓ سے چھ رکعات بھی منقول ہیں۔

(۲۰۴) نماز جمعہ میں مسنون قرارت

عَنْ اِبْنِ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ، فَصَلّٰى لَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَءَ بَعْدَ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالَ فَاَدْرَكْتُ اَبَا هُرَيْرَةَؓ حِيْنَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ يَقْرَءُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (مسلم: مَايُقْرَءُ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ)

ابو رافع کے صاحبزادہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

کو مدینہ منورہ میں نائب بنایا اور خود مکہ مکرمہ چلا گیا تو حضرت ابو ہریرۃؓ نے جمعہ پڑھایا آپ نے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون پڑھی نماز سے فراغت کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں یہی دو سورتیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ جمعہ میں دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ يَسْأَلُهُ أَيَّ شَيْءٍ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَءُ هَلْ أَتَاكَ۔

(مسلم: مَا يَقْرَءُ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ضحاک نے نعمان بن بشیر سے تحریری طور پر پوچھا کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سورۃ جمعہ کے علاوہ اور) کون سی سورۃ پڑھا کرتے تھے؟ تو آپ نے بتایا کہ پھر وہ سورۃ ہل أتاک پڑھا کرتے تھے۔

نماز تراویح

(۲۰۵) تراویح کی تعریف

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ: اَلتَّرَاوِيْحُ جَمْعُ تَرْوِيْحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ، كَتَسْلِيْمَةٍ مِّنَ السَّلَامِ سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِيْ لَيَالِيْ رَمَضَانَ التَّرَاوِيْحَ لِأَنَّهُمْ أَوَّلُ مَا اجْتَمَعُوْا عَلَيْهَا كَانُوْا يَسْتَرِيْحُوْنَ بَيْنَ

كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ۔ (فتح الباری: کتاب صلوٰۃ التراویح)

تراویح ترویحۃ کی جمع ہے اور ترویحۃ بمعنی ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے تسلیمۃ بمعنی ایک دفعہ سلام پھیرنا اور رمضان کے راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس مناسبت سے کہ ابتدائً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق اس امر پر ہو گیا تو وہ ہر دو سلاموں کے بعد (چار رکعت کے بعد) کچھ آرام کرتے تھے۔ (واضح رہے کہ خود تراویح کا صیغہ بتلا رہا ہے کہ تراویح کی رکعات آٹھ سے زائد ہیں چونکہ چار رکعت، ایک ترویحہ اور آٹھ رکعت ترویحتین بارہ اور اس سے زائد رکعات تراویح

(۲۰۶) نماز تراویح عہد نبوی میں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ. قَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْ صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ قَالَ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ۔

(مسلم: اَلتَّرْغِيْبُ فِيْ صَلٰوةِ التَّرَاوِيْحِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے۔ تیسری یا چوتھی رات آپ نماز تراویح کے لیے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا: "میں نے تمہارا شوق

دیکھ لیا اور میں آپ کی ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ کَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(مسلم: اَلتَّرْغِیْبُ فِیْ صَلَاةِ التَّرَاوِیْحِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے وجوب کا حکم نہیں۔ آپ فرماتے۔ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز تراویح پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کر رہا ہو اور ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف کردیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی عمل رہا دور صدیقی اور ابتداء عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دفعہ مسجد میں آکر باجماعت تراویح پڑھی۔

(۲) پورا رمضان تراویح پڑھنا باعث اجر و ثواب و مغفرت ہے۔

(۳) نماز تراویح کی تعداد مقرر نہیں فرمائی۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ قِیَامَ رَمَضَانَ فِیْهِ عَدَدٌ مُّوَقَّتٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَادُ فِیْهِ وَلَا یَنْقُصُ مِنْهُ فَقَدْ اَخْطَاءَ۔ (فتاوی ابن تیمیہ مصریۃ ج ۲ ص ۴۰۱)

جس شخص کا یہ خیال ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی کوئی تعداد مقرر کی ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو وہ غلطی پر ہے۔

خود علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وَالْحَاصِلُ اَنَّ الَّذِیْ دَلَّتْ عَلَیْهِ اَحَادِیْثُ الْبَابِ وَمَا یَشَابِهُهَا هُوَ مَشْرُوْعِیَّةُ الْقِیَامِ فِیْ رَمَضَانَ، وَالصَّلٰوةُ فِیْهِ جَمَاعَةً وَّفُرَادٰی فَقَصْدُ الصَّلٰوةِ الْمُسَمَّاةِ بِالتَّرَاوِیْحِ عَلٰی عَدَدٍ مُّعَیَّنٍ وَّتَخْصِیْصِهَا بِقِرَاءَةٍ مَّخْصُوْصَةٍ لَّمْ یَرِدْ بِهٖ سُنَّةٌ۔

(نَیْلُ الْاَوْطَارِ، ج ۳ ص ۶۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ تراویح کی تمام روایات میں نماز تراویح، ان کا باجماعت یا تنہا پڑھنا تو ثابت ہے لیکن خاص نماز تراویح کی تعداد اور اس میں قرأت کی تعیین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

نماز تراویح خلافت راشدہ میں

(۲۰۷) عہد صدیقی کا معمول حسب سابق رہا اور لوگ اپنے طور پر عبادت کرتے رہے

(۲۰۸) دور فاروقی۔ رمضان کی تمام راتوں میں عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے باجماعت نماز تراویح میں قرآن مکمل کرنے کا باضابطہ سلسلہ عہد فاروقی

میں شروع ہوا اور بیس رکعت تراویح پڑھی جانے لگیں اور حضرات صحابہؓ نے اسی کیفیت پر اسی تعداد میں تراویح پڑھیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اسلاف صحابہ اسلاف تابعین واسلاف فقہاء امت کا بھی یہی معمول رہا اور حرمین شریفین میں آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی ترغیب تو دی، لیکن ان سب تفصیلات کی وضاحت نہ فرمائی، تاکہ یہ فرض نہ ہو جائیں۔ اس لیے مزاج شناس رسالتؐ لو کان بعدی نبیًا لکان عمرؓ۔ نے انصار و مہاجرین صحابہ کے مشورے سے اس محبوب و مرغوب عمل کو باضابطہ شکل دی چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد اب فرضیت کا خطرہ نہ تھا۔

اس سب کے باوجود اس مقدس وبابرکت مہینہ میں بعض لوگ کاہلیؔ کا مظاہرہ کرتے ہیں اور صرف آٹھ رکعتوں پر ہی اکتفار کر لیتے ہیں، مزید یہ کہ اپنے اس عمل

لہ واضح رہے کہ ۱۲۸۴ھ میں مشہور غیر مقلد عالم مفتی محمد حسین بٹالویؒ نے پہلی دفعہ باضابطہ طور پر یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ آٹھ رکعات تراویح سنت اور بیس تراویح بدعت ہیں۔ اس انوکھے فتوے سے مسلمانانِ ہند میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ علمائے اہل سنت نے اس کے رد میں بہت کچھ لکھا حتی کہ ۱۲۹۰ھ مشہور غیر مقلد بزرگ عالم مولانا غلام رسول صاحبؒ قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ نے بھی اس فتوے کا ردّ لکھا۔ وہ اس فتوے کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے ماں باپ، اولاد تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ کے خلفاء راشدینؓ کی سنت کی پیروی بھی کریں اور آپ کے ارشاد گرامی کہ "ان کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط کرو" کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ کم ہمتی کی وجہ سے صرف

[illegible] کی تعداد حضرت [illegible]
رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مقرر ہوئی۔ یہ عجیب نرالی منطق ہے کہ عہد فاروقی میں
تراویح کی کیفیت تو قابل قبول ہو لیکن تعداد محل نظر؟ چونکہ

(۱) پورا رمضان تراویح پڑھنا۔

(۲) تراویح کا مستقل باجماعت پڑھنا۔

(۳) بیس رکعت تراویح پڑھنا۔

(۴) رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا

آخر یہ سب کچھ عہد فاروقی میں شروع ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

گیارہ رکعات پر اکتفا کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیئس رکعات پڑھنے والوں پر فعل مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے اور دوسری دلیل حضرات صحابہ کرام، تابعین ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ تیئس رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس خالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس عمل کو بدعت اور مخالفِ سنت کہتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے۔" مزید لکھتے ہیں کہ

یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمر رضہ کے زمانہ سے حضرات صحابہ رضہ تابعین، ائمہ مجتہدین اور مشرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے۔ بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی ہے کہ ان حضرات کے اس عمل کو تعریضاً مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کا عامل قرار دیتا ہے۔ غلام رسول۔ رسالہ تراویح ص۲۸، ص۵۶

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَانِي لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ فَقَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ وَالَّتِي تَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُوْمُوْنَ يَعْنِي آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ۔

(موطا مالک: ما جاء فی قیام رمضان)

حضرت عبد الرحمٰن قاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رمضان میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروہوں میں علیحدہ علیحدہ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں کوئی تو اکیلا پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا میرا خیال ہے کہ اگر ان سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کر دیا جائے تو بہت اچھا ہے اور سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔

حضرت عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم دوسرے دن نکلے اور دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر فرمایا: "یہ بڑا اچھا طریقہ ہے" اور مزید فرمایا کہ ابھی تم رات کے جس آخری حصہ میں سو جاتے ہو وہ اس وقت سے بھی بہتر ہے جس کو تم نماز میں کھڑے ہو کر گذارتے

ہو۔ آپ کا مقصد اس آخری حصہ کی اہمیت بتلانا تھا اور رات کا ابتدائی حصہ لوگ پہلے ہی نماز میں گذارتے تھے۔

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً[1]

(موطا مالک: مَاجَاءَ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ)

---

[1] عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ اَنَّهُ قَالَ اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَّتَمِيْمًا الدَّارِيَّ اَنْ يَّقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً...... الخ

اس روایت کی بنیاد پر بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعت تراویح کا حکم دیا حالانکہ خود اس روایت کی کیفیت یہ ہے کہ:۔

۱۔ یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے، ایک میں اکیس کا ذکر ہے۔ دوسری میں گیارہ کا تیسری میں تیرہ کا، ظاہر ہے کہ اس میں سے صحیح تو ایک قول ہے اور وہ موطا کی شرح میں زرقانی نے نقل کیا ہے" قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رَوٰى غَيْرُ مَالِكٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ وَّعِشْرُوْنَ وَهُوَ الصَّحِيْحُ۔

کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے حضرت سائب کی اسی روایت میں اکیس تراویح کا ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۲۔ ظاہر ہے کہ جب ایک ہی روایت میں تین الفاظ منقول ہیں اور ایک صحیح ہے تو باقی غلط ہوں گے۔

ابن عبدالبر نے اس کی بھی توضیح و تعیین کر دی، فرماتے ہیں۔

حضرت یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرات صحابہ تیئس رکعت ادا فرماتے تھے۔

رَوَی الْبَیْہَقِیْ فِی الْمَعْرِفَۃِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدٍ قَالَ کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَّالْوِتْرِ۔

(اسنادہ صحیح)

(زیلعی نصب الرأیۃ ج ۲ ص ۱۵۴)

بیہقیؒ نے کتاب المعرفۃ میں نقل کیا ہے حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہم بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کی تحقیق

فَلَمَّا جَمَعَھُمْ عُمَرُ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً ثُمَّ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(الفتاوی المصریۃ ج ۲ ص ۴۰۱)

اِلَّا اَنَّ الْاَغْلَبَ عِنْدِیْ اَنَّ قَوْلَہٗ اِحْدٰی عَشْرَۃَ وَھْمٌ۔

(زرقانی شرح موطا، ج ۱ ص ۲۵۴، قیام رمضان)

کہ میرے نزدیک زیادہ غالب یہی ہے کہ گیارہ کا ذکر وہم کی بنا پر ہوا ہے۔

(۳) حضرت سائب کی بیہقی والی روایت میں بیس رکعات تراویح کا ذکر ہے جو قرینہ ہے کہ حضرت سائب کی بیس تراویح والی روایت صحیح ہے۔

(۴) بیہقیؒ نے معرفۃ میں خود حضرت سائب کا جو عمل نقل کیا ہے اس میں بھی بیس تراویح پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر گیارہ والی روایت صحیح ہوتی تو وہ بھی گیارہ ہی پڑھتے۔ لہٰذا ان کا عمل بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ بیس تراویح والی روایت ہی صحیح ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا تو وہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَهُمْ عَلٰى إِمَامٍ وَّاحِدٍ وَّهُوَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الَّذِيْ جَمَعَ النَّاسَ عَلَيْهِ بِأَمْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُمَرُ هُوَ مِنْ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ حَيْثُ يَقُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ يَعْنِي الْأَضْرَاسَ لِأَنَّهَا أَعْظَمُ فِي الْقُوَّةِ وَهٰذَا الَّذِيْ فَعَلَهُ هُوَ سُنَّةٌ۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اسی کو ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آنجنابؐ نے ڈاڑھوں کا ذکر اسی لئے کیا کہ ڈاڑھوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام عین سنت ہے

(۲۰۹) عہد عثمانیؓ: خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس تراویح کا معمول رہا۔

عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّكَانُوْا يَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئِيْنَ، وَكَانُوْا يَتَوَكَّؤُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ

فِي عَهْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ ۔ (رِجَالُهُ ثِقَاتٌ: آثَارُ السُّنَنِ)

(بیہقی: عَدَدُ رَكْعَاتِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرات صحابہ رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اور ایک سو سے زائد آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں تو بعض لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(۲۱۰) عہد علیؓ: خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مبارک دورِ خلافت میں بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سُلَمٰى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُّصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانَ عَلِيٌّ يُوْتِرُ بِهِمْ۔

(بیہقی: عَدَدُ رَكْعَاتِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ)

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ وتر حضرت علیؓ پڑھاتے تھے۔

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ وَّكَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَفِي ذٰلِكَ قُوَّةٌ) بیہقی: عَدَدُ رَكْعَاتِ الْقِيَامِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے حضرت شتیر بن شکل رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(۲۱۱) **حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل**:۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے ساتھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔

قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ (ابْنُ مَسْعُوْدٍ رض) يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔ مروزی: قِیَامُ اللَّیْلِ ص۱۵۷

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے کا تھا۔

(۲۱۲) **جمہور صحابہؓ اور اہل مکہ کا عمل**:۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رض وَّعُمَرَ رض وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَّهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

کہ جمہور اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ و عمر رضؓ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ حضرت سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات پڑھتے دیکھا۔

واضح رہے کہ جمہور کے علاوہ بعض حضرات مدینہ منورہ میں اکتالیس رکعات تراویح پڑھتے تھے جیساکہ ترمذی نے بھی نقل کیا ہے جس کا پس منظر حضرت داؤد بن حصین رضؓ کی روایت۔ کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو کہ وہ بھی بنیادی طور پر بیس رکعات

ہی پڑھتے تھے۔ بہر حال امام ترمذیؒ نے بھی اہل مکہ واہل مدینہ میں سے آٹھ تراویح پر کسی کا عمل نقل نہیں کیا۔

(۲۱۳) اجماع اسلاف امت

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم وفقہاء امت رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ رمضان میں بیس تراویح سنت ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ اَحْمَدَ فِيْهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً وَّبِهٰذَا قَالَ الثَّوْرِيُّ وَاسْتَدَلَّ بِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيٍّ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّرِوَايَةَ مَالِكٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ (كَمَا مَرَّ) وَرِوَايَةَ عَلِيٍّ (كَمَا مَرَّ) وَيَقُوْلُ، وَهٰذَا كَالْاِجْمَاعِ، وَمَا كَانَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلٰى وَاَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ۔

(ملخص: المغنی، ج ۲ ص ۱۳۹ صلوٰۃ التراویح)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پسندیدہ عمل بیس رکعات کا ہے اور حضرت ثوری بھی یہی کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات پڑھتے تھے نیز حضرت امام احمدؒ کا استدلال حضرت یزید و علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس چیز پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ عمل پیرا رہے ہوں۔ وہی اتباع کے لائق ہے۔

رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ طَرِيْقِ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَكْتُهُمْ فِيْ رَمَضَانَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّالْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ

(مروزی: قیام اللیل ص ۱۵۷)

محمد بن نصر نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرات صحابہ کو رمضان میں بیس تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے ہوئے پایا۔

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:۔

وَالْمُرَادُ بِقِيَامِ رَمَضَانَ صَلٰوةُ التَّرَاوِيحِ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اسْتِحْبَابِهَا وَاخْتَلَفُوْا اَنَّ الْاَفْضَلَ صَلٰوتُهَا مُنْفَرِدًا فِيْ بَيْتِهٖ اَمْ فِيْ جَمَاعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدُ وَبَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ "وَغَيْرُهُمْ" اَلْاَفْضَلُ صَلٰوتُهَا جَمَاعَةً كَمَا فَعَلَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَالصَّحَابَةُ وَاسْتَمَرَّ عَمَلُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ مِنَ الشَّعَائِرِ الظَّاهِرَةِ۔

(شرح مسلم للنووی، ملخص: اَلتَّرْغِيْبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ)

کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور تمام علماء متفق ہیں کہ یہ نماز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے البتہ اس میں کچھ اختلاف ہے کہ گھر میں اکیلا پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں باجماعت؟ تو امام شافعیؒ و ابو حنیفہؒ و احمدؒ بعض مالکیہ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ باجماعت پڑھنا بہتر ہے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسلمانوں کا مسلسل عمل جاری ہے۔ حتیٰ کہ یہ مسلمانوں کی ظاہری علامات میں سے ایک علامت ہے۔

نیز علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ صَلٰوةَ التَّرَاوِيْحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً يُّسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔ (الاذکار ص۸۳)

جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے اور یہ بیس

رکعات ہیں جن میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ اَنَّهُ سَمِعَ الْاَعْرَجَ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ النَّاسَ اِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُوْنَ الْكَفَرَةَ فِىْ رَمَضَانَ قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَءُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِىْ ثَمَانِ رَكْعَاتٍ فَاِذَا قَامَ بِهَا فِىْ اثْنَتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَاتٍ رَأَى النَّاسَ اَنَّهُ قَدْ خَفَّفَ۔ (قَالَ الْبَاجِىْ اَدْرَكْتُ النَّاسَ اَىِ الصَّحَابَةَ) قَدْرُ الْقِرَاءَةِ فِىْ رَمَضَانَ۔

حضرت داؤد اعرج سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہؓ کو اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ رمضان میں کفار کے لیے بددعا کرتے تھے، نیز یہ کہ امام سورۃ بقرۃ تراویح کی آٹھ رکعات میں مکمل کرتا تھا اور اگر کبھی بارہ رکعت میں مکمل کرتا، تو حضرت صحابہؓ سمجھتے کہ آج اس نے ہلکی نماز پڑھائی۔

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز تراویح آٹھ رکعت سے زائد ہوتی تھی جب کہ دوسری روایت میں تصریح ہو چکی ہے کہ سب بیس رکعت ہی پڑھتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی میں سچے متبعین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مستقل اور متفقہ عمل کے مطابق بیس رکعات تراویح پڑھنی چاہیے۔ اسلاف تابعین[1] واسلاف فقہاء امت نے بھی ایسا ہی کیا۔

---

[1] حضرات تابعین کے دور میں بعض اہل مدینہ کا یہ عمل منقول ہے کہ وہ چھتیس یا چالیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(۱) اس عمل کی تفصیلات سے واقف ہونے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی بنیادی

نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ

(۲۱۴) **حرم مکی شریف:۔** مکہ مکرمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آج تک مسلسل بیس تراویح کا معمول چلا آرہا ہے اور کسی بھی دور میں بیس سے کم یا زیادہ تراویح باجماعت پڑھنا تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اسی لیے آج کل بھی حرم مکی شریف میں بیس تراویح ہی پڑھی جاتی ہیں۔

امام شافعیؒ اہل مکہ کا معمول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وَاَحَبُّ اِلَیَّ عِشْرُوْنَ، لِاَنَّهٗ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَذٰلِكَ یَقُوْمُوْنَ بِمَكَّةَ وَیُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ۔ (الام ج ۱ ص ۱۴۲)

مجھے بیس تراویح پڑھنا اس لیے پسند ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے اور اہل مکہ کا یہی عمل ہے نیز وہ بھی تین وتر پڑھتے ہیں۔

تراویح بیس رکعت کے ہی قائل تھے اور باقی زائد رکعات پڑھنے کا قصہ ابن قدامہ نقل کرتے ہیں کہ۔

اِنَّمَا فَعَلَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ لِاَنَّهُمْ اَرَادُوْا مُسَاوَاةَ اَهْلِ مَكَّةَ فَاِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ كَانُوْا یَطُوْفُوْنَ سَبْعًا بَیْنَ كُلِّ تَرْوِیْحَتَیْنِ فَجَعَلَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ مَكَانَ كُلِّ سَبْعٍ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّمَا كَانَ عَلَیْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْلٰی وَاَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ۔ (المغنی، ج ۲ ص ۱۳۹ صلوٰۃ التراویح)

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کے ساتھ ثواب میں برابری کے لیے ایسا کیا، چونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرلیا کرتے تھے تو اہل مدینہ نے طواف کی بجائے چار رکعت پڑھنا شروع کیں۔ اس سب کے باوجود جس چیز پر سلف صحابہ کا عمل ہو وہ اتباع کے زیادہ قابل ہے۔

امام ترمذیؒ اہل مدینہ کا عمل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

"وَاَکْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ وَّعُمَرَ وَغَیْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً، وَّهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِیِّ، وَقَالَ الشَّافِعِیُّ وَهٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا بِمَکَّةَ یُصَلُّوْنَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔" (ترمذی: مَاجَآءَ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ)

اکثر اہل علم کا وہی مسلک ہے جو حضرت عمرؓ و علیؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ اہل مکہ بیس رکعات پڑھتے ہیں۔

الغرض معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان کے بعد جمہور اہل علم اور اہل مکہ کا مسلسل عمل بیس رکعات تراویح پڑھنے کا ہے۔

(۲۱۵) حرم مدنی شریف

چودہ سو سالہ تاریخی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ بھی بیس تراویح ہی پڑھتے تھے البتہ بعض اوقات میں چھتیس رکعات اور تین وتر پڑھنے کا قصہ یوں ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعات تراویح کے بعد والے وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک طواف کر لیا کرتے تھے تو اہل مدینہ اس فضیلت و ثواب کو حاصل کرنے کے لیے طواف کی بجائے اس وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے چار رکعت پڑھ لیتے تھے، مگر ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود جس چیز پر حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل تھا وہ زیادہ اتباع کے قابل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ (المغنی، ج ا ص ۱۶۷)

سعودی عرب کے نامور عالم مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے موجودہ

قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تراویح ہو رہی ہوتی ہیں تو بعض لوگ آٹھ رکعات پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں۔ ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہیں۔ اس طرح یہ لوگ مسجد نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات ختم ہوں اور ان کو بیس تراویح پڑھنے کی توفیق ہو جائے۔ البتہ جو متعصب لوگ نماز عشاء کے بعد ہی مسجد نبوی سے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ دور دراز کی کسی مسجد میں جا کر آٹھ تراویح پڑھیں گے تو ان کو بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مسجد سے نکل کر نہ تو تم نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں گھر جا کر نوافل پڑھنے کو افضل کہا گیا ہے اور نہ ہی تمہیں مسجد نبوی شریف میں نماز تراویح کا ثواب ملا۔ جہاں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۲۱۶) پہلی صدی میں نماز تراویح

گذشتہ صفحات میں خلافت راشدہ اور بعد کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تفصیلاً مذکور ہوا کہ آپ سب حضرات مسجد نبوی میں بیس تراویح ہی پڑھتے تھے۔

(۲۱۷) دوسری، تیسری صدی

شیخ عطیہ سالم فرماتے ہیں:۔

مَضَتِ الْمِائَةُ الثَّانِيَةُ وَالتَّرَاوِيحُ سِتٌّ وَّثَلَاثُوْنَ وَثَلَاثُ وِتْرٍ وَدَخَلَتِ الْمِائَةُ الثَّالِثَةُ۔ وَكَانَ الظُّنُوْنُ اَنْ تَظَلَّ عَلٰى مَاهِيَ عَلَيْهِ تِسْعٌ وَّثَلَاثُوْنَ بِمَا

فِيهِ الْوِتْرُ (التَّرَاوِيحُ أَكْثَرُ مِنْ أَلْفِ عَامٍ ص ۴۱)

دوسری صدی میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے تھے اور تیسری صدی میں بھی وتروں سمیت انتالیس رکعات ادا کی جاتی تھیں۔

(۲۱۸) چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی

عَادَتِ التَّرَاوِيحُ فِي تِلْكَ الْفَتْرَةِ كُلِّهَا إِلَى عِشْرِينَ رَكْعَةً فَقَطْ بَدَلًا مِنْ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ فِي السَّابِقِ۔

(التراویح ..... ص ۴۲)

ان تین صدیوں میں چھتیس کی بجائے پھر سے بیس رکعت تراویح پڑھی جانے لگیں۔

(۲۱۹) آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک

فَكَانَ يُصَلِّي التَّرَاوِيحَ أَوَّلَ اللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً عَلَى الْمُعْتَادِ ثُمَّ يَقُومُ آخِرَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ بِسِتَّ عَشَرَةَ رَكْعَةً۔ (التراویح ..... ص ۴۷)

آخری صدی میں حسب دستور بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھیں اور پھر رات کے آخری حصہ میں سولہ رکعتیں مزید پڑھی جاتی تھیں۔

نویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (التراویح .... ص ۴۹)

دسویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (" ... ص ۵۰)

گیارہویں بارہویں اور تیرہویں صدی میں بھی یہی معمول رہا۔

(التراویح : ... ص ۵۲، ص ۵۳، ص ۵۴)

(۲۲۰) چودہویں صدی

دَخَلَ الْقَرْنُ الرَّابِعَ عَشَرَ وَالتَّرَاوِيحُ فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ

عَلیٰ مَا هِیَ عَلَیْهِ مِنْ قَبْلِ وَظَلَّتْ اِلٰی دَرَابَةٍ مُنْتَصِفَهٖ۔

(التراویح ....ص ۵۸)

چودہویں صدی کے پہلے پچاس سال کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کا معمول حسب سابق رہا کہ بیس تراویح شروع رات میں پڑھی جاتی تھیں۔ پھر رات کے آخر میں مزید سولہ رکعات پڑھی جاتی تھیں۔) چودہویں صدی کے آخری پچاس سالوں کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کے معمول کی بابت کہتے ہیں۔

ثُمَّ جَآءَ الْعَهْدُ السَّعُوْدِیُّ فَتَوَحَّدَتْ فِیْهِ الْجَمَاعَةُ فِی الْمَسْجِدِ النَّبَوِیِّ ﷺ وَفِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لِلصَّلٰوتِ الْخَمْسِ وَلِلتَّرَاوِیْحِ وَعَادَتْ حَالَةُ الْاِمَامَةِ اِلٰی اَصْلِهَا مُوَحَّدَةً مُّنْتَظِمَةً اَمَّا عَدَدُ الرَّکْعَاتِ وَکَیْفِیَّةُ الصَّلٰوةِ فَکَانَتْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً بَعْدَ الْعِشَآءِ وَثَلَاثَ وِتْرًا وَّذٰلِكَ طِیْلَةَ الشَّهْرِ... وَعَلَیْهِ فَتَکُوْنُ التَّرَاوِیْحُ قَدِ اسْتَقَرَّ عَلٰی عِشْرِیْنَ رَکْعَةً عَلٰی مَا یَدُلُّ عَلَیْهِ الْعَمَلُ فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ۔

(التراویح .....ص ۶۵)

دوسری نصف صدی میں سعودی حکومت قائم ہوگئی تو حرم مکی شریف وحرم مدنی شریف میں پانچوں نمازوں اور تراویح کو منظم کردیا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پورا رمضان عشاء کے بعد بیس تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح تراویح کا بیس رکعت پڑھنا بالکل پختہ اور مضبوط ہوگیا اور دوسرے تمام علاقوں میں بھی یہی عمل جاری ہے۔

(۲۲۱) نماز تراویح کا حنفی امام

وَکَانَ الشَّیْخُ اَسْعَدُ تَوْفِیْقُ مِّنْ اَئِمَّةِ الْاَحْنَافِ قَبْلَ

الْعَهْدِ السَّعُوْدِی فَأُسْنِدَتْ اِلَیْهِ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ

..... وَالشَّیْخُ اَسْعَدُ هُوَ الَّذِیْ تَوَلّٰی صَلَاةَ التَّرَاوِیْحِ۔

(التراویح ، ص ۱۰۰ ، ص ۶۹)

سعودی حکومت قائم ہونے سے پہلے شیخ اسعد توفیق رحمۃ اللہ علیہ حنفی امام تھے۔ سعودی حکومت نے بھی ان کے ذمہ عشاء کی نماز لگائی اور یہی شیخ اسعد توفیق تراویح کی نماز پڑھاتے تھے۔

(۲۲۲) تراویح پڑھانے کی کیفیت

یَبْدَؤُهَا فَضِیْلَةُ الشَّیْخِ عَبْدُ الْعَزِیْزِ فَیُصَلِّیْ عَشَرَ رَکَعَاتٍ فِیْ خَمْسِ تَسْلِیْمَاتٍ وَّتَسْتَمِرُّ اِلَی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ اِلَّا خَمْسَ دَقَآئِقَ اَیْ تَسْتَغْرِقُ نِصْفَ سَاعَةٍ تَمَامًا ثُمَّ یَبْدَؤُهَا فَضِیْلَةُ الشَّیْخِ عَبْدُ الْمَجِیْدِ فِی الْعَشْرِ رَکَعَاتِ الْاُخْرٰی مُبَاشَرَةً یُّصَلِّیْهَا بِخَمْسِ تَسْلِیْمَاتٍ..... فَیَکُوْنُ الْعِشْرُوْنَ رَکْعَةً کَامِلَةً بِجُزْءٍ کَامِلٍ۔ (التراویح ص ۷۹ ص ۷۸)

پہلے شیخ عبدالعزیز پانچ سلاموں کے ساتھ دس تراویح پڑھاتے ہیں اور عربی وقت کے مطابق پانچ منٹ کم تین بجے تک نصف گھنٹہ میں مکمل کر لیتے ہیں پھر شیخ عبدالمجید فوراً ہی مزید دس تراویح پڑھاتے ہیں اس طرح روزانہ بیس تراویح میں ایک پارہ مکمل ہو جاتا ہے۔

پندرہویں صدی

(۲۲۳) بندۂ ناچیز فیصل عرض کرتا ہے کہ ۲۲ صفر ۱۴۰۵ھ تک شیخ عبدالعزیز اور شیخ عبدالمجید مدظلہما بقید حیات ہیں اور اس صدی کے گذشتہ چار سالوں میں

بھی دونوں حضرات کے حسب سابق بیس تراویح ہی پڑھائی تھیں اسی طرح حرم مکی شریف میں بھی بیس تراویح ہی پڑھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ تمام مسلمان بھی حرمین شریفین کی طرح رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنے لگ جائیں۔ آمین۔

(۲۲۴) دو سوال

اس پوری تحقیق کے بعد شیخ عطیہ سالم لکھتے ہیں۔

وَفِی نِهَایَةِ هٰذَا الْعَرْضِ التَّارِیْخِی نَسْتَوْقِفُ الْقَارِیٔ الْکَرِیْمَ لِنَتَسَاءَلَ مَعَهٗ هَلْ وجَدَ التَّرَاوِیحَ عَبْرَ التَّارِیْخِ الطَّوِیْلِ اَکْثَرَ مِنْ اَلْفِ عَامٍ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُنْذُ نَشْأَتِهَا اِلَی الْیَوْمِ قَدِ اقْتَصَرَتْ عَلٰی ثَمَانِ رَکَعَاتٍ اَوْ قَلَّتْ عَنِ الْعِشْرِیْنَ رَکْعَةً، اَمْ اَنَّهَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ وِتْرًا وَّهِیَ عَلٰی هٰذَا الْحَالِ مَا بَیْنَ الْعِشْرِیْنَ وَالْاَرْبَعِیْنَ، وَهَلْ سَمِعَ قَوْلًا مِّمَّنْ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَوِ الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَوْ مِنْ شَخْصٍ وَّاحِدٍ یَّقُوْلُ لَا تَجُوْزُ الزِّیَادَةُ عَلَی الثَّمَانِ رَکَعَاتٍ اَخْذًا بِحَدِیْثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ......

وَاِذَا لَمْ یُوْجَدْ طَیْلَةَ تِلْكَ الْمُدَّةِ مَنْ یَّقُوْلُ لَا تَجُوْزُ الزِّیَادَةُ عَلَی الثَّمَانِ رَکَعَاتٍ وَّلَا وُجِدَ طَیْلَةَ هٰذَا الْمُدَّةِ مَنْ یَّقْتَصِرُ عَلٰی ثَمَانِ رَکَعَاتٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةً، فَاِنَّ اَقَلَّ مَا یُقَالُ لِهٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ لَا یَرَوْنَ جَوَازَ الزِّیَادَةِ

عَلَى الثَّمَانِ رَكَعَاتٍ وَّلَا يَقْتَصِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فِيْمَآ
ارتأوه بَلْ يَدْعُوْنَ غَيْرَهُمْ اِلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُمْ اِنَّ اتِّبَاعَ
الْاُمَّةِ مِنْ عَهْدِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ اِلَى الْيَوْمِ وَمُوَافَقَةِ
الْجَمَاعَةِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ اِلٰى هٰذَا الْعَهْدِ خَيْرٌ مِّنَ
الْمُخَالَفَةِ وَخُصُوْصًا مِّمَّنْ يُّصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَ الْاِمَامِ
(التراویح .... ص۱۰۸، ص۱۰۹)

اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قرار سے اولاً تو یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد نبویؐ میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا بیس سے زائد تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اس فتوے کی بنیاد بنایا ہو؟

الغرض جب پورے چودہ سو سالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں اور نہ ہی ثابت ہوا ہے کہ مسجد نبویؐ میں باجماعت صرف آٹھ تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مُصر ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں ہم ان سے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا ان کی مخالفت سے بہت بہتر ہے خصوصاً اس شخص کے لیے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے

(۲۲۵) ایک مخلصانہ نصیحت

رمضان جیسے بابرکت ومقدس مہینہ میں رحمت الٰہی کا لامتناہی سمندر جوش میں ہوتا ہے جس میں ایک رکعت کا ثواب کم از کم ستّر گنا اور ہر ایک کے اخلاص وخشوع کی مناسبت سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور اس سے بھی زائد جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں۔ لہٰذا اس نادر فرصت میں زیادہ موتی جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ورنہ یقیناً گھاٹے میں رہے گا وہ شخص جو اس وقت بھی سستی کرے، یا پھر کسی گروہی تعصب میں مبتلا ہوکر اس سعادت سے محروم رہے اور کم عدد پر اکتفاء کرکے اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی سے استغناء کا ثبوت دے۔ جب کہ قیامت کے دن ایک ایک نیکی کی اہمیت ہوگی۔ اب بیس رکعت اور آٹھ تراویح کا کم از کم ثواب دیکھیں اور فیصلہ کریں۔

۲۰ × ۳۰ = ۶۰۰ × ۷۰ = ۴۲۰۰۰

۸ × ۳۰ = ۲۴۰ × ۷۰ = ۱۶،۸۰۰

تو بیس تراویح پڑھنے والے کو صرف ایک ماہ میں کم از کم بیالیس ہزار رکعات کا ثواب ملتا ہے (بلکہ اس سے بھی زیادہ)

جب کہ آٹھ رکعات کا ثواب صرف سولہ ہزار آٹھ سو تک ہے، لہٰذا ہمیں زیادہ ثواب والی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

(۲۲۶) بعض شبہات کا ازالہ

گذشتہ سطور میں گذرا کہ تراویح کے معاملے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پورے رمضان میں بیس تراویح بعد از عشاء مسجد میں باجماعت پڑھتے تھے، بعض لوگ ان سب تفاصیل سے متفق ہیں لیکن تعداد تراویح کے معاملہ میں وہ حضرات صحابہ پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے ذاتی فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ

اپنے عمل کو سنت کے تابع بنائیں وہ سنت کو اپنے فہم و عمل پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً

شبہ ۱۔ عَنْ اَبِی سَلْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ سَأَلَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کَیْفَ کَانَتْ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً، یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِہِنَّ وَطُوْلِہِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَائِشَۃُ رضی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ. یَا عَائِشَۃُ اَنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔ (مسلم: صَلَاۃُ اللَّیْلِ وَالْوِتْرِ)

حضرت ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیا ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زائد تہجد نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعات پڑھتے جن کے حسن وطول کا کیا کہنا پھر چار رکعات پڑھتے جن کے حسن وطول کا کیا کہنا پھر آپ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتروں سے پہلے نیند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔

جائزہ: اس روایت کو آٹھ تراویح کے لیے بنیاد بنانے کی کوشش

کی جاتی ہے، لیکن یہ حدیث تراویح پر منطبق نہیں ہوتی، چونکہ

۱- تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور اس روایت میں ایسی نماز کا ذکر ہے۔ جو رمضان کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ الفاظ حدیث "فی رمضان ولا فی غیرہ" سے واضح ہوتا ہے اور وہ تہجد ہے۔

اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے اس لیے حضرت ابو سلمہؓ نے پوچھ لیا کہ شاید رکعات تہجد میں بھی اضافہ فرمادیا ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے واضح ہوا کہ تہجد میں آپ کا رمضان وغیر رمضان کا عمل یکساں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان میں اہتمام کے لیے ملاحظہ ہو۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔ (مسلم باب الاجتهاد في العشر الاواخر)

حضرت عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اتنی محنت کرتے کہ اس کے علاوہ اتنی محنت نہ کرتے۔

۲- یہ بڑی واضح حقیقت ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات سے خوب واقف تھے اور آپ کی حدیث کا صحیح فہم رکھتے تھے۔ انھوں نے بھی اس حدیث کو تہجد پر ہی محمول کیا، چونکہ اگر اس سے مراد تراویح ہوتی تو حضرات صحابہ بھی یقیناً آٹھ تراویح پڑھتے۔ حالانکہ وہ تو بیس رکعات ادا فرماتے تھے۔

۳- اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ تراویح اور تہجد دو علیحدہ چیزیں ہیں، چونکہ حضرات صحابہؓ نے آٹھ رکعات والی تہجد کی اس حدیث کے

باوجود بیس تراویح پڑھیں اگر رمضان میں تہجد تراویح ایک ہی چیز ہوتی تو حضرات صحابہ اس حدیث کی وجہ سے آٹھ تراویح پڑھتے، چونکہ وہ تو ایک ذرہ سی چیز میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔[۱]

---

[۱] واضح رہے کہ حضرات غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ نمازیں ہیں۔ چونکہ جب منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی نے یہ دعویٰ کیا کہ نماز تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے تو مشہور غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) ایسے صاف اور صحیح جواب کو پاکر بھی ان مولوی صاحب (چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے۔ تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا۔ قاموس میں ہے، تہجد استیقظ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے۔ "... كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً، یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے، بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔"

ثناء اللہ امرتسریؒ: اہل حدیث کا مذہب ص۹۲، ص۹۳،

اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ منکرین حدیث چکڑالویوں کا مذہب ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔ جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ تراویح اور تہجد ایک نماز نہیں ہے نیز یہ کہ حدیث عائشہؓ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح اور تہجد ایک چیز ہے لہذا ہمیں تو وہ نظریہ پسند ہے جو بقول مولانا موصوف دلائل سے ثابت ہے اور

الغرض اس حدیث کا اصل مفہوم وہ ہے جو حضرات صحابہ نے سمجھا "تہجد"
اور دوسرا مفہوم وہ ہے جو بعض لوگوں نے نکالا اور ہمیں تو بہرحال حضراتِ صحابہ والا
مفہوم پسند ہے۔

"وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ"

یہی اہل حدیث کا مذہب ہے، اگر کچھ لوگوں کو منکرینِ حدیث چکڑالویوں والا نظریہ پسند ہے جو
بقول مولانا موصوف دلائل سے ثابت نہیں تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہر شخص کا اپنا اپنا ذوق
انتخاب!!

وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ۔

(ب) دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد کی نماز بھی پڑھی
جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاویٰ ثنائیہ کے دو سوال و جواب ملاحظہ ہوں:۔

سوال۔ جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر
رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب تہجد نہیں ہوتی۔

سوال۔ رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

جواب۔ اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو
تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔" (ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ صـ۶۸۲ ـ ۶۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ

- جو شخص شروع رات میں تراویح پڑھ لے وہ آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے اور چونکہ
آج کل تو سبھی لوگ رات کے شروع میں تراویح پڑھ لیتے ہیں۔ لہٰذا انھیں آخر رات میں تہجد تو
پڑھ لینی چاہیے۔

۴۔اس حدیث میں ایسی نماز کا ذکر ہے جو تنہا ہوتی تھی اور وہ تہجد ہے، تراویح تو باجماعت ہوتی ہیں، لہذا اس حدیث کو تراویح پر منطبق کرنا صحیح نہیں۔

۵۔اس روایت میں چار چار رکعت نماز کا ذکر ہے اور تراویح تو بالاتفاق دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں، لہذا اس حدیث کو تراویح پر منطبق کرنا صحیح نہیں۔

۶۔ اس حدیث میں تین وتروں کا بھی ذکر ہے۔عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح حضراتِ صحابہ کے عمل سے اور سب کچھ تو لے لیا مگر بیس کی تعداد کو چھوڑا اور آٹھ میں اپنا آرام سمجھا، اس طرح خود اس حدیث میں سے آٹھ کے عدد کو تو لے لیا اور اسی روایت میں مذکور تین وتروں کو چھوڑا اور ایک وتر کو اختیار کیا چونکہ بیس تراویح اور تین وتر بھاری ہیں۔ "وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ"، اور بے شک نماز گراں ہے مگر خشوع رکھنے والوں پر دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں خاشعین میں

- تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔
- شروع رات کی عبادت کو تہجد کے قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔
- بالفرض اگر کہیں کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھے تو صرف وہ تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی. لیکن مولانا امرتسریؒ اپنی کتاب "اہل حدیث کا مذہب صـ۹۳ پر قائم مقام ہونے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا جیسے کہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے لیکن دونوں ایک نہیں۔

واضح رہے کہ یہ تفصیل ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ بعض لوگ رمضان جیسے مقدس و بابرکت مہینہ میں بھی حتی الوسع عبادت سے جی چراتے ہیں۔ مثلاً بیس تراویح کی بجائے آٹھ پر اکتفا کر لیا۔ تین وتروں کی بجائے ایک وتر پڑھ لیا اور تراویح کے بعد تہجد کو ہضم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کی قدر دانی کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

۷۔ آرام پرستی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں سے آٹھ کی تعداد کو تو نکال لیا، مگر ان آٹھ کی کیفیت کو چھوڑ دیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ بالفرض اگر اسی حدیث کو بنیاد بنانا تھا تو پھر طویل قیام کی اس کیفیت کو کیونکر چھوڑ دیا، حالانکہ یہ کیفیت بھی تو اسی سنت کا حصہ ہے۔

افسوس ہے کہ مالی معاملات میں تو محنت و ترقی کا رجحان ہوتا ہے اور دین و آخرت کے معاملہ میں آرام پرستی و انحطاط کا اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

(۲۲۷) شبہ ۲۔ آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کا سہارا بالآخر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جو کہ علماء حدیث کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ۔

(ابن خزیمۃ ابن حبان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعات پڑھیں۔

جائزہ

۱۔ یہ روایت اس قدر ضعیف و منکر ہے کہ اس سے استدلال کیا ہی نہیں جا سکتا چونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کی بابت ابن حجر نے نقل کیا ہے۔

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ، عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں

ذَكَرَهُ السَّاجِي وَالْعُقَيْلِي فِي الضُّعَفَاءِ۔
ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

قَالَ بْنُ عَدِيٍّ اَحَادِيْثُهُ غَيْرُ مَحْفُوْظَةٍ۔
ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں۔

(تہذیب التہذیب۔ حرف العین)

لہذا اس طرح کی روایت منکرۃ موضوعہ کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔

شب قدر

(۲۲۸) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات "شب قدر" کہلاتی ہے، چونکہ اس ایک رات کی عبادت، ایک ہزار مہینہ کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔ لہذا، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، کی پانچ راتوں میں جاگنے والے نے یقیناً شب قدر کو پالیا۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو قدر دانی کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ۔ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (القدر)

بے شک ہم نے یہ قرآن شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو خبر ہے کہ شب قدر ہے کیا؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس رات فرشتے خصوصاً جبریلؑ اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ وہ طلوع فجر تک رہتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَفِیْہِ......

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ

اُرِیْتُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ وَاِنِّیْ اُنْسِیْتُہَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ

مِنْ کُلِّ وِتْرٍ (مسلم: فَضْلُ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ مجھے شب قدر بتائی گئی اور پھر اس کی تعیین مجھے بھلا دی گئی ہے البتہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔

نمازِ تہجّد

(۲۲۹) تہجد یہ ہے کہ بعد نماز عشاء کچھ دیر نیند کر کے رات کے آخری تہائی حصہ میں بارگاہ الٰہی میں پیش ہونا اور آٹھ رکعات یا جتنا بھی ممکن ہو نماز پڑھنا، قرآن وسنت میں اس کا بڑا ثواب ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:۔

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا

خَاطَبَھُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا، وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ

لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔ (الفرقان ۶۳ ۶۴)

اور خدائے رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر۔ اور راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ وقیام میں لگے رہتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ

[illegible]

دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ لِّلْاِثْمِ۔

(بیہقی: اَلتَّرْغِیْبُ فِیْ قِیَامِ اللَّیْلِ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,, تہجد کا اہتمام کیا کرو۔ یہ سلف صالحین کا شیوہ ہے کہ قرب الٰہی کا سبب ہے اور خطاؤں کو مٹانے والی ہے. گناہ سے روکنے کا سبب ہے.

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰی تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (بخاری: تَفْسِیْرُ سُوْرَةِ الْفَتْحِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی رات کو نماز میں کھڑے ہوتے تا آنکہ آپ کے قدم سوج جاتے. حضرت عائشہ رضی اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں. جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخش دیا جو ہو چکا اور جو ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ بننے کو پسند نہ کروں.

(۲۳۰) تہجد کا وقت

نماز تہجد و دعا کا بہترین وقت رات کا آخری تہائی حصّہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰی ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ

يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ. (وزاد الترمذی) وَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْئَ الْفَجْرُ.

(بخاری اَلدُّعَاءُ وَالصَّلٰوةُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ

"کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون ہے مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کروں کون ہے طالب بخشش کہ میں اس کو بخش دوں اور طلوع فجر تک یہی کیفیت باقی رہتی ہے۔

(۲۳۱) رکعات تہجد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا.

(مسلم: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالْوِتْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے جن کے حسن وطول کا کیا کہنا؟ پھر آپ چار رکعات پڑھتے جن کے حسن وطول کا کیا کہنا؟ (تہجد کی آٹھ رکعات کے بعد) پھر آپ تین رکعات وتر ادا فرماتے۔

تہجد کی رکعات چار سے لے کر بارہ تک ہیں، جتنا ہو سکے پڑھے اور اگر کسی کو صبح تہجد کے لیے اٹھنے کا یقین ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتروں کو بھی صبح ہی پڑھے ورنہ نماز عشاء کے بعد پڑھ کر سوئے۔

نماز اشراق

(۲۳۲) طلوع آفتاب سے تقریباً ۲۰ منٹ بعد، دو چار، چھ، آٹھ یا بارہ رکعت نفل پڑھنا نماز اشراق یا ضحی کہلاتا ہے جس کا بہت اجر و ثواب منقول ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ۔ (حسن غریب) ترمذی: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُلُوْسِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز فجر با جماعت پڑھی اور اشراق تک مسجد ہی میں رہا پھر دو رکعات نفل نماز پڑھی تو اس کو ایک حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَّنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَّيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔

(مسلم: اِسْتِحْبَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تمہارے ہر جوڑ و عضو پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے اور سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے بھلائی کی ترغیب دینا بھی صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور اشراق کی دو رکعتیں ان سب کی طرف سے کافی ہیں۔

عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّيَزِيْدُ مَا شَآءَ۔

مسلم: اِسْتِحْبَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى)

حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشراق کی نفلی نماز کتنی رکعت پڑھتے تھے انھوں نے بتایا کہ عموماً چار رکعات پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ، ابْنُ آدَمَ أَرْكَعْ لِيْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، أَكْفِكَ آخِرَهُ۔

(حسن غریب) (ترمذی صَلَاةُ الضُّحٰى)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ابن آدم دن کے شروع میں چار رکعات پڑھ لیا کر میں دن کے آخر تک تیرا ذمہ دار ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الضُّحٰى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُوْلُ لَوْ نُشِرَ لِيْ أَبَوَايَ مَا تَرَكْتُهُنَّ

(موطا مالک: صَلَاةُ الضُّحٰى)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشراق کی آٹھ رکعات پڑھا کرتی تھیں۔ پھر فرماتیں کہ اگر میرے والدین کو آرے سے چیر بھی دیا جائے تو میں یہ نہیں چھوڑوں گی۔

نماز اشراق کی بابت مختلف روایات وارد ہیں، نتیجۃً اس کی تعیین و تشریح میں کچھ اختلاف ہے خود نواب صدیق حسن خانؒ ان تفصیلات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

وارجح اقوال آنست کہ سنت مستحب است

نواب صدیق حسن: مسک الختام ج ا ص ۵۵۶

کہ راجح ترین قول یہ ہے کہ نماز اشراق مستحب ہے۔

(۲۳۳) مغرب وعشاء کے درمیان نوافل

مغرب و عشاء کا درمیانی وقت بہت قیمتی شمار کیا گیا ہے اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس میں کچھ نوافل پڑھ لینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ. . . . الاية (السجدة ۱۶)

ان کے پہلو سونے کی جگہ سے جدا رہتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ نَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ (ابن الجوزی: زاد المسیر، ج ۶ ص ۳۳۹)

یہ آیت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف میں نازل ہوئی جو مغرب و عشاء کے درمیان نفلی نماز پڑھتے تھے۔

محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ نے قیام اللیل ص ۵۶ پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ اس وقت میں نوافل پڑھتے تھے۔

(۲۳۴) نفل نماز میں بیٹھ کر پڑھنے کا جواز

نماز تہجد و اشراق اور دیگر نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے مگر اس کا نصف اجر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِّصْفُ الصَّلٰوةِ"

(مسلم: جَوَازُ النَّافِلَةِ قَآئِمًا وَّقَاعِدًا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا نصف نماز کے برابر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقِ الْعُقَيْلِيْ قَالَ سَأَلْتُ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَآئِمًا وَّلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا، وَكَانَ اِذَا قَرَءَ قَآئِمًا رَكَعَ قَآئِمًا وَّاِذَا قَرَءَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا۔

(مسلم: جَوَازُ النَّافِلَةِ قَآئِمًا وَّقَاعِدًا)

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپؐ رات کا ایک طویل حصہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور دوسرا طویل حصہ بیٹھ کر اور اگر کھڑے ہو کر (فاتحہ و سورۃ کی) قرارت کی ہوتی تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور بیٹھ کر قرارت کی ہوتی تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

(۲۳۵) عید الفطر، عید الاضحیٰ

(ل) رمضان کے بعد عید الفطر اور ۱۰ ذوالحجۃ کو عید الاضحیٰ مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں، یہ دونوں عیدیں مسلمانوں کے لیئے مسرت و شادمانی کا پیغام لاتی ہیں، جنھیں مسلمان بڑے جوش و خروش عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ عید کی اصل روح دو رکعت نماز ہے جس میں بندہ اپنے مولیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کے احسانات و انعامات کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اس عہد کو تازہ کرتا ہے کہ زندگی بھر شادی و غمی کے لمحات میں یادِ خدا اور خوفِ خدا سے غافل نہ ہوگا اور اپنے سدا مرکز اور مرجع یعنی اسلام کی تعلیمات سے ایک قدم ادھر ادھر نہ ہٹے گا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فَقَالَ مَا ھٰذَانِ الْیَوْمَانِ؟ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَبْدَلَکُمْ بِھِمَا خَیْرًا مِّنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔ (ابو داؤد: صَلَاۃُ الْعِیْدَیْنِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اہل مدینہ نے دو دن کھیل تماشا کے لیے خاص کر رکھے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کہ دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زمانۂ جاہلیت سے ہم نے ان دنوں کو کھیل تماشے کے لیے مختص کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دنوں کی بجائے دو بہتر دن عطا فرمائے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

(۲۳۶) **طریقۂ نماز عیدین:** طلوع آفتاب سے کچھ بعد اور زوال سے پہلے

بغیر اذان واقامت کے چھ زائد تکبیروں کے ساتھ دو رکعات نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثنار کے بعد تین تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیے جاتے ہیں اور امام جہراً قرارت کرتا ہے۔ پھر رکوع وسجدہ کے بعد دوسری رکعت کا آغاز قرارت سے ہو گا۔ قرارت کے بعد رکوع سے پہلے تین زائد تکبیروں میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد رکوع اور باقی نماز مکمل کی جاتی ہے۔

گویا پہلی رکعت میں تکبیر افتتاح اور تکبیرات زائدہ کل چار تکبیریں ہوئیں، اس طرح دوسری رکعت میں تین تکبیرات زائدہ اور تکبیر رکوع، کل چار تکبیریں ہوئیں۔

(۲۳۷) چار تکبیریں

رَوٰی اَبُوْدَاؤدَ بِسَنَدِہٖ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ سَأَلَ اَبَامُوْسَی الْاَشْعَرِیَّ وَحُذَیْفَۃَ بْنَ الْیَمَانِ، کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی کَانَ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا تَکْبِیْرَۃً عَلَی الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ صَدَقَ فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰی کَذٰلِکَ کُنْتُ اُکَبِّرُ فِی الْبَصْرَۃِ حَیْثُ کُنْتُ عَلَیْھِمْ۔

(سنن ابی داؤد، اَلتَّکْبِیْرُ فِی الْعِیْدَیْنِ)

عمل نبوی ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی کتنی تکبیریں کہتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے بتایا کہ آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔ جنازہ کی چار تکبیروں کی طرح۔ حضرت حذیفہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ ابوموسیٰ نے بتایا

کہ میں خود بھی جب بصرہ کا گورنر تھا تو ایسے ہی کرتا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ) رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ التَّکْبِیْرُ فِی الْعِیْدَیْنِ اَرْبَعٌ کَالصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ وَفِیْ رِوَایَۃِ التَّکْبِیْرِ عَلَی الْجَنَائِزِ اَرْبَعٌ کَالتَّکْبِیْرِ فِی الْعِیْدَیْنِ۔

(طحاوی: اَلتَّکْبِیْرُ عَلَی الْجَنَائِزِ کَمْ ھُوَ؟)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عیدین کی چار تکبیریں ہیں نماز جنازہ کی طرح اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں نماز عیدین کی طرح۔

(۲۳۸) اجماع امت

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا کہ چار پانچ ہیں یا سات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضراتِ صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ:۔

"اِنَّکُمْ مَعَاشِرَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتٰی تَخْتَلِفُوْنَ عَلَی النَّاسِ یَخْتَلِفُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ وَمَتٰی تَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی اَمْرٍ تَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَیْہِ فَکَاَنَّمَا اَیْقَظَھُمْ فَقَالُوْا نِعْمَ مَا رَأَیْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاَشِرْ عَلَیْنَا فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، بَلْ اَشِیْرُوْا فَاَنْتُمْ عَلَیَّ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ فَتَرَاجَعُوا الْاَمْرَ بَیْنَھُمْ فَاَجْمَعُوْا اَمْرَھُمْ عَلٰی اَنْ یَّجْعَلُوا التَّکْبِیْرَ عَلَی الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّکْبِیْرِ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ فَاَجْمَعَ اَمْرَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(طحاوی: اَلتَّکْبِیْرُ عَلَی الْجَنَائِزِ کَمْ ھُوَ؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ تمہیں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور کسی مسئلہ میں تمہارے اختلاف یا اتفاق پر بعد میں آنے والوں کا اتفاق یا اختلاف مرتب ہوگا۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا۔ حضرات صحابہؓ نے فرمایا کہ امیرالمومنین آپ کی یہ رائے بڑی اچھی ہے۔ اس مسئلہ پر آپ اپنی رائے دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بلکہ تم اپنی رائے بتلاؤ یقیناً میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں، تو حضرات صحابہؓ نے باہمی غور و خوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عیدالاضحیٰ و عیدالفطر کی چار تکبیروں کی طرح اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔

گذشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ ایک اختلافی چیز "تکبیراتِ جنازہ کو ایک طے شدہ چیز تکبیرات عیدین کے مشابہ قرار دے کر تعیین کر دی گئی ہے۔

(۲۳۹) محل تکبیرات

طریقۂ نماز کے ذیل میں گذرا کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھ کر فاتحہ سے پہلے تین تکبیریں زائد ہیں اور پھر رکوع کی تکبیر سمیت پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہوئیں دوسری رکعت میں فاتحہ و سورۃ کے بعد تین تکبیریں زائد کہیں اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں۔ ملاحظہ ہو:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ فِی التَّکْبِیْرِ فِی الْعِیْدَیْنِ تِسْعَ تَکْبِیْرَاتٍ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَۃِ وَفِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ یَبْدَءُ بِالْقِرَاءَۃِ ثُمَّ یُکَبِّرُ اَرْبَعًا مَعَ تَکْبِیْرَۃِ الرُّکُوْعِ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوُ ھٰذَا۔ (ترمذی: اَلتَّکْبِیْرُ فِی الْعِیْدَیْنِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہیں۔ پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں قرارت سے پہلے اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں قرارت کے بعد رکوع کی تکبیر سمیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے دیگر صحابہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲۴۰) خطبۂ عیدین

نماز کے بعد دو خطبہ پڑھنا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطبہ میں وعظ ونصیحت فرماتے اور دو خطبوں کے درمیان ذرا بیٹھ جاتے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَّبْدَءُ بِہِ الصَّلَاۃُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِہِمْ فَیَعِظُہُمْ وَیُوْصِیْہِمْ وَیَاْمُرُہُمْ فَاِنْ کَانَ یُرِیْدُ اَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَہٗ اَوْ یَاْمُرُ بِشَیْءٍ اَمَرَ بِہٖ ثُمَّ یَنْصَرِفُ۔

(بخاری: اَلْخُرُوْجُ اِلَی الْمُصَلّٰی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو مصلّٰی کی طرف نکلتے سب سے پہلے نماز پڑھاتے پھر نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کھڑے ہوجاتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔ آپ انھیں وعظ ونصیحت کرتے احکامات جاری کرتے اور اگر کسی لشکر کو روانہ کرنا ہوتا تو اسی وقت روانہ کرتے اور حکم صادر کرنا ہوتا تو حکم صادر کرتے اور پھر تشریف لے جاتے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْطُبُ الْخُطْبَتَیْنِ وَھُوَقَائِمٌ وَکَانَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمَا بِجُلُوْسٍ۔ (اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ مِّنْ طَرِیْقِ بِشْرٍ)

(ابن خزیمۃ عدد الخطب فی العیدین)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر دو خطبہ دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان فرق کے لیے ذرا بیٹھ جاتے۔

مسافر کی نماز

جب کسی شخص کا ارادہ اپنے علاقے سے اڑتالیس میل دور ہوجانے کا ہو اور وہاں پہنچ کر تقریباً پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو اپنی آبادی سے نکلتے ہی نماز میں قصر شروع کردے تاآنکہ واپسی پر آبادی کی حدود میں داخل ہو۔ قصر کہتے ہیں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا، جیسے ظہر، عصر، عشاء کی نماز ہے، البتہ دو یا تین رکعت والی فرض نماز میں قصر نہیں ہے جیسے فجر اور مغرب کی نماز۔ اس طرح وتر۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔ (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نماز میں کمی کردیا کرو۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔ بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

عَنْ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَیْسَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا

فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ
فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ
فَقَالَ صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِہَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ

(مسلم: صَلَاۃُ الْمُسَافِرِیْن)

حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر تمہیں کفار کا خطرہ ہو تو نماز میں کمی کرنے سے تم پر کوئی حرج نہیں اور اب تو لوگ کفار سے محفوظ ہیں (لہذا قصر کا حکم باقی ہے یا نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اس چیز سے تعجب ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سہولت اللہ تعالےٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرو۔

مسافت قصر

کم از کم کتنے لمبے سفر میں قصر کی اجازت ہے اس سلسلہ کی اکثر روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ,, اگر اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ سفر ہو تو قصر کرے ورنہ نہیں، چونکہ اکثر روایات میں چار برد کا لفظ آتا ہے۔ اور ایک برد بارہ میل کا ہوتا ہے۔ (مختار الصحاح للرازی)

۱۲ × ۴ = ۴۸ - اور واضح رہے کہ ۴۸ میل کی مسافت تقریباً ۷۷½ کیلومیٹر کے برابر ہے۔

عَنْ مَالِکٍ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ کَانَ یَقْصُرُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مِثْلِ مَا بَیْنَ مَکَّۃَ وَالطَّائِفِ وَفِیْ مِثْلِ مَا بَیْنَ مَکَّۃَ وَعُسْفَانِ وَفِیْ مِثْلِ مَا بَیْنَ مَکَّۃَ وَجُدَّۃَ قَالَ مَالِکٌ وَذٰلِکَ اَرْبَعَۃُ بُرُدٍ قَالَ مَالِکٌ وَذَالِکَ اَحَبُّ مَا تَقْصُرُ فِیْہِ الصَّلٰوۃُ؟ قَالَ مَالِکٌ۔

لَا یَقْصُرُ الَّذِیْ یُرِیْدُ السَّفَرَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ بُیُوْتِ الْقَرْیَۃِ وَلَا یُتِمُّ حَتّٰی یَدْخُلَ اَوَّلَ بُیُوْتِ الْقَرْیَۃِ۔ (موطا مالك: مَا یَجِبُ فِیْهِ قَصْرُ الصَّلَاۃِ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عمل معلوم ہوا ہے کہ آپ مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان، مکہ اور جدہ جیسے سفر میں قصر کرتے تھے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسافت چار برد کی ہے اور سب سے پسندیدہ مسافت قصر یہی ہے. نیز فرمایا کہ بستی کی آبادی سے نکل کر قصر شروع کرے اور واپسی پر بستی میں داخل ہونے پر نماز مکمل پڑھے۔

مکہ مکرمہ سے جدہ کا فاصلہ ۷۲ کیلومیٹر ہے اور مکہ سے طائف کا فاصلہ تقریباً ۸۸ کیلومیٹر جب کہ مکہ اور عسفان کی درمیانی مسافت ۸۰ کیلومیٹر ہے۔

کَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یَقْصُرَانِ وَیُفْطِرَانِ فِیْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِیَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا۔

(بخاری: فِیْ کَمْ یُقْصِرُ الصَّلَاۃَ)

حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کے لمبے سفر میں نماز قصر پڑھتے اور روزہ افطار کرتے اور چار برد سولہ فرسخ کے برابر ہوتے ہیں۔

(اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۴ برد = ۱۶ فرسخ × ۳ میل = ۴۸ میل)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سُئِلَ اَتُقْصَرُ الصَّلَاۃُ اِلٰی عَرَفَةٍ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اِلٰی عُسْفَانَ وَاِلٰی جَدَّۃَ وَاِلَی الطَّائِفِ۔ (صححه ابن حجر)

(تلخیص الحبیر، ج ۲ ص ۴۶ صلاۃ المسافرین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ سے عرفات تک جاتے ہوئے نماز میں قصر کر لیں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" البتہ مکہ سے عسفان، جدہ طائف جیسے سفر میں قصر کر سکتے ہو۔

جمہور سلف و محدثین کا مسلک

حضرات غیر مقلدین کے معروف مفتی مولانا ابوسعید شرف الدین مسافت قصر کی بابت مختلف روایات کے ذکر و تجزیہ کے بعد فتاویٰ ثنائیہ میں لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر اڑتالیس میل ہی صحیح ہے نو میل غلط ہے۔ هٰذَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ..... قَالَ النَّوَوِيُّ قَالَ الْجُمْهُوْرُ لَا يَجُوْزُ الْقَصْرُ اِلَّا فِيْ سَفَرٍ يَّبْلُغُ مَرْحَلَتَيْنِ، انتہی ص۲۴۲ یعنی جمہور سلف و محدثین کا مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے کم پر نہیں"۔

ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ، ج ۱ ص ۴۶۲

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ ۴۸ میل یا اس سے زائد سفر میں نمازِ قصر پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے کم مسافت میں نہیں، نیز یہ کہ بستی کی آبادی سے نکل کر قصر شروع ہو جاتا ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ مکہ کے لیے رخت سفر باندھتے تو مدینہ سے باہر ذوالحلیفہ پہنچ کر قصر نماز پڑھتے۔

(۲۴۱) مدّتِ قصر

دوران سفر اگر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو نماز مکمل پڑھے اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہے تو قصر کرتا رہے اور اگر حتمی پروگرام نہ بن سکے بلکہ آج اور کل کے چکر میں پندرہ دن کی بجائے انیس دن یا مہینہ بھی قیام ہو جائے تو قصر کرتا رہے، اس لیے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف مدتیں منقول ہیں، لیکن حضراتِ صحابہ چونکہ اس کے اسباب و عوامل سے واقف تھے

اور ان کے سامنے آپ کی زندگی کا سارا عمل تھا اور خصوصاً زندگی کا آخری عمل اس لیے انھوں نے ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اوسط مقدار "پندرہ دن" متعین فرما دی۔ ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّهُمَا قَالَا اِذَا قَدِمْتَ وَفِي نَفْسِكَ اَنْ تُقِيْمَ بِهَا خَمْسَ عَشَرَ لَيْلَةً فَاَكْمِلِ الصَّلٰوةَ۔ (المغنی، ج ۲ ص ۲۸۸ صَلَاةُ الْمُسَافِرِ)

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب کسی جگہ تمہارا پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ۔ (ترمذی: فِي كَمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے وہ پوری نماز پڑھے۔

(۲۴۲) جمع بین الصلاتین

یعنی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے جیسے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اس کی دو صورتیں ہیں

اول۔ جمع تقدیم یا جمع تاخیر۔ یعنی دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا جیسے ظہر و عصر کو ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھنا یا پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جیسے مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں اکٹھا پڑھنا۔

دوم۔ جمع ظاہری۔ یعنی پہلی نماز کو وقت کے آخری حصہ میں اور دوسری نماز کو وقت کے پہلے حصہ میں پڑھ لینا اس میں بظاہر دو نمازیں اکٹھی پڑھی گئیں

لیکن دونوں اپنے اپنے مقررہ اوقات میں پڑھی گئیں جیسے ظہر کا وقت ایک بجے سے چار بجے تک ہو اور عصر کا وقت چار بجے سے غروب آفتاب تک تو ظہر کو پونے چار بجے اور عصر کو چار بجے پڑھنا۔

(۲۴۳) جمع بین الصلاتین کا کیا حکم ہے؟

(۱) اللہ تعالٰی نے ہر ہر نماز کا وقت متعین فرمایا ہے۔ اس لیے قبل از وقت نماز نہیں ہوتی اور بعد از وقت قضاء شمار ہوتی ہے۔

حتی کہ میدان جنگ میں عین لڑائی کے وقت نماز خوف پڑھنے کا حکم ہے نہ یہ کہ نمازوں کو باہم جمع کر کے پڑھا جائے اور اگر لڑائی سخت ہو اور نماز میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ اس کا وقت ہی جاتا رہے تو وہ نماز قضاء شمار ہو گی اس کو جمع تاخیر کا عنوان نہیں دیا جا سکتا۔ اسی لیے جنگ خندق کے موقع پر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی بعض نمازوں میں تاخیر ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا، اگر اس کو جمع تاخیر کا عنوان دینا ممکن ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء: ۱۰۳)

بے شک نماز تو ایمان والوں پر پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض ہے۔

عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ وَفِيْهِ ..... ثُمَّ قَالَ اِمَّا اَنَّهٗ لَيْسَ فِى النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيْئَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى۔ (مسلم: قضاء الفائتة)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں گناہ نہیں، گناہ تو یہ ہے کہ کوئی شخص نماز نہ پڑھے تا آنکہ دوسری

نماز کا وقت آجائے۔

واضح رہے کہ جمع بین الصلاتین کی جتنی روایات منقول ہیں وہ جمع ظاہری کی ہیں تمام روایات کے تفصیلی تجزیہ کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ البتہ دوران حج صرف عرفات میں جمع تقدیم (ظہر کے وقت میں ظہر وعصر) اور مزدلفہ میں جمع تاخیر (عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہذا ان مقامات کے علاوہ اپنے قیاس سے نمازوں کے اوقات میں تقدیم وتاخیر کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس سلسلہ میں بڑی واضح ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِہَا اِلَّا بِجَمْعٍ مُزْدَلِفَۃَ وَعَرَفَاتٍ۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بروقت نماز پڑھنے کی تھی مگر مزدلفہ اور عرفات میں جمع کر کے پڑھتے تھے۔

کَتَبَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ اِلٰی عَامِلٍ لَہٗ، ثَلَاثٌ مِّنَ الْکَبَائِرِ، اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ اِلَّا فِیْ عُذْرٍ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَالنَّہْبِیْ

(بیہقی: ذکر الاثر فی ان الجمع من غیر عذر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ تین گناہ بہت بڑے ہیں۔ بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا میدان جنگ سے بھاگنا اور کسی کی چیز کو چھیننا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلَاۃً بِغَیْرِ مِیْقَاتِہَا اِلَّا صَلٰوتَیْنِ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّی الْفَجْرَ قَبْلَ

مِيقَاتِهَا ۔ (البخاری: كتاب الحج: من يصلى الفجر بجمع)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے نماز کے اصلی وقت کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہو، ہاں دو نمازیں کہ موسم حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء کو جمع فرماتے اور فجر کو معمول کے وقت سے کچھ پہلے ادا فرماتے۔

(۲۴۴) جمع ظاہری

اگر سفر کی حالت میں یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے جمع ظاہری کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔ چونکہ اس میں پابندئ وقت کا لحاظ رہتا ہے۔ عرفات ومزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلاتین کی جو روایات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ جمع ظاہری کی ہیں اور اس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا کہ جمع ظاہری کے لحاظ سے یہ ممکن تھا۔ جب کہ آپؐ نے کبھی بھی فجر وظہر کو جمع نہیں کیا۔ چونکہ یہاں اوقات کی رعایت نہیں رہتی۔ ملاحظہ ہو:-

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجِلَ عَلَیْہِ السَّفَرُ یُؤَخِّرُ الظُّہْرَ اِلٰی اَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَیَجْمَعُ بَیْنَہُمَا وَیُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰی یَجْمَعَ بَیْنَہَا وَبَیْنَ الْعِشَاءِ حِیْنَ یَغِیْبُ الشَّفَقُ۔ (مسلم۔ جَوَازُ الْجَمْعِ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ فِی السَّفَرِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ ظہر کو عصر کے ابتدائی وقت تک مؤخر کرتے اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے۔ اس طرح غروب شفق تک مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف وسفر کے عذر کے

بغیر بھی جمع ظاہری پر عمل کرلیا کہ ایک نماز کو آخری وقت میں اور دوسری کو ابتدائی وقت میں پڑھ لیا تاکہ امت کو اگر ضرورت پڑے تو وہ مشقت میں مبتلا نہ ہو[1]

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّہْرَ وَالْعَصْرَ جَمِیْعًا بِالْمَدِیْنَۃِ فِیْ غَیْرِ خَوْفٍ وَّلَا سَفَرٍ، قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ فَسَأَلْتُ سَعِیْدًا لِّمَ فَعَلَ ذٰلِکَ؟ فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ کَمَا سَأَلْتَنِیْ فَقَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا یُحْرِجَ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِہٖ۔

(مسلم: اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ فِی الْحَضَرِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا۔ حالانکہ یہ کسی خطرہ یا سفر کی حالت

---

[1] مشہور غیر مقلد محقق علامہ مبارک پوریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی بابت فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں :۔

"اس حدیث میں جمع بین الصلاتین سے مراد جمع صوری ہے یعنی ظہر کو اس کے آخر وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا وعلی ہذا القیاس مغرب و عشاء کو پڑھا۔ اس جواب کو علامہ قرطبیؒ نے پسند کیا ہے اور امام الحرمینؒ نے اس کو ترجیح دی ہے اور قدماء میں سے ابن الماجشون اور طحاوی نے اس کے ساتھ جزم کیا ہے اور ابن سید الناس نے اس کو قوی بتایا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث کے راوی ابو الشعثاء (جنہوں نے اس کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے) کا بھی یہی خیال ہے کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہے ..... علامہ شوکانیؒ نیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونا متعین ہے۔

محمد نذیر حسین دہلویؒ: فتاویٰ نذیریہ، ج ۱ ص۴۶۵

نہ تھی۔ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ: میں نے بھی یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی تھی تو انھوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا کہ لوگ تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

(۲۴۵) چاند و سورج گہن کی نماز

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل بتایا تھا کہ نظامِ فلکیات اللہ تعالیٰ کے منظم اصولوں کے تابع ہے اور سورج و چاند کا گرہن لگنا عجائبات قدرت اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے سورج یا چاند کو مکمل یا جزوی طور پر تھوڑے وقت کے لیے بے نور کیا ہے جب چاہے گا مکمل بے نور کر دے گا۔ اور جس طرح یہ گرہن لگانے یا ہٹانے میں کسی کا دخل نہیں اس طرح باقی کائنات میں بھی کسی کا کچھ اختیار نہیں ہے، اس لیے اللہ ہی سے مانگو اسی کے سامنے جھکو اسی سے ڈرو، نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خصوصاً اور انسانیت کو عموماً توہم پرستی جاہلانہ افکار کی ظلمتوں سے نکال کر ایک کائناتی حقیقت سے روشناس کرایا کہ کسی کی موت وحیات کے افسوس یا خوشی میں یہ گرہن نہیں لگتا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر ذرّہ کو اپنے منظم نظام سے منسلک کر رکھا ہے اور جب وہ خود اس نظام کے تسلسل میں ذرہ سا فرق بھی ڈالتے ہیں تو موجودات پر اس کا اثر ایک منطقی عمل ہے کہ کسی کی بینائی ضائع ہوگئی، کسی کا حمل ساقط ہوگیا، کسی پر عجیب وغریب مرض کا حملہ ہوا اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں محفوظ رکھیں جس کو چاہیں مبتلا کر دیں۔

اسی لیے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جونہی سورج و چاند گرہن

لگے تو خالق کائنات کی طرف متوجہ ہو جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں امن و سلامتی کی دعا مانگو تا آنکہ سورج و چاند اپنی طبعی حالت پر آجائیں۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ، اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا۔

(مسلم: النداء الصلوٰۃ الکسوف)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج و چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جب تم یہ کیفیت دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر نماز پڑھو۔

عَنْ قَبِیْصَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ اِذْ ذَالِکَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَخَرَجَ فَزِعًا یَجُرُّ ثَوْبَہٗ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ اَطَالَھُمَا۔

(نسائی: صلاۃ الکسوف)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ میں تھے کہ سورج گرہن ہو گیا۔ آپ گھبرا کر جلدی سے باہر نکلے اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے اور دو رکعتیں خوب لمبی پڑھیں۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوْا کَاَحْدَثِ صَلوٰۃٍ

صَلَّيْتُمُوْهَا۔ (نسائی: صلوٰۃ الکسوف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج و چاند گرہن ہو جائے تو اس کیفیت پر نماز پڑھو جس طرح تم نے یہ آخری نماز پڑھی ہو (نماز فجر کی طرح)

(۲۴۶) نماز استسقاء

استسقاء کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بارش مانگنا۔

بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جب لوگ زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں تو کبھی کبھی تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، یا کم کر دیتا ہے جس کا براہ راست اثر اس علاقہ کی زراعت، معیشت، صحت و صفائی پر پڑتا ہے یہ صرف اسی لیے کہ معاشرہ اپنا احتساب کرے اور اپنے مولیٰ کے حضور پیش ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لے اور آئندہ کے لیے ارتکاب گناہ سے باز رہنے کا عہد کر کے بارش کی دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ ضرور باران رحمت نازل فرمائیں گے۔ استسقاء کے مختلف طریقہ منقول ہیں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ:

(۲۴۷) استسقاء کا پہلا طریقہ

دو رکعت نماز استسقاء با جماعت پڑھے اور جماعت میں سب سے نیک و صالح شخص امامت کرے نماز کے بعد خوب عاجزی و زاری سے گڑگڑا کر دعا مانگے اور نیک فال کے طور پر اپنی اوڑھنے والی چادر کا رخ بدل لے دائیں جانب کو بائیں اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر لیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو اپنے رحمت والے بادلوں کا رُخ ہماری طرف کر دے۔

عَنْ عُبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ

رِدَاءَهٗ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ۔ (مسلم: صلوٰۃ الاستسقاء)

حضرت عباد اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصلی کی طرف تشریف لائے (یہ مسجد سے ایک ہزار فٹ دور کھلی جگہ تھی۔ فتح الباری) اور بارش کی دعا مانگی، قبلہ رخ ہوئے اپنی چادر کا رُخ بدلا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا یَّسْتَسْقِیْ وَصَلّٰی بِنَا رَکْعَتَیْنِ بِلَا اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ. ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللّٰهَ وَحَوَّلَ وَجْهَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا یَّدَیْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَآئَهٗ. فَجَعَلَ الْاَیْمَنَ عَلَی الْاَیْسَرِ وَالْاَیْسَرَ عَلَی الْاَیْمَنِ۔

(ابن ماجه، مَا جَاءَ فِیْ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے نکلے اور اذان واقامت کے بغیر دو رکعت نماز باجماعت پڑھائی۔ پھر ہمیں نصیحت کی اور دعا کی۔ پھر قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، پھر اپنی چادر کا رخ بدلا۔ دائیں طرف کو بائیں کندھے پر اور بائیں جانب کو دائیں کندھے پر کیا۔

(۲۴۸) استسقاء کا دوسرا طریقہ

خطبۂ جمعہ کے دوران بارش کے لیے دعا کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ دوران خطبہ ایک دیہاتی شخص نے آکر بارش نہ ہونے کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کی، فوراً بارش شروع ہو گئی۔ دوسرے جمعہ پھر وہی دیہاتی دورانِ خطبہ آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش ہو گئی۔ اب رکنے کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پڑھ سکو تو بہت بہتر ہے ورنہ ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھا کرو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ماہانہ پڑھا کرو، ورنہ سال میں ایک مرتبہ ورنہ کم از کم عمر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(ابو داؤد۔ صلاۃ التسبیح)

جزء القراءۃ للبخاری: رواہ مختصرًا

نماز استخارہ

(۲۵۱) جب بھی کوئی اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعائے استخارہ کرتا رہے ان شاء اللہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت شرح صدر ہو جائے گا یہ نماز اور دعا کسی بھی مناسب وقت میں پڑھی جا سکتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے یہ عمل حضرات صحابہ کرام رض کو بتایا کرتے تھے۔ بعض بزرگان دین کے تجربہ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ اگر رات کو سونے سے پہلے سات دن تک یہ عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ اس دوران متعلقہ کام کی بابت خواب میں کچھ اشارہ ہو جائے گا یا پھر طبیعت کا میلان و رجحان کسی ایک طرف ہو جائے گا۔ بس وہی کام کرے ان شاء اللہ اسی میں خیر و بھلائی ہو گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ کر لینا سکھاتے تھے۔ جیسے کہ قرآن کی سورۃ سکھاتے ہوں۔ آپ فرماتے کہ تم میں سے جب کوئی کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ

هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْقَالَ عَاجِلَ اَمْرِیْ وَاٰجِلَهٖ) فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْقَالَ عَاجِلَ اَمْرِیْ وَاٰجِلَهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

(بخاری: مَاجَاءَ فِی التَّطَوُّعِ مَثْنٰی)

اے اللہ میں تیرے علم کی مدد سے بہتری کا طالب ہوں اور تیری قدرت کے سہارے (یہ کام کرنے کی) طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں کہ قدرت تیری صفت ہے میری نہیں اور صرف تو ہی علم حقیقی رکھتا ہے میں نہیں اور تو ہی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو اس کام کو (جو میں کرنا چاہتا ہوں) میرے لیے بہتر جانتا ہے میرے دین، میری زندگی اور دنیا و آخرت میں تو اس کام کو میرے مقدر میں کر اور اسے آسان بنا دے اور میرے لیے باعث برکت بنا اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری زندگی، میری دنیا و آخرت میں میرے لیے نقصان دہ ہے تو اس کام کو کرنے سے اور مجھے اس کام سے پھیر دے اور جس میں میری بھلائی ہے مجھے اس کی توفیق دے اور میرے دل کو اس سے مطمئن کر۔

(دوران دعا هٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنے کام کا ذکر کرے یا دل میں اس کا خیال کرے)

نماز توبہ

(۲۵۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی و بدی دونوں کی صلاحیتیں دی ہیں اور

بھلائی و برائی کا راستہ دکھایا ہے تاکہ عملی تمیز ہو جائے کہ کون شخص صدق دل سے رضائے الٰہی اور حصول جنت کا خواہاں ہے اور اس کے لیے عملی جد و جہد کرتا ہے اور کون شخص نفس پرستی کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی سے اعراض کرتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص سے چھوٹی بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب بھی کوئی غلطی یا غلطیاں ہو جائیں تو اپنے مستقبل سے ناامید نہ ہو، بلکہ توبہ کر کے پاک صاف ہو جائے کہ ماضی پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے سیدھی راہ پر قائم رہنے کا عہد کرے۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر: ۵۳)

آپ کہہ دیجیے میرے ان بندوں سے جو اپنے آپ پر زیادتی کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ کہ وہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ (طٰہٰ: ۸۲)

میں ایسے لوگوں کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔

الغرض اسلام میں توبہ کا بڑا سیدھا اور آسان رستہ ہے جس کے لیے کسی واسطہ، سہارے یا سفارش کی ضرورت نہیں (یہاں ایسا کوئی تصور نہیں کہ جب تک پادری کے سامنے گناہوں کا اعتراف نہ کیا جائے اور مغفرت چیک پر دستخط نہ کرائے جائیں توبہ قبول نہ ہو گی اور جنت میں داخلہ نہ ہو گا)

بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگے۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یُّذْنِبُ ذَنْبًا فَیُحْسِنُ الطُّھُوْرَ ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَھَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ قَرَءَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔

(ابوداؤد: بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

(ترجمہ) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بے جا حرکت کر بیٹھتے یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور یہ لوگ اپنے کیے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے۔ درآنحالانکہ وہ جان رہے ہوں۔

نماز جنازہ

(۲۵۳) دنیا میں ہر انسان کی زندگی طے شدہ ہے۔ مقررہ وقت پر اسے دنیا سے قبر والے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے اس کا انتقال کا طبعی صدمہ میت کے احباب و اقرباء کو ہوگا۔ اس پریشانی کے عالم میں ضرورت ہے کہ ہر کام شریعت کی ہدایات

کے مطابق ہو اور مبتدعانہ رسوم وقبائلی رواج سے مکمل اجتناب کیا جائے، ورنہ سب محنت اکارت جائے گی اور بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔

(۲۵۴) آخری لمحات کا مسنون عمل

جب حالات سے ظاہر ہو کہ موت قریب ہے تو گھر کے ذمہ دار حضرات کو چاہیے کہ مریض کے قریب آہستہ آواز سے کلمہ دوہرائیں تاکہ مبتلائے موت کو بھی خیال آجائے اور وہ بھی پڑھ لے۔ واضح رہے کہ اس تکلیف دہ وقت میں اس کو پڑھنے کا حکم نہ دیں کہ شیطان اس وقت میں گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں ہوتا ہے۔ نیز تکلیف اور ہوش وحواس قائم نہ رہنے کے سبب کہیں وہ انکار نہ کردے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(مسلم: تلقین الموتی)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

(۲۵۵) موت کے بعد مسنون عمل

مرنے کے بعد اگر میت کی آنکھیں کھلی ہوں تو بند کردیں۔ ٹھوڑی کو پٹی سے باندھ دیں، اعضاء کو سیدھا کردیا جائے اور چونکہ اس وقت اللہ کے خاص

فرشتے موجود ہوتے ہیں اور دعا کرنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ لہذا ان کو یا کسی کو بد دعا نہ دی جائے۔ نیز باآواز بلند اور مختلف لہجوں کے ساتھ رونے سے گریز کیا جائے کہ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُہٗ فَاَغْمَضَہٗ ثُمَّ قَالَ اَنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَہُ الْبَصَرُ، فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَھْلِہٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ یُؤْمِنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ۔ (مسلم: بَابٌ فِیْ اِغْمَاضِ الْمَیِّتِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوسلمہ کی وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابوسلمہ کی کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کروائی پھر فرمایا کہ روح بے جائی جاتی ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی رہتی ہے۔ پھر جب اہل و عیال کے جذبات قابو سے باہر ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف اچھی دعائیں کرو چونکہ اس وقت فرشتے بھی تمہاری دعا پر آمین کہہ رہے ہیں پھر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی "اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما مہدیین میں اس کے درجات بلند فرما۔ اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو اچھا جانشین عطا فرما۔ اے جہانوں کے رب ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کشادہ اور روشن کر دے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ۔

(مسلم: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نوحہ گری کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ گھر والوں کی روپیٹ کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

جنازہ کی نماز

(۲۵۶) جتنی جلدی ہوسکے میت کو غسل، کفن کے بعد چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے۔ پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر ثناء (سبحانک اللھم ....) یا بطور حمد و ثناء سورۃ فاتحہ پڑھے۔ دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا مانگے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ اَرْبَعًا۔ (بخاری: اَلصُّفُوْفُ عَلَى الْجَنَازَةِ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشی کی وفات کی خبر دی، پھر آگے بڑھے۔ حضرات صحابہؓ نے آپ کے پیچھے صف بندی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔

(۲۵۷) پہلی تکبیر کے بعد حمد و ثناء

نماز جنازہ دراصل میت کے لیے دعا ہے، اس دعا کی تمہید کے طور پر پہلے

حمد وثنا و درود پڑھ کر مدعی پیش کیا جاتا ہے اس لیے پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لے اور ثنا (سبحانک اللھم) پڑھے یا پھر حمد وثنا کے طور پر سورۃ فاتحہ پڑھ لے (جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا) چونکہ نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے (جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے) یہی وجہ ہے کہ ثنا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ چونکہ پوری دعا کا آہستہ کرنا ہی پسندیدہ ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ سَأَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ اَنَا لَعَمْرُ اللّٰهِ اُخْبِرُكَ اَتْبَعُهَا مِنْ اَهْلِهَا فَاِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ اَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ ١٢

(موطا مالك: مَا يَقُوْلُ الْمُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ)

حضرت سعید کے والد نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا میں تمہیں بتاتا ہوں. میں اس کے گھر سے اس کے ساتھ چلوں گا. جب جنازہ رکھ دیا جائے تو میں تکبیر کہہ کر حمد وثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھوں گا" اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ. قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوَقِّتْ فِيْهَا قَوْلًا وَّلَا قِرَاءَةً.

(المغنی الجنائز)

نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی خاص کلام یا خاص قراۃ متعین نہیں فرمائی۔

 دوسری تکبیر کے بعد درود شریف: ثنا کے بعد دوسری تکبیر کہے

امام ومقتدی سب ہاتھ باندھے رہیں بار بار کانوں تک نہ اٹھائیں اور تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں۔

(۲۵۹) تیسری تکبیر کے بعد دعا

حمد وثنا وصلوٰۃ کے بعد اب تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا پڑھے،

ابو ابراہیم اشہلی کے والد کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جنازہ پر یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ (مصنف عبدالرزاق۔ القرأۃ والدعاء)

(ترمذی: مَا یَقُوْلُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ)

اے اللہ تعالیٰ ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے۔ ہمارے حاضر وغائب کو بخش دے۔ ہمارے چھوٹوں بڑوں کو بخش دے، ہمارے مردوں عورتوں کو بخش دے، اے اللہ تو ہم میں سے جس کو بھی زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو ایمان کی حالت میں موت دے۔

(۲۶۰) نابالغ میت کی دعا

اگر میت نابالغ بچہ کی ہو تو دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے آخرت میں اجر وثواب کا سبب بنا دے۔ (بخاری: قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی جنازۃ)

اور چونکہ نابالغ بچہ احکام کا مکلف نہیں ہوتا لہٰذا دعاءِ مغفرت کی ضرورت نہیں بس یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ

لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اور اگر وہ میت نابالغ بچی کی ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً۔

اے اللہ اس بچہ کو ہمارا پیش رو بنا دے اور اسے ہمارے لیے باعث اجر و ذخیرہ بنا اور اسے ہماری سفارش کرنے والا بنا اور اس کی سفارش کو قبول فرما۔

(۲۶۱) چوتھی تکبیر کے بعد سلام

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ سَمَّاهَا صَلٰوةً لَّيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ وَّلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ۔ (بخاری: سُنَّةُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز کہا ہے جس میں رکوع سجدہ نہیں ہے اور اس میں گفتگو کی اجازت بھی نہیں بس اس میں تکبیرات ہیں اور سلام پھیرنا ہے۔

(۲۶۲) رفع یدین

پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

رُوِیَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ وَكَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا۔ وَرُوِیَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(مصنف عبدالرزاق: رَفْعُ يَدَيْنِ فِی التَّكْبِيْرِ...)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہما سے منقول ہے وہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں اور کل چار تکبیریں کہتے تھے۔

خود علامہ وحید الزمان بھی یہی کہتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وَلَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی۔

(نزول الابرار، ج ا ص ۱۷۴)

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے بعد میں نہیں۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتُصَلِّیْ عَلَیْہِ اُمَّۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِائَۃً فَیَشْفَعُوْا لَہٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْہِ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی مسلمان فوت ہو اور اس پر ایک سو کے قریب مسلمان جنازہ پڑھیں اور اس کی مغفرت کی سفارش کریں۔ تو ان کی یہ سفارش قبول ہو گی۔

(۲۶۳) غائبانہ نماز جنازہ

اگر کوئی مسلمان ایسے علاقہ میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی، تو ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔ چونکہ شاہ حبشہ نجاشی فوت ہوئے تو وہاں کوئی اور مسلمان نہ تھا لہذا خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ، خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِہِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔ (بخاری: اَلرَّجُلُ یَنْعٰی)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نجاشی کے فوت ہوجانے کی خبر دی پھر باہر نکل کر صف بندی کی اور چار تکبیریں کہہ کر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا جنازہ نہ ہوا ہو اس کی غائبانہ نماز پڑھی جائے گی۔ البتہ جس کا جنازہ ہو چکا اس کی غائبانہ نماز نہیں پڑھی جائے گی چونکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ سے یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے بہت سے جان نثار صحابہؓ دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے لیکن آپؐ نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا۔[1]

(۲۶۴) ابن تیمیہؒ کا تجزیہ

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:-

---

[1] آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس واضح سنت اور طریقہ کے باوجود پھر بھی بعض لوگ ہر موقع پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور نجاشی کے واقعہ کو بنیاد بناتے ہیں۔

تجزیہ (۱) نجاشی کی غائبانہ نماز اسی لیے ادا کی گئی کہ ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ لہذا اس واقعہ سے ایسے شخص کے غائبانہ جنازہ کا استدلال نہیں کیا جاسکتا جس کا جنازہ ہو چکا ہو۔ چونکہ ایک دوسرے کی حالت وکیفیت باہم مختلف وبرعکس ہے۔

(۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر جو کچھ کیا ہے وہاں وہی کچھ کرنا سنت ہے اور یہ تو ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے علاوہ کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا لہذا عام حالات میں غائبانہ جنازہ حدیث سے ثابت نہیں، واضح رہے کہ اس سلسلہ میں معاویہ بن معاویہؓ کی بابت جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں۔ ابن القیمؒ نے یہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ زاد المعاد، ج ۱ ص ۵۲

اَلصَّوَابُ اَنَّ الْغَائِبَ اِذَا مَاتَ بِبَلَدٍ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ فِيْهِ صَلّٰى عَلَيْهِ صَلٰوةَ الْغَائِبِ كَمَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ لِاَنَّهٗ مَاتَ بَيْنَ الْكُفَّارِ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ وَاَنْ مَّنْ صَلّٰى عَلَيْهِ حَيْثُ مَاتَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْغَائِبِ. لِاَنَّ الْغَرْضَ قَدْ سَقَطَ بِصَلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى الْغَائِبِ وَتَرَكَهٗ، وَفِعْلُهٗ سُنَّةٌ هٰذَا لَهٗ مَوْضِعٌ وَهٰذَا لَهٗ مَوْضِعٌ۔ (زاد المعاد، ج ا ص ۵۲۰)

صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ چونکہ نجاشی کفار کے علاقہ میں فوت ہوئے جہاں ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ لہذا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی البتہ جس شخص کا جنازہ پڑھا جا چکا ہو اس کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ چونکہ ایک نماز سے فرض پورا ہو گیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے شخص کی غائبانہ نماز نہیں پڑھی۔ جب کہ ایک اور موقع پر آپ کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ لہذا یہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ سنت ہیں۔ اور موقع محل کے مطابق ہر سنت پر عمل ہوگا۔

خاتمۃ الکتاب:

(۲۶۵) آج یہ دل تشکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نماز پیمبرؐ لکھنے کی توفیق سے نوازا، جس کا علمی مواد مدینہ منورہ میں جمع کیا ترتیب و تدوین کا آغاز بیت اللہ کے سایہ میں مقام ابراہیم کے قریب ہوا۔ کچھ ابتدائی حصہ اور آخری

مباحث مسجد نبوی ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر لکھی گئیں جس کی تکمیل آج بیت اللہ کے سایہ میں ہو رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

گذشتہ صفحات سے واضح ہے کہ اس کتاب کا مرکز و محور قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اور آثار صحابہ ہیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ یہ نماز سنت کے عین مطابق ہے اور اس نمونے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ فقہ حنفی کا مبدٔ ماخذ و مرکز قرآن و سنت و آثار صحابہ ہیں نیز بعض سطحی نظر رکھنے والوں کا یہ شبہ اور بعض علماء کا یہ مغالطہ بھی ختم ہوا کہ "فقہ حنفی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی آراء کا مجموعہ ہے"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن و سنت، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم و اسلاف ائمہ رحمہم اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فہم سلیم عطا فرمائے اور اسلاف کی مخالفت و عداوت ان کے ساتھ بغض و کینہ رکھنے سے اور نفس پرستی سے بچائے۔ آمین۔ یَارَبَّ الْعَالَمِیْن، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔